تفسیر ابن کثیر

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید محقق ایڈیشن

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنووط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

6	5	4	3	2	1



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ



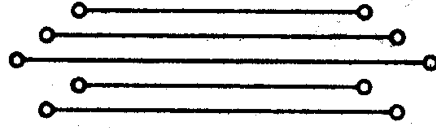
ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com

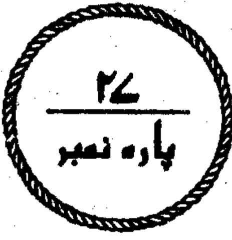


ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

www.muhammadilibrary.com

تفسیر ابنِ کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

www.muhammadilibrary.com

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

(حضرت ابراہیم نے) کہا اے اللہ کے بھیجے ہوئے (فرشتو) تمہارا کیا مقصد ہے؟○ انہوں نے جواب دیا کہ ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں○ تا کہ ہم ان پر کنکر برسائیں○ جو تیرے رب کی طرف سے ان حد سے گزر جانے والوں کے لئے نامزد ہو چکے ہیں○ پس جتنے ایماندار وہاں تھے ہم نے انہیں نکال دیا○ اور ہم نے وہاں مسلمانوں کا ایک ہی گھر پایا○ اور وہاں ہم نے ان کیلئے جو دردناک عذاب کا ڈر رکھتے ہیں ایک کامل علامت چھوڑی○

فرشتوں سے آمد کے مقصد کا سوال: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب ان نو وارد مہمانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف ہوا اور دہشت جاتی رہی۔ بلکہ ان کی زبانی ایک بہت بڑی خوش خبری سن چکے اور اپنی بردباری' اللہ ترسی اور دردمندی کی وجہ سے اللہ کی جناب میں قوم لوط کی سفارش بھی کر چکے اور اللہ کے ہاں کے حتمی وعدے کا اعلان بھی سن چکے' اس کے بعد جو ہوا اس کا بیان یہاں ہو رہا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس مقصد سے آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ قوم لوط کے گنہگاروں کو تاخت و تاراج کرنے کیلئے ہمیں بھیجا گیا ہے' ہم ان پر سنگ باری اور پتھراؤ کریں گے ان پتھروں کو ان پر برسائیں گے جن پر اللہ کے حکم سے پہلے ہی ان کے نام لکھے جا چکے ہیں اور ہر ایک گنہگار کیلئے الگ الگ پتھر مقرر کر دیئے گئے ہیں' سورۂ عنکبوت میں گزر چکا ہے کہ یہ سن کر حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے فرمایا کہ وہاں تو حضرت لوط علیہ السلام ہیں پھر وہ بستی کیسے غارت کر دی جائے گی؟ فرشتوں نے کہا اس کا علم ہمیں بھی ہے' ہمیں حکم مل چکا ہے کہ ہم انہیں اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے کے تمام ایمانداروں کو بچا لیں' ہاں ان کی بیوی نہیں بچ سکتی وہ بھی مجرموں کے ساتھ اپنے جرم کے بدلے ہلاک کر دی جائے گی۔ [1]

اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہے کہ اس بستی میں جتنے بھی مومن تھے سب کو بچا لیا گیا' اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھرانے کے لوگ ہیں سوائے ان کی بیوی کے جو ایمان نہیں لائی تھیں' چنانچہ فرمادیا گیا کہ وہاں سوائے ایک گھر کے اور گھر مسلمان تھا ہی نہیں۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ہیں ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ ایمان و اسلام کا مسمّٰی ایک ہی ہے۔ اس لئے کہ یہاں انہی لوگوں کو مومن کہا گیا ہے اور پھر انہی کو مسلمان کہا گیا ہے' معتزلہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایک ہی چیز ہے جسے ایمان بھی کہا جاتا ہے اور اسلام بھی' لیکن یہ استدلال ضعیف ہے' اس لئے کہ یہ لوگ مومن تھے اور یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ ہر مومن مسلمان ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان مومن نہیں ہوتا۔ پس

---

[1] [سورۃ العنکبوت : آیت ۳۲]

www.muhammadilibrary.com

حال کی خصوصیت کی وجہ سے انہیں مومن مسلم کہا گیا ہے اس سے عام طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر مسلم مومن ہے۔
(حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ اور دیگر محدثین کا مذہب ہے کہ جب اسلام حقیقی اور سچا اسلام ہو تو وہی اسلام ایمان ہے' صحیح بخاری شریف کتاب الایمان میں ملاحظہ ہو۔ مترجم)

پھر فرماتا ہے کہ ان آباد و شاد بستیوں کو عذاب سے برباد کر کے انہیں سڑے ہوئے بدبودار کھنڈر بنا دینے میں مومنوں کیلئے عبرت کے پورے سامان ہیں' جو عذاب الٰہی کا ڈر رکھتے ہیں وہ اس نمونہ کو دیکھ کر اور اس زبردست نشان کو ملاحظہ کر کے پوری عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ﴿٤٥﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٤٦﴾ ع

موسیٰ کے قصے میں بھی ہماری طرف سے تنبیہہ ہے جب کہ ہم نے اسے فرعون کی طرف کھلی سند دے کر بھیجا ○ پس اس نے اپنے بل بوتے پر منہ موڑا اور کہنے لگا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے ○ بالآخر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو اپنے عذاب میں پکڑ کر دریا میں ڈال دیا وہ تھا ہی ملامت کے قابل ○ اسی طرح عادیوں میں بھی جب کہ ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی ○ وہ جس جس چیز پر گزرتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح چورا چورا کر دیتی تھی ○ اور ثمود کے قصے میں بھی عبرت ہے جب ان سے کہا گیا کہ تم کچھ دنوں فائدہ اٹھا لو ○ لیکن انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی جس پر انہیں ان کے دیکھتے تیز و تند کڑاکے نے ہلاک کر دیا ○ پس نہ تو وہ کھڑے ہو سکے نہ بدلہ لے سکے ○ اور نوح کی قوم کا بھی اس سے پہلے یہی حال ہو چکا تھا' وہ بھی بڑے نافرمان لوگ تھے ○

متکبرین کا انجام: ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح قوم لوط کے انجام کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی قسم کا فرعونیوں کا واقعہ ہے ہم نے ان کی طرف اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن دلیلیں اور واضح برہان دے کر بھیجا' لیکن ان کے سردار فرعون نے جو تکبر کا مجسمہ تھا حق ماننے سے عناد کیا اور ہمارے فرمان کو بے پرواہی سے ٹال دیا اس دشمن الٰہی نے اپنی طاقت و قوت کے گھمنڈ پر اپنے راج لشکر کے بل بوتے پر رب کے فرمان کی عزت نہ کی اور اپنے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایذا رسانی پر اتر آیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ یا تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے' پس اس ملامتی کافر' فاجر' معاند' متکبر شخص کو ہم نے اس کے لاؤ لشکر سمیت دریا برد کر دیا۔

اسی طرح عادیوں کے سراسر عبرتناک واقعات بھی تمہارے گوش گزار ہو چکے ہیں جن کی سیاہ کاریوں کے

www.muhammadilibrary.com

وبال میں ان پر بے برکت ہوائیں بھیجی گئیں، جن ہواؤں نے سب کے حلیے بگاڑ دیئے' ایک لپٹ جس چیز کو لگ گئی وہ گلی سڑی ہڈی کی طرح ہوگئی' ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہوا دوسری زمین میں مسخر ہے جب اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو ہلاک کرنا چاہا تو ہوا کے داروغہ کو حکم دیا کہ ان کی تباہی کیلئے ہوائیں چلادو' فرشتے نے کہا کیا ہواؤں کے خزانے میں اتنا وزن کردوں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا نہیں اگر اتنا وزن کردیا تو زمین کو اور اس کی کل کائنات کو الٹ دے گی' بلکہ اتنا وزن کرو جتنا انگوٹھی کا حلقہ ہوتا ہے۔ یہ تھیں وہ ہوائیں جو کہ جہاں جہاں سے گزر گئیں تمام چیزوں کو تہ وبالا کرتی گئیں (۱) اس حدیث کا فرمان رسول ہونا تو منکر ہے' سمجھ سے زیادہ قریب بات یہی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول ہے' یرموک کی لڑائی میں انہیں دو بورے اہل کتاب کی کتابوں کے ملے تھے ممکن ہے انہی میں سے یہ بات آپ نے بیان فرمائی ہو' واللہ اعلم' یہ ہوائیں جنوبی تھیں' حضور ﷺ فرماتے ہیں میری مدد پرواہواؤں سے کی گئی ہے اور عادی پچھوا ہواؤں سے ہلاک ہوئے ہیں۔ (۲)

ٹھیک اسی طرح ثمودیوں کے حالات پر اور ان کے انجام پر غور کرو کہ ان سے کہہ دیا گیا کہ ایک وقت مقررہ تک تم فائدہ اٹھاؤ' جیسے اور جگہ فرمایا ہے ثمودیوں کو ہم نے ہدایت دی لیکن انہوں نے ہدایت پر ضلالت کو پسند کیا' جس کے باعث ذلت کے عذاب کی ہولناک چیخ نے ان کے پتے پانی کردیئے اور کلیجے پھاڑ دیئے (۳) یہ صرف ان کی سرکشی' سرتابی' نافرمانی اور سیاہ کاری کا بدلہ تھا' ان پر ان کے دیکھتے دیکھتے عذاب الٰہی آ گیا' تین دن تک تو یہ انتظار میں رہے عذاب کے آثار کو دیکھتے رہے آخر چوتھے دن صبح ہی صبح رب کا عذاب دفعتہً آ پڑا حواس باختہ ہوگئے کوئی تدبیر نہ بن پڑی' اتنی بھی مہلت نہ ملی کہ کھڑے ہو کر بھاگنے کی کوشش کرتے یا کسی اور طرح اپنے بچاؤ کی کچھ تو فکر کرسکتے۔ اسی طرح ان سے پہلے قوم نوح بھی ہمارے عذاب چکھ چکی ہے' اپنی بدکاری اور کھلی نافرمانی کا خمیازہ وہ بھی بھگت چکی ہے' یہ تمام مفصل واقعات فرعونیوں' عادیوں' ثمودیوں' اور قوم نوح کے اس سے پہلے کی سورتوں کی تفسیر میں کئی بار بیان ہو چکے۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ۚ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ۚ

---

(۱) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲/۴۳۳)] اس میں دراج اور ابن اخی ابن وہب دونوں راوی جمہور کے نزدیک سخت ضعیف ہیں۔]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الخندق وهی الاحزاب (۴۱۰۵)، (۱۰۳۵) صحیح مسلم : کتاب الاستسقاء : باب فی ریح الصبا والدبور (۹۰۰)]

(۳) [سورة فصلت : آیت ۱۷]

www.muhammadilibrary.com

آسمان کو ہم نے اپنی قدرت وقوت سے بنایا ہے اور یقیناً ہم کشادگی کرنے والے ہیں ○ اور زمین کو ہم نے فرش بنادیا ہے پس ہم بہت ہی اچھے بچھانے والے ہیں ○ اور ہر چیز کو ہم نے جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○ پس تم اللہ کی طرف دوڑ بھاگ (یعنی رجوع) کرو یقیناً میں تمہیں اس کی طرف سے صاف صاف تنبیہ کرنے والا ہوں ○ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہراؤ۔ بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں ○

کائنات کی تخلیق کا ذکر: زمین وآسمان کی پیدائش کا ذکر فرمارہا ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنی قوت سے پیدا کیا ہے اسے محفوظ اور بلند چھت بنادیا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد' قتادہ' ثوری رحمہم اللہ اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی کہا ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اپنی قوت سے بنایا ہے اور ہم کشادگی والے ہیں اس کے کنارے ہم نے کشادہ کئے ہیں اور بے ستون اسے کھڑا کردیا ہے اور قائم رکھا ہے' زمین کو ہم نے اپنی مخلوقات کے لئے بچھونا بنادیا ہے اور بہت ہی اچھا بچھونا ہے' تمام مخلوق کو ہم نے جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے جیسے آسمان زمین' دن رات' سورج چاند' خشکی تری' اجالا اندھیرا' ایمان کفر' موت حیات' بدی نیکی' جنت دوزخ' یہاں تک کہ حیوانات اور نباتات کے بھی جوڑے ہیں۔ یہ اس لئے کہ تمہیں نصیحت حاصل ہو۔ تم جان لو کہ ان سب کا خالق اللہ ہی ہے اور وہ لاشریک اور یکتا ہے' پس تم اس کی طرف دوڑو' اپنی توجہ کا مرکز اسی کو بناؤ' اپنے تمام تر کاموں میں اسی کی ذات پر اعتماد کرو' میں تو تم سب کو صاف صاف آگاہ کردینے والا ہوں' خبردار! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا' میرے کھلم کھلا خوف دلانے کا لحاظ رکھنا۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ
بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ
وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ
يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان کے پاس بھی جو رسول آیا انہوں نے کہہ دیا کہ یا تو یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے ○ کیا یہ اس بات کی ایک دوسروں کو وصیت کرتے گئے ہیں' نہیں بلکہ یہ سب کے سب سرکش ہیں۔ تو ان سے منہ پھیر لے تجھ پر کچھ الزام نہیں ○ ہاں تو نصیحت کرتا رہ یقیناً یہ نصیحت ایمانداروں کو نفع دے گی ○ میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کرتے رہیں ○ نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں ○ اللہ تو خود ہی سب کا روزی رساں' توانائی والا اور زور آور ہے ○ پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی ان کے ساتھیوں کے حصے کے مثل حصہ ملے گا لہٰذا وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں ○ پس خرابی ہے منکروں کو ان کے اس دن جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں ○

www.muhammadilibrary.com

پیغمبر ﷺ کو تسلی: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ کفار جو آپ کو کہتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے کے کافروں نے بھی اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں سے یہی کہا ہے' کافروں کا یہ قول سلسلہ بسلسلہ یونہی چلا آیا ہے جیسے آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کر کے جاتے ہوں' سچ تو یہ ہے کہ سرکشی اور سرتابی میں یہ سب یکساں ہیں اس لئے جو بات پہلے والوں کے منہ سے نکلی وہی ان کی زبان سے نکلتی ہے کیونکہ سخت دلی میں سب ایک سے ہیں' پس آپ چشم پوشی کیجئے یہ مجنون کہیں' جادوگر کہیں آپ صبر و ضبط سے سن لیں' ہاں نصیحت کی تبلیغ نہ چھوڑیئے اللہ کی باتیں پہنچاتے چلے جایئے۔ جن دلوں میں ایمان کی قبولیت کا مادہ ہے وہ ایک نہ ایک روز راہ راست پر لگ جائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان ہے کہ میں نے انسانوں اور جنوں کو کسی اپنی ضرورت کیلئے نہیں پیدا کیا بلکہ صرف اس لئے کہ میں انہیں ان کے نفع کیلئے اپنی عبادت کا حکم دوں وہ خوشی ناخوشی میرے معبود برحق ہونے کا اقرار کریں مجھے پہچانیں' حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بعض عبادتیں نفع دیتی ہیں اور بعض عبادتیں بالکل نفع نہیں پہنچاتیں جیسے قرآن میں ایک جگہ ہے کہ اگر تم ان کافروں سے پوچھو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے [1] تو گو یہ بھی عبادت ہے مگر مشرکوں کو کام نہ آئے گی' غرض عابد سب ہیں خواہ عبادت ان کیلئے نافع ہو یا نہ ہو' اور حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد مسلمان انسان اور ایمان والے جنات ہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے یوں پڑھایا ہے ﴿اِنِّیْ لَاَنَا الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ﴾ یہ حدیث ابوداؤد' ترمذی اور نسائی میں بھی ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح بتاتے ہیں۔ [2] غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بندگی کیلئے پیدا کیا ہے اب اس کی عبادت یکسوئی کے ساتھ جو بجالائے گا کسی کو اس کا شریک نہ کرے گا وہ اسے پوری پوری جزا عنایت فرمائے گا' اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا۔ وہ بدترین سزائیں بھگتے گا۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ کل مخلوق ہر حال اور ہر وقت میں اس کی پوری محتاج ہے' بلکہ محض بے دست و پا اور سراسر فقیر ہے' خالق' رازق اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے' مسند احمد میں حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم! میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا' میں تیرا سینہ تونگری اور بے نیازی سے پر کر دوں گا اور تیری فقیری روک دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری کو ہرگز بند نہ کروں گا' ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث

---

[1] [سورة لقمان : آیت ۲۵]

[2] **[صحیح :** مسند احمد (۱/۳۹٤) مستدرك حاكم (۲/۲۳٤) مسند ابو يعلى (۵۳۳۳) ابو داؤد : كتاب الحروف (۳۹۹۳) ترمذی : كتاب القراءات (۲۹٤۰) ابن حبان (٦۳۲۹)] امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ احمد شاکر نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی (۲۳٤۳)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

شریف ہے امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ [1]

خالد کے دونوں لڑکے حضرت حبہ اور حضرت سواء رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کسی کام میں مشغول تھے یا کوئی دیوار بنا رہے تھے یا کسی چیز کو درست کر رہے تھے ہم بھی اسی کام میں لگ گئے جب کام ختم ہوا تو آپ نے ہمیں دعا دی اور فرمایا سر ہل جانے تک روزی سے مایوس نہ ہونا دیکھو انسان جب پیدا ہوتا ہے ایک سرخ بوٹی ہوتا ہے بدن پر ایک چھلکا بھی نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ اسے سب کچھ دیتا ہے۔ (مسند احمد) [2]

بعض آسمانی کتابوں میں ہے اے ابن آدم! میں نے تجھے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اس لئے تو اس سے غفلت نہ کر تیرے رزق کا میں ضامن ہوں تو اس میں بے جا تکلیف نہ کر مجھے ڈھونڈ تا کہ مجھے پالے جب تو نے مجھے پالیا تو یقین مان کہ تو نے سب کچھ پالیا اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام بھلائیاں تو کھو چکا سن! تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہونی چاہیے۔ پھر فرماتا ہے یہ کافر میرے عذاب کو جلدی کیوں مانگ رہے ہیں؟ وہ عذاب تو انہیں اپنے وقت پر پہنچ کر ہی رہیں گے جیسے ان سے پہلے کے کافروں کو پہنچے۔ قیامت کے دن جس دن کا ان سے وعدہ ہے انہیں بڑی خرابی ہوگی۔ الحمدللہ سورۂ ذاریات کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ طور

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں ''سورۂ طور'' پڑھتے ہوئے سنا ہے آپ سے زیادہ خوش آواز اور آپ سے زیادہ اچھی قراءت والا میں نے تو کسی کو نہیں سنا [3] (موطا امام مالک) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں زمانہ حج میں میں بیمار تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اپنا حال کہا تو آپ نے فرمایا تم سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے طواف کر لو۔ چنانچہ میں نے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے تھے اور ﴿وَالطُّوْرِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ (بخاری) [4]

---

[1] [صحیح : مسنداحمد (۲/۳۵۸) ترمذی : کتاب صفة القیامة (۲٤٦٦) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الهمّ بالدنیا (٤١٠٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (۱۳۵۹)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : مسنداحمد (۳/٤٦٩) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب التوکل والیقین (٤١٦٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلوة : باب القراءة فی الصبح (٤٦٣) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوات : باب القراءة فی صلاة المغرب (۸۳۲) ابو داؤد : کتاب الصلوٰة : باب قدر القراءة فی المغرب (۸۱۱)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الحج : باب طواف النسآء مع الرجال (۱٦۱۹) ، (٤٦٤) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب جواز الطواف علی بعیر وغیره واستلام الحجر (۱۲۷٦ـ ۲۵۸) نسائی : کتاب المناسك : باب کیف طواف المریض (۲۹۲۸) ابو داؤد : کتاب المناسك : باب الطواف الواجب (۱۸۸۲) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب المریض یطوف راکبا (۲۹٦۱)]

www.muhammadilibrary.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالطُّوۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَ کِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ﴿۲﴾ فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّ الۡبَیۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ ۙ﴿۴﴾ وَ السَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ ۙ﴿۵﴾ وَ الۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَہٗ مِنۡ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾ یَّوۡمَ تَمُوۡرُ السَّمَآءُ مَوۡرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ تَسِیۡرُ الۡجِبَالُ سَیۡرًا ﴿ؕ۱۰﴾ فَوَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿ۙ۱۱﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ خَوۡضٍ یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿ۘ۱۲﴾ یَوۡمَ یُدَعُّوۡنَ اِلٰی نَارِ جَہَنَّمَ دَعًّا ﴿ؕ۱۳﴾ ہٰذِہِ النَّارُ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ بِہَا تُکَذِّبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحۡرٌ ہٰذَاۤ اَمۡ اَنۡتُمۡ لَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿ۚ۱۵﴾ اِصۡلَوۡہَا فَاصۡبِرُوۡۤا اَوۡ لَا تَصۡبِرُوۡا ۚ سَوَآءٌ عَلَیۡکُمۡ ؕ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶﴾

تفسیر

معبود برحق رحمت ورحم والے کے نام سے شروع

قسم ہے طور کی ○ اور لکھی ہوئی کتاب کی ○ جو کھلے ہوئے ورق میں ہے ○ اور آباد گھر کی ○ اور اونچی چھت کی ○ اور سلگتے دریا کی ○ بیشک تیرے رب کا عذاب ہو کر رہنے والا ہے ○ اسے کوئی روک سکنے والا نہیں ○ جس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا ○ اور پہاڑ چلنے پھرنے لگیں گے ○ آج جھٹلانے والوں کی پوری خرابی ہے ○ جو اپنی بیہودہ گوئی میں اچھل کود کر رہے ہیں ○ جس دن وہ دھکے دے دے کر آتش جہنم کی طرف لائے جائیں گے ○ یہی وہ آتش دوزخ ہے جسے تم جھوٹ بتلاتے تھے ○ اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں ہو؟ ○ جاؤ دوزخ میں اب تمہارا صبر کرنا اور نہ کرنا تمہارے لئے یکساں ہے' تمہیں فقط تمہارے کئے کا بدلہ دیا جائے گا ○

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان چیزوں کی قسم کھا کر جو اس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں فرماتا ہے کہ اس کا عذاب ہو کر ہی رہے گا' جب وہ آئے گا کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اسے ہٹا سکے۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر درخت ہوں جیسے وہ پہاڑ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا اور جو خشک پہاڑ ہو اسے جبل کہا جاتا ہے طور نہیں کہا جاتا' ﴿کِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے یا اللہ کی اتاری ہوئی لکھی ہوئی کتابیں ہیں جو انسانوں پر پڑھی جاتی ہیں' اسی لئے ساتھ ہی فرمادیا' کھلے ہوئے اوراق میں ﴿بَیْتِ الْمَعْمُوْرِ﴾ کی بابت معراج والی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ساتویں آسمان سے آگے بڑھنے کے بعد مجھے بیت المعمور دکھلایا گیا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے اللہ کی عبادت کے لئے جاتے ہیں' دوسرے دن اتنے ہی اور لیکن جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی۔ [1] جس طرح زمین پر کعبۃ اللہ کا طواف ہوتا ہے اسی طرح آسمانوں کے طواف کی اور عبادت کی جگہ وہ ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے ہیں' اس میں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ چونکہ خلیل اللہ علیہ السلام بانی بیت اللہ

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائکۃ صلوات اللہ علیہم (۳۲۰۷) صحیح مسلم : کتاب الایمان (۲۶٤) مسند احمد (٤/۲۰۷)]

www.muhammadilibrary.com

تھے جن کے ہاتھوں زمین میں کعبۃ اللہ بنا تھا تو انہیں وہاں بھی اس کعبے سے لگے ہوئے آپ ﷺ نے دیکھا۔ تو گویا اس عمل کی جزا اسی جیسی پروردگار نے اپنے خلیل کو دی، یہ بیت المعمور ٹھیک خانہ کعبہ کے اوپر ہے اور ساتویں آسمان پر، یوں تو ہر آسمان میں ایک ایسا گھر ہے جہاں اس آسمان کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، پہلے آسمان پر جو اسی جگہ ہے اس کا نام بیت العزت ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن ابی حاتم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان میں ایک گھر ہے جسے معمور کہتے ہیں جو کعبہ کی سمت میں ہے، چوتھے آسمان میں ایک نہر ہے جس کا نام نہر حیوان ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر روز اس میں غوطہ لگاتے ہیں اور نکل کر بدن جھاڑتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرے جھڑتے ہیں، ایک ایک قطرے سے اللہ تعالیٰ ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جنہیں حکم ہوتا ہے کہ وہ بیت المعمور میں جائیں اور نماز ادا کریں، پھر وہ وہاں سے نکل آتے ہیں اب انہیں دوبارہ جانے کی نوبت نہیں آتی، ان کا ایک سردار ہوتا ہے جسے حکم دیا جاتا ہے کہ انہیں لے کر کسی جگہ کھڑا ہو جائے پھر وہ اللہ کی تسبیح کے بیان میں لگ جاتے ہیں، قیامت تک ان کا یہی شغل رہتا ہے،[1] یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اس کے راوی روح بن جناح اس میں منفرد ہیں، حافظوں کی ایک جماعت نے ان پر اس حدیث کا انکار کیا ہے جیسے جوزجانی، عقیلی، حاکم رحمہم اللہ وغیرہ، امام حاکم رحمہ اللہ ابوعبداللہ نیشاپوری اسے بالکل بے اصل بتاتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ بیت المعمور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ آسمان میں ہے اسے صراح کہا جاتا ہے۔ کعبہ کے ٹھیک اوپر ہے۔ جس طرح زمین کا کعبہ حرمت کی جگہ ہے اسی طرح وہ آسمانوں میں حرمت کی جگہ ہے، ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں لیکن جو آج گئے تھے ان کی باری قیامت تک دوبارہ نہیں آتی کیونکہ فرشتوں کی تعداد ہی اس قدر ہے[2] ایک روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والے ابن کواء رحمہ اللہ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ عرش کے محاذ میں ہے، ایک مرفوع روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا بیت المعمور کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول جانتے ہیں، فرمایا وہ آسمانی کعبہ ہے اور زمینی کعبے کے بالکل اوپر ہے ایسا کہ اگر وہ گرے تو اسی پر گرے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں جن کی باری قیامت تک دوبارہ نہیں آتی[3] حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ فرشتے ابلیس کے قبیلے کے جنات میں سے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اونچی چھت سے مراد آسمان ہے، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا﴾[4] ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے عرش ہے اس لئے کہ وہ تمام مخلوق کی چھت ہے، اس قول کی توجیہ اس طرح

---

[1] [موضوع : الموضوعات لابن الجوزی (۱۴۷/۱) الضعفاء للعقیلی (۵۹/۲) الکامل لابن عدی (۱۰۰۴/۳) فیض القدیر (۵۹۶/۲)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۴۸۰/۱۱)]

[3] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۲۹۷)]

[4] [سورۃ الانبیاء : آیت ۳۲]

www.muhammadilibrary.com

ہوسکتی ہے کہ مراد عام ہو۔ ﴿بَحْرِ مَسْجُوْرٍ﴾ سے مراد وہ پانی ہے جو عرش تلے ہے جو بارش کی طرح برسے گا جس سے قیامت کے دن مردے اپنی اپنی قبروں سے جی اٹھیں گے' جمہور کہتے ہیں یہی عام دریا مراد ہیں انہیں جو مسجور کہا گیا ہے یہ اس لئے کہ قیامت کے دن ان میں آگ لگادی جائے گی جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ [1] جبکہ دریا بھڑکا دیئے جائیں گے اور ان میں آگ لگ جائے گی جو پھیل کر تمام اہل محشر کو گھیر لے گی' حضرت علاء بن بدر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بھڑکتے ہوئے دریا اس لئے کہا گیا ہے کہ نہ اس کا پانی پینے کے کام آئے اور نہ کھیتی کو دیا جائے یہی حال قیامت کے دن دریاؤں کا ہوگا' یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ دریا بہتا ہوا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دریا پُر شدہ' ادھر ادھر جاری' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مسجور سے مراد فارغ یعنی خالی ہے' کوئی لونڈی پانی لینے کو جائے پھر لوٹ کر کہے کہ حوض مسجور ہے اس سے مراد یہی ہے کہ خالی ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ اسے زمین سے روک دیا گیا ہے اس لئے کہ ڈبو نہ دے۔

مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر رات تین مرتبہ دریا اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ اگر حکم ہو تو تمام لوگوں کو ڈبو دوں لیکن اللہ تعالیٰ اسے روک دیتا ہے۔ [2]

دوسری روایت میں ہے کہ ایک بزرگ مجاہد جو سمندر کی سرحد کے لشکروں میں تھے وہ جہاد کی تیاری میں وہیں رہتے تھے فرماتے ہیں ایک رات میں چوکیداری کیلئے نکلا اس رات کوئی اور پہرے پر نہ تھا میں گشت کرتا ہوا میدان میں پہنچا اور وہاں سے سمندر پر نظریں ڈالیں تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا سمندر پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹکرا رہا ہو بار بار یہی نظارہ میں نے دیکھا۔ میں نے ابوصالح سے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے بروایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اوپر والی حدیث سنائی' لیکن اس کی سند میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام نہیں لیا گیا' ان قسموں کے بعد اب جس چیز پر قسمیں کھائی گئی تھیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ کافروں کو جو عذاب الٰہی ہونے والا ہے وہ یقینی طور پر آنے والا ہی ہے' جب وہ آئے گا کسی کے بس میں اس کا روکنا نہ ہوگا۔

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہر کی دیکھ بھال کیلئے نکلے تو ایک مکان سے مسلمان کی قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی وہ سورۂ والطور پڑھ رہے تھے' آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے جب وہ اس آیت پر پہنچے تو زبان سے نکل گیا کہ رب کعبہ کی قسم سچی ہے پھر اپنے گدھے سے اتر کر تکیہ لگا کر بیٹھ گئے چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش وحواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے لیکن اللہ کے کلام کی اس ڈراؤنی آیت کے اثر سے دل کی کمزوری کی حالت یہ ہوئی کہ مہینہ تک بیمار پڑے رہے اور ایسے کہ لوگ بیمار پرسی کو آتے تھے گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا ہے؟۔

---

[1] [سورة التكوير : آيت ٦]

[2] [ضعیف : مسند احمد (١/ ٤٣)] شیخ احمد شاکر اسے ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں شیخ مجہول ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

ایک روایت میں ہے آپ کی تلاوت میں ایک مرتبہ یہ آیت آئی اسی وقت ہچکی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہو گئے چنانچہ بیس دن تک عیادت کی جاتی رہی۔ اس دن آسمان تھرتھرائے گا' پھٹ جائے گا' چکر کھانے لگے گا' پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے' ہٹ جائیں گے' ادھر کے ادھر ہو جائیں گے' کانپ کانپ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے آخر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اتر جائیں گے اور بے نام ونشان ہو جائیں گے' اس دن ان لوگوں پر جو اس دن کو نہ مانتے تھے ویل' حسرت' خرابی' ہلاکت ہو گی' اللہ کا عذاب' فرشتوں کی مار' جہنم کی آگ' ان کیلئے ہو گی جو دنیا میں مشغول تھے اور دین کو ایک کھیل تماشہ مقرر کر رکھا تھا' اس دن انہیں دھکے دے کر نار جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور داروغہ جہنم ان سے کہے گا یہ وہ جہنم ہے جسے تم نہیں مانتے تھے' پھر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے اب بولو کیا یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اس میں ڈوب جاؤ' یہ تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اب اس کے عذاب کی تمہیں سہار ہو یا نہ ہو' ہائے وائے کرو' خواہ خاموش رہو اسی میں پڑے جھلستے رہو گے کوئی ترکیب فائدہ نہ دے گی کسی طرح چھوٹ نہ سکو گے' یہ اللہ کا ظلم نہیں بلکہ صرف تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿١٧﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ
الْجَحِيْمِ ﴿١٨﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ
وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٢٠﴾

پرہیزگار لوگ جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے ○ جو انہیں ان کے رب نے دے رکھی ہیں اس پر خوش ہی خوش ہیں اور ان کے پروردگار نے انہیں جہنم کے عذاب سے بچا لیا ہے ○ تم سہتا پچتا کھاتے پیتے رہا کرو ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے ○ برابر بچھے ہوئے شاندار تخت پر تکئے لگائے ہوئے اور ہم نے ان کے نکاح گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیئے ہیں ○

پرہیزگار جنت کی نعمتوں میں: اللہ تعالٰی نیک بختوں کا انجام بیان فرما رہا ہے کہ عذاب وسزا سے جو ان بدبختوں کو ہو رہا ہے یہ اس سے محفوظ کر کے جنتوں میں پہنچا دیئے گئے جہاں کی بہترین نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہر طرح خوش حال خوش دل ہیں' قسم قسم کے کھانے' طرح طرح کے پینے' بہترین لباس' عمدہ عمدہ سواریاں' بلند وبالا مکانات اور ہر طرح کی نعمتیں انہیں مہیا ہیں' کسی قسم کا ڈر خوف نہیں' اللہ فرما چکا ہے کہ میرے عذابوں سے نجات مل گئی' غرض دکھ سے دور' سکھ سے مسرور' راحت ولذت میں مخمور ہیں' جو چیز سامنے آتی ہے وہ ایسی ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو نہ کسی کان نے سنا ہو' نہ کسی دل پر خیال تک گزرا ہو' پھر اللہ کی طرف سے بار بار مہمان نوازی کے طور پر ان سے کہا جاتا ہے کہ کھاتے پیتے رہو' خوش گوار' خوش ذائقہ' بے تکلف' مزیدار مرغوب چیزیں تمہارے لئے مہیا ہیں' پھر ان کا دل خوش کرنے حوصلہ بڑھانے اور طبیعت میں امنگ پیدا کرنے کے لئے ساتھ ہی اعلان ہوتا ہے کہ یہ تو اعمال کا بدلہ ہے جو تم اس جہاں میں کر آئے ہو' مرصع اور جڑاؤ شاہانہ تخت پر بڑی بے فکری اور فارغ

www.muhammadilibrary.com

البالی سے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ستر ستر سال گزر جائیں گے انہیں ضرورت نہ ہوگی کہ اٹھیں یا ملیں جلیں' بے شمار سلیقہ شعار ادب دان خدام ہر طرح کی خدمت کیلئے کمر بستہ جس چیز کو جی چاہے آن کی آن میں موجود' آنکھوں کا نور' دل کا سرور' وافر و موفور سامنے' بے انتہا خوبصورت' خوب سیرت گورے گورے پنڈے والی بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی بہت سی حوریں' پاک دل عفت مآب عصمت کوش دل بہلانے اور خواہش پوری کرنے کیلئے سامنے کھڑی' ہر ایک نعمت و رحمت چاروں طرف بکھری ہوئی' پھر بھلا انہیں کس چیز کی کمی۔ ستر سال کے بعد جب دوسری جانب مائل ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہاں اور ہی منظر ہے ہر چیز نئی ہے ہر نعمت پر جوبن ہے اس طرف کی حوروں پر نظریں ڈالتے ہیں تو ان کے نور کی چکا چوند حیرت میں ڈال دیتی ہے ان کی پیاری پیاری بھولی بھالی شکلیں اچھوتے پنڈے اور کنوارے پن کی شرمیلی نظریں اور جوانی کا بانکپن دل پر مقناطیسی اثر ڈالتا ہے۔

جنتی کچھ کہے اس سے پہلے ہی وہ اپنی شیریں کلامی سے عجب انداز سے کہتی ہے شکر ہے کہ آپ کا التفات ہماری طرف بھی ہوا' غرض اسی طرح من مانی نعمتوں میں مست ہو رہے ہیں۔ پھر ان جنتیوں کے تخت باوجود قطار وار ہونے کے اس طرح نہ ہوں گے کہ کسی کو کسی کی پیٹھ ہو بلکہ آمنے سامنے ہوں گے۔

جیسے اور جگہ ہے ﴿عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ [1] تختوں پر ہوں گے اور ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے ان کے نکاح میں حوریں دے رکھی ہیں جو کبھی دل میلا نہ کریں' جب آنکھ پڑے جی خوش ہو جائے اور ظاہری خوبصورتی کی تو کسی سے تعریف ہی کیا ہو سکتی ہے؟ ان کے اوصاف کے بیان کی حدیثیں وغیرہ کئی مقامات پر گزر چکی ہیں اسلئے انہیں یہاں وارد کرنا کچھ چنداں ضروری نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ؀ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ؀ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ؀ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ؀ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ يَّتَسَاۗءَلُوْنَ ؀ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ؀ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ؀ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ؀

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے' ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں گرفتار ہے ○ ہم ان کیلئے میوے اور مرغوب گوشت کی ریل پیل کر دیں گے ○ وہ (خوش طبعی) کے ساتھ ایک دوسرے سے جام شراب کی چھینا جھپٹی کریں گے جس شراب کے سرور میں نہ تو بیہودہ گوئی ہوگی نہ گناہ ○ ان کے ارد گرد ان کے نوعمر غلام چل پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ مروارید ہیں جو ڈھکے رکھے

[1] [سورة الصافات : آیت ٤٤]

www.muhammadilibrary.com

تھے ○ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے ○ کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر والوں میں بہت ڈرا کرتے تھے ○ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں تیز و تند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیا۔ ہم اس سے پہلے ہی اس کی عبادت کرتے تھے بیشک وہ محسن اور مہربان ہے ○

نیک اولاد بھی جنت میں والدین کے ہمراہ: اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے فضل و کرم اور لطف و رحم اپنے احسان اور انعام کا بیان فرماتا ہے کہ جن مومنوں کی اولاد بھی ایمان میں اپنے باپ دادا کی راہ لگ جائے لیکن اعمال صالحہ میں اپنے بڑوں سے کم ہو پروردگار ان کے نیک اعمال کا بدلہ بڑھا چڑھا کر انہیں ان کے بڑوں کے درجے میں پہنچا دے گا تاکہ بڑوں کی آنکھیں چھوٹوں کو اپنے پاس دیکھ کر ٹھنڈی رہیں اور چھوٹے بھی اپنے بڑوں کے پاس ہشاش بشاش رہیں، ان کے عملوں کی بڑھوتری ان کے بزرگوں کے اعمال کی کمی سے نہ کی جائے گی بلکہ محسن و مہربان اللہ انہیں معمور خزانوں میں سے عطا فرمائے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں۔ ایک مرفوع حدیث بھی اس مضمون کی مروی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب جنتی شخص جنت میں جائے گا اور اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کو نہ پائے گا تو دریافت کرے گا وہ کہاں ہیں جواب ملے گا کہ وہ تمہارے مرتبہ تک نہیں پہنچے یہ کہے گا باری تعالیٰ میں نے تو اپنے لئے اور ان کے لئے نیک اعمال کئے تھے چنانچہ حکم دیا جائے گا اور انہیں بھی ان کے درجے میں پہنچا دیا جائے گا۔ یہ بھی مروی ہے کہ جنتیوں کے جن بچوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے وہ تو ان کے ساتھ ملائے جائیں گے لیکن ان کے جو بچے بچپن ہی میں انتقال کر گئے وہ بھی ان کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شعبی، سعید بن جبیر، ابراہیم، قتادہ، ابو صالح، ربیع بن انس، ضحاک و ابن زید رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں، امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ [1] مسند احمد میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دو بچوں کی نسبت دریافت کیا جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے تو آپ نے فرمایا وہ دونوں جہنم میں ہیں، پھر جب مائی صاحبہ کو غمگین دیکھا تو فرمایا اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تمہارے دل میں ان کا بغض پیدا ہو جاتا، مائی صاحبہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بچہ جو آپ سے ہوا وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جنت میں ہے۔ مومن مع اپنی اولاد کے جنت میں ہیں اور کافر اپنی اولاد سمیت جہنم میں ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی۔ یہ تو ہوئی ماں باپ کے اعمال صالحہ کی وجہ سے اولاد کی بزرگی، اب اولاد کی دعاء خیر کی وجہ سے ماں باپ کی بزرگی ملاحظہ ہو۔

مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندے کا درجہ جنت میں دفعۃً بڑھاتا ہے وہ دریافت کرتا ہے کہ اللہ میرا یہ درجہ کیسے بڑھ گیا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کیا اس بنا پر میں نے تیرا درجہ بڑھا دیا۔ [2] اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہیں، گو بخاری مسلم میں ان

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۴۸۸)]

[2] [حسن: مسند احمد (۲/۵۰۹)] حافظ بوصیریؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۵/۵۲٦)] شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۰٦۱۰)]

www.muhammadilibrary.com

لفظوں سے نہیں آئی لیکن اس جیسی روایت صحیح مسلم میں اسی طرح مروی ہے کہ ابن آدم کے مرتے ہی اس کے اعمال موقوف ہوجاتے ہیں لیکن تین عمل کہ وہ مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچاتے رہتے ہیں۔ صدقہ جاریہ، علم دین جس سے نفع پہنچتا ہے، نیک اولاد جو مرنے والے کیلئے دعائے خیر کرتی رہے۔ [1]

چونکہ یہاں بیان ہوا تھا کہ مومنوں کی اولاد کے درجے بے عمل بڑھا دیئے گئے تو ساتھ ہی ساتھ اپنے اس فضل کے بعد اپنے عدل کا بیان فرماتا ہے کہ کسی کو کسی کے اعمال میں پکڑا نہ جائے گا بلکہ ہر شخص اپنے اپنے عمل میں رہن ہوگا باپ کا بوجھ بیٹے پر اور بیٹے کا باپ پر نہ ہوگا، جیسے اور جگہ ہے ﴿كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ الخ [2] ہر شخص اپنے کیے ہوئے کاموں میں گرفتار ہے مگر وہ جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پہنچے وہ جنتوں میں بیٹھے ہوئے گنہگاروں سے دریافت کرتے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان جنتیوں کو قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے گوشت دیئے جاتے ہیں جس چیز کو جی چاہے، جس پر دل آئے وہ یک لخت موجود ہوجاتی ہے شراب طہور کے چھلکتے ہوئے جام ایک دوسرے کو پلا رہے ہیں جس کے پینے سے سرور اور کیف لطف اور بہار حاصل ہوتا ہے لیکن بدزبانی، بیہودہ گوئی نہیں ہوتی، ہذیان نہیں بکتے بیہوش نہیں ہوتے سچا سرور اور پوری خوشی حاصل، بک جھک سے دور گناہ سے غافل، باطل وکذب سے دور، غیبت وگناہ سے نفور، دنیا میں شرابیوں کی حالت دیکھی ہوگی کہ ان کے سر میں چکر، پیٹ میں درد، عقل زائل، بکواس بہت، بوبری، چہرے بے رونق، اسی طرح شراب کہ بدذائقہ اور بدبودار، یہاں جنت کی شراب ان تمام گندگیوں سے کوسوں دور ہے، یہ رنگ میں سفید، پینے میں خوش ذائقہ نہ اس کے پینے سے حواس معطل ہوں، نہ بک جھک ہو نہ بہکیں نہ بھٹکیں نہ مستی ہو نہ اور کسی طرح ضرر پہنچے، ہنسی خوشی اس پاک شراب کے جام پلا رہے ہوں گے۔ ان کے غلام کمسن نوعمر بچے جو جسم وخوبی میں ایسے ہیں جیسے مروارید ہوں اور وہ بھی ڈبے میں بند رکھے ہوں کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو اور ابھی ابھی تازے تازے نکالے ہوں، ان کی آبداری، صفائی، چمک، دمک، روپ رنگ کا کیا پوچھنا؟ لیکن ان غلمان کے حسین چہرے انہیں بھی ماند کر دیتے ہیں اور جگہ یہ مضمون ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے ﴿يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ﴾ [3] یعنی ہمیشہ نوعمر اور کمسن رہنے والے چھوٹے بچے آبخورے آفتاب اور ایسی شراب صاف کے جام کہ جن کے پینے سے نہ درد سر ہو نہ بہکیں اور جس قسم کا میوہ یہ پسند کریں اور جس پرند کا گوشت یہ چاہیں ان کے پاس بار بار لانے کیلئے چاروں طرف کمربستہ چل رہے ہیں۔ اس دور شراب کے وقت آپس میں گھل مل کر طرح طرح کی باتیں کریں گے، دنیا کے احوال یاد آئیں گے کہیں گے ہم دنیا میں جب اپنے والوں میں تھے تو اپنے رب کے آج کے دن کے عذاب سے سخت لرزاں اور ترساں تھے۔ الحمد للہ رب نے ہم پر خاص احسان کیا اور ہمارے خوف کی چیز سے ہمیں امن دیا ہم اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتے رہے اس نے

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الوصیۃ : باب ماجا یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ (١٦٣١) مسند احمد (٣١٦/٢)]

[2] [سورۃ مدثر : آیت ٣٨-٤١]

[3] [سورۃ الواقعہ : آیت ١٧-١٨]

www.muhammadilibrary.com

ہماری دعائیں قبول فرمائیں اور ہمارا قول پورا کر دیا یقیناً وہ بہت ہی نیک سلوک اور رحم والا ہے۔

مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنتی اپنے دوستوں سے ملنا چاہے گا تو ادھر اس کے دوست کے دل میں بھی یہی خواہش پیدا ہو گی اس کا تخت اڑے گا اور راستہ میں دونوں مل جائیں گے اب اپنے تختوں پر آرام سے بیٹھے ہوئے باتیں کرنے لگیں گے دنیا کے ذکر چھیڑیں گے اور کہیں گے کہ فلاں دن فلاں جگہ ہم نے اپنی بخشش کی دعا مانگی تھی' اللہ نے اسے قبول فرمایا۔ [1]

اس حدیث کی سند کمزور ہے۔ حضرت مائی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اس آیت کی تلاوت کی تو یہ دعا پڑھی ﴿اللّٰھُمَّ مُنَّ عَلَیْنَا وَقِنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اِنَّکَ اَنْتَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ﴾ حضرت اعمش راوی حدیث سے پوچھا گیا کہ اس آیت کو پڑھ کر یہ دعا ام المومنین رضی اللہ عنہا نے نماز میں مانگی تھی؟ جواب دیا ہاں۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ
نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ
تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا
يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾

تو سمجھاتا رہ کیونکہ تو اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہے نہ دیوانہ ○ کیا کافریوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس پر زمانے کے حوادث یعنی موت کا انتظار کر رہے ہیں؟ ○ تو کہہ دے کہ منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ○ کیا ان کی عقلیں انہیں یہی سکھاتی ہیں؟ یا یہ لوگ شرارت پر ہی ہیں؟ ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے قرآن کو خود گھڑ لیا ہے واقعہ یہ ہے کہ ان میں ایمان ہی نہیں ○ اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک ہی بات یہ بھی تو لے آئیں؟ ○

کاہن کا تعارف: اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ اللہ کی رسالت اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہیں۔ ساتھ ہی بدکاروں نے جو بہتان آپ پر باندھ رکھے تھے ان سے آپ ﷺ کی صفائی کرتا ہے' کاہن اسے کہتے ہیں جس کے پاس کبھی کبھی کوئی خبر جن پہنچا دیتا ہے' تو ارشاد ہوا کہ دین حق کی تبلیغ کیجئے۔ الحمدللہ آپ ﷺ نہ تو جنات والے ہیں نہ جنون والے۔ پھر کافروں کا قول نقل فرماتا ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک شاعر ہیں انہیں کہنے دو جو کہہ رہے ہیں ان کے انتقال کے بعد ان کی سی کون کہے گا؟ ان کا یہ دین ان کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا' پھر اپنے نبی ﷺ کو اس کا جواب دینے کو فرماتا ہے کہ اچھا ادھر تم انتظار کرتے ہو ادھر میں بھی منتظر ہوں دنیا دیکھ لے گی کہ انجام کار غلبہ اور غیر فانی کامیابی کسے حاصل ہوتی ہے؟ دار الندوہ میں قریش کا مشورہ ہوا کہ محمد (ﷺ) بھی مثل شاعروں کے ایک شعر گو ہیں انہیں قید کر لو وہیں یہ ہلاک ہو جائیں گے جس طرح زہیر اور نابغہ شاعروں کا

---

[1] [ضعیف : مسند بزار (۳۵۵۳) العقیلی فی الضعفاء (۱۰۳/۲) مجمع الزوائد (۱۸۷۷۰)] اس میں سعید اور ربیع راوی ضعیف ہے۔] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

حشر ہوا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔

پھر فرماتا ہے کیا ان کی عقل انہیں یہی سمجھاتی ہے کہ باوجود جاننے کے پھر بھی تیری نسبت غلط افواہیں اڑائیں اور بہتان بازی کریں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑے سرکش گمراہ اور عناد رکھنے والے لوگ ہیں دشمنی میں آ کر واقعات سے چشم پوشی کر کے آپ کو مفت میں برا بھلا کہتے ہیں کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد (ﷺ) نے خود بنا لیا ہے؟ فی الواقع ایسا تو نہیں لیکن ان کا کفران کے منہ سے یہ غلط اور جھوٹ بات نکلوا رہا ہے اگر یہ سچے ہیں تو پھر یہ بھی مل جل کر ہی ایک ایسی بات بنا کر دکھا دیں یہ کفار قریش تو کیا؟ اگر ان کے ساتھ روئے زمین کے جنات وانس مل جائیں جب بھی اس قرآن کی نظیر سے وہ سب عاجز رہیں گے اور پورا قرآن تو بڑی چیز ہے اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی قیامت تک بنا کر نہیں لا سکتے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا
يُوْقِنُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ
يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿٣٩﴾
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾
اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾

کیا یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ ○ کیا انہوں نے ہی آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں ○ یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟ یا (ان خزانوں کے) یہ داروغہ ہیں؟ ○ یا کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے؟ جس پر چڑھ کر سن آئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ان کا سننے والا کوئی روشن دلیل پیش کرے ○ کیا اللہ کی تو سب لڑکیاں ہیں اور تمہارے ہاں لڑکے ہیں؟ ○ کیا تو ان سے کوئی اجرت طلب کرتا ہے؟ کہ یہ اس کے بوجھ سے بوجھل ہو رہے ہیں ○ کیا ان کے پاس علم غیب ہے جسے یہ لکھ لیتے ہیں؟ ○ کیا یہ لوگ کوئی فریب کرنا چاہتے ہیں؟ تو یقین کر لیں کہ فریب خوردہ جماعت کافروں کی ہے ○ کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے ○

توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا ثبوت: توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا ثبوت دیا جا رہا ہے فرماتا ہے کیا یہ بغیر موجد کے موجود ہو گئے؟ یا یہ خود اپنے موجد آپ ہی ہیں؟ دراصل دونوں باتیں نہیں بلکہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے یہ کچھ نہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کر دیا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ مغرب کی نماز میں سورۂ والطور کی تلاوت کر رہے تھے میں کان لگائے سن رہا تھا جب آپ ﴿مُصَيْطِرُوْنَ﴾ تک پہنچے تو میری یہ

www.muhammadilibrary.com

حالت ہوگئی کہ گویا میرا دل اڑا جا رہا ہے (بخاری) [1] بدری قیدیوں میں جبیر رضی اللہ عنہ ہی آئے تھے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب یہ کافر تھے قرآن پاک کی ان آیتوں کا سننا ان کے لئے اسلام کا ذریعہ بن گیا' پھر فرمایا ہے کیا آسمان و زمین پیدا کرنے والے یہ ہیں؟ یہ بھی نہیں بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ خود ان کا اور کل مخلوقات کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر بھی یہ اپنی بے یقینی سے باز نہیں آتے' پھر فرماتا ہے کیا دنیا میں تصرف ان کا ہے؟ کیا ہر چیز کے خزانوں کے مالک یہ ہیں؟ یا مخلوق کے محاسب یہ ہیں' حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ مالک و متصرف صرف اللہ عزوجل ہی ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہے کر گزرے' پھر فرماتا ہے کیا اونچے آسمانوں تک چڑھ جانے کا کوئی زینہ ان کے پاس ہے؟ اگر یوں ہے تو ان میں سے جو وہاں پہنچ کر کلام سن آتا ہے وہ اپنے اقوال و افعال کی کوئی دلیل پیش کرے لیکن نہ وہ پیش کرسکتا ہے نہ وہ کسی حقانیت کے پابند ہیں۔ یہ بھی ان کی بڑی بھاری غلطی ہے کہ کہتے ہیں فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں' کیا مزے کی بات ہے کہ اپنے لئے لڑکیاں ناپسند کریں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کریں' انہیں اگر معلوم ہو جائے ان کے ہاں لڑکی ہوئی تو غم کے مارے چہرہ سیاہ پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کو اس کی لڑکیاں بنائیں' اتنا نہیں بلکہ ان کی پرستش کریں' پس نہایت ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کیا اللہ کی لڑکیاں ہیں اور تمہارے لڑکے ہیں؟ پھر فرماتا ہے کیا تو اپنی تبلیغ پر ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتا ہے جو ان پر بھاری پڑے؟ اللہ کے نبی اللہ کا دین پہنچانے پر کسی سے کوئی اجرت نہیں مانگتے پھر انہیں یہ پہنچانا کیوں بھاری ہے؟ کیا یہ لوگ غیب داں ہیں؟ نہیں بلکہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا' کیا یہ لوگ اللہ کے دین اور رسول اللہ کی نسبت بکواس کرتے ہیں' خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو' مومنوں اور عام لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں' یاد رکھو یہی دھوکے باز دھوکے میں رہ جائیں گے اور اخروی عذاب سمیٹیں گے' پھر فرمایا کیا اللہ کے سوا ان کے اور معبود ہیں؟ اللہ کی عبادت میں بتوں کو اور دوسری چیزوں کو یہ کیوں شریک کرتے ہیں؟ اللہ تو شرک سے مبرا' شرک سے پاک اور مشرکوں کے اس فعل سے سخت بیزار ہے۔

وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَ اِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾

ع ۲

اگر یہ لوگ آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا دیکھ لیں تب بھی کہہ دیں کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے ○ تو انہیں چھوڑ دے یہاں تک کہ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : كتاب التفسير : تفسير سوره الطور (٤٨٥٤) صحيح مسلم : كتاب الصلاة : باب القراة في الصبح (٤٦٣)]

www.muhammadilibrary.com

انہیں اس دن سے سابقہ پڑے جس میں یہ بیہوش کر دیئے جائیں گے ○ جس دن انہیں ان کا مکر کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے ○ بے شک ظالموں کیلئے اس کے علاوہ اور عذاب بھی ہیں لیکن ان لوگوں میں سے اکثر بے علم ہیں ○ تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لے بیشک تجھ پر ہماری آنکھیں لگی ہوئی ہیں صبح کو جب تو اٹھے اپنے رب کی پاکی اور حمد بیان کیا کر ○ اور رات کو بھی اس کی تسبیح پڑھ اور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی ○

کفار و مشرکین کی ضد اور ہٹ دھرمی: مشرکوں اور کافروں کے عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ اپنی سرکشی ضد اور ہٹ دھرمی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اللہ کے عذاب کو محسوس کر لینے کے بعد انہیں ایمان کی توفیق نہ ہوگی۔ یہ اگر دیکھ لیں گے کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا اللہ کا عذاب بن کر ان کے سروں پر گر رہا ہے تو بھی انہیں تصدیق و یقین نہ ہوگا بلکہ صاف کہہ دیں گے کہ غلیظ ابر ہے جو پانی برسانے کو آ رہا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ [1] الخ، اگر ہم ان کیلئے آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیں اور یہ وہاں سے چڑھ جائیں تب بھی یہ تو یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے، یعنی معجزات جو یہ طلب کر رہے ہیں اگر ان کی چاہت کے مطابق دکھا دیئے جائیں بلکہ خود انہیں آسمانوں پر چڑھا دیا جائے جب بھی یہ کوئی بات بنا کر ٹال دیں گے اور ایمان نہ لائیں گے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ انہیں چھوڑ دیجئے قیامت والے دن خود انہیں معلوم ہو جائے گا، اس دن ان کی ساری فریب کاریاں دھری کی دھری رہ جائیں گی، کوئی مکاری وہاں کام نہ دے گی، چوکڑی بھول جائیں گے اور چالاکی بھول جائیں گے، آج جن جن کو یہ پکارتے ہیں اور اپنا مددگار جانتے ہیں اس دن سب کے سب منہ تکیں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی ذرا سی بھی مدد کر سکے بلکہ ان کی طرف سے کچھ عذر پیش کر سکے، یہی نہیں کہ انہیں صرف قیامت کے دن ہی عذاب ہو اور یہاں اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی گزار لیں بلکہ ان ناانصافوں کیلئے اس سے پہلے دنیا میں بھی عذاب تیار ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ [2] یعنی ہم انہیں آخرت کے بڑے عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب کا مزا چکھائیں گے تاکہ یہ رجوع کریں۔ لیکن ان میں سے اکثر بے علم ہیں نہیں جانتے کہ یہ دنیوی مصیبتوں میں بھی مبتلا ہوں گے اور اللہ کی نافرمانیاں رنگ لائیں گی۔ یہی بے علمی ہے جو انہیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ گناہ پر گناہ، ظلم پر ظلم کرتے جائیں۔ پکڑے جاتے ہیں عبرت حاصل ہوتی ہے لیکن جہاں پکڑ ہٹی یہ پھر ویسے کے ویسے سخت دل بدکار بن گئے، بعض احادیث میں ہے کہ منافق کی مثال اونٹ کی سی ہے۔ جس طرح اونٹ نہیں جانتا کہ اسے کیوں باندھا اور کیوں کھولا؟ [3] اسی طرح منافق بھی نہیں جانتا کہ کیوں بیمار کیا گیا؟

---

[1] [سورة الحجر : آیت ١٤۔١٥] [2] [سورة السجده : آیت ٢١]

[3] **[ضعیف** : ابو داؤد : کتاب الجنائز : باب امراض المکفرة للذنوب (٣٠٨٩) بغوی فی شرح السنة (١٤٤٠)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود (٦٧٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں ابو منظور راوی مجہول ہے جیسا کہ تقریب میں ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

اور کیوں تندرست کر دیا گیا؟ اثر الٰہی میں ہے کہ میں کتنی ایک تیری نافرمانیاں کروں گا اور تو مجھے سزا نہ دے گا‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے کتنی مرتبہ میں نے تجھے عافیت دی اور تجھے علم بھی نہ ہوا۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ) آپ صبر کیجئے‘ ان کی ایذاد ہی سے تنگ دل نہ ہو جائیے ان کی طرف سے کوئی خطرہ بھی دل میں نہ لائیے سنئے آپ ہماری حفاظت میں ہیں آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں‘ آپ کی نگہبانی کے ذمہ دار ہم ہیں‘ تمام دشمنوں سے آپ کو بچانا ہمارے سپرد ہے‘ پھر حکم دیتا ہے کہ جب آپ کھڑے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی پاکی اور تعریف بیان کیجئے‘ اس کا ایک مطلب یہ کیا گیا ہے کہ جب رات کو جاگیں۔ دونوں مطلب درست ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نماز کو شروع کرتے ہی آنحضرت ﷺ فرماتے ﴿ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ﴾ (صحیح مسلم) [1] یعنی اے اللہ تو پاک ہے تمام تعریفوں کا مستحق ہے تیرا نام برکتوں والا تیری بزرگی بہت بلند و بالا ہے۔ تیرے سوا معبود برحق کوئی اور نہیں۔ مسند احمد اور سنن میں بھی حضور ﷺ کا یہ کہنا مروی ہے‘ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص رات کو جاگے اور کہے ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾ پھر خواہ اپنے لیے بخشش کی دعا کرے خواہ جو چاہے طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے پھر اگر اس نے پختہ ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز بھی ادا کی تو وہ نماز قبول کی جاتی ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری شریف میں اور سنن میں بھی ہے۔ [2] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی تسبیح اور حمد کے بیان کرنے کا حکم ہر مجلس سے کھڑے ہونے کے وقت ہے‘ حضرت ابوالاحوص رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے کہ جس کسی مجلس سے اٹھنا چاہے یہ پڑھے ﴿ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ﴾ حضرت عطا بن ابورباح رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر اس مجلس میں نیکی ہوئی ہے تو وہ اور بڑھ جاتی ہے اور اگر کچھ اور ہوا ہے تو یہ کلمہ اس کا کفارہ ہو جاتا ہے‘ جامع عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو تعلیم دی کہ جب بھی کسی مجلس سے کھڑے ہو تو ﴿ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ﴾ پڑھو۔ اس کے راوی حضرت معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے بھی سنا ہے کہ یہ قول مجلس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ [3] یہ حدیث تو مرسل ہے لیکن مسند حدیثیں بھی اس بارے میں بہت سی مروی ہیں جن کی سندیں ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں‘ ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلوة : باب حجة من قال لا یجهر بالبسملة (۵۲۔ ۳۹۹)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التهجد : باب فضل من تعار من اللیل فصلی (۱۱۵۴) ابن ماجه : کتاب الدعا : باب ما یدعو به اذا انتبه من اللیل (۳۸۷۸) ترمذی : کتاب الدعوات : باب ما جاء فی الدعاء اذا انتبه من اللیل (۳۴۱۴)]

[3] [مرسل : عبدالرزاق (۱۹۷۹۶)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معضل (ضعیف کی ایک قسم) ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

وہاں کچھ بک جھک ہو اور کھڑا ہونے سے پہلے ان کلمات کو کہہ لے تو اس مجلس میں جو کچھ ہوا ہے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے (ترمذی) اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ حسن صحیح کہتے ہیں۔ [1] امام حاکم رحمہ اللہ اسے مستدرک میں روایت کر کے فرماتے ہیں اس کی سند شرط مسلم پر ہے' ہاں امام بخاری نے اس میں علت نکالی ہے' میں کہتا ہوں امام احمد' امام مسلم' امام ابو حاتم' امام ابو زرعہ' امام دار قطنی رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی اسے معلول کہا ہے اور وہم کی نسبت ابن جریج کی طرف کی ہے مگر یہ روایت ابو داؤد میں جس سند سے مروی ہے اس میں ابن جریج رحمہ اللہ ہیں ہی نہیں' اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں جس مجلس سے کھڑے ہوتے ان کلمات کو کہتے بلکہ ایک شخص نے پوچھا بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس سے پہلے تو اسے نہیں کہتے تھے؟ آپ نے فرمایا مجلس میں جو کچھ ہوا ہو یہ کلمات اس کا کفارہ ہو جاتے ہیں' یہ روایت مرسل سند سے بھی حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ واللہ اعلم' نسائی وغیرہ۔ [2] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ کلمات ایسے ہیں کہ جو انہیں کسی مجلس سے اٹھتے وقت تین مرتبہ کہہ لے اس کیلئے کفارہ ہو جاتے ہیں' مجلس خیر اور مجلس ذکر میں انہیں کہنے سے یہ مثل مہر کے ہو جاتے ہیں (ابوداؤد وغیرہ) الحمدللہ میں نے ایک علیحدہ جزو میں ان تمام احادیث کو ان کے الفاظ کو اور ان کی سندوں کو جمع کر دیا ہے' اور ان کی علتیں بھی بیان کر دی ہیں اور اس کے متعلق جو کچھ لکھنا تھا لکھ دیا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ رات کے وقت اس کی یاد اور اس کی عبادت تلاوت اور نماز کے ساتھ کرتے رہو' جیسے فرمان ہے ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ﴾ [3] الخ' رات کے وقت تہجد پڑھا کرو یہ تیرے لئے نفل ہے' ممکن ہے تیرا رب تجھے مقام محمود پر اٹھائے' ستاروں کے ڈوبتے وقت سے مراد صبح کی فرض نماز سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں کہ وہ دونوں ستاروں کے غروب ہونے کیلئے جھک جانے کے وقت پڑھی جاتی ہیں' چنانچہ ایک مرفوع حدیث میں ہے ان سنتوں کو نہ چھوڑو گو تمہیں گھوڑے کچل ڈالیں۔ [4] اسی حدیث پر نظریں رکھ کر امام احمد رحمہ اللہ کے بعض اصحاب نے تو انہیں واجب کہا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں' اس لئے کہ حدیث میں ہے دن رات میں پانچ نمازیں ہیں سننے والے نے کہا کیا مجھ پر اس کے سوا اور کچھ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل ادا کرے' [5] بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی

---

[1] [حسن : ترمذی : کتاب الدعوات : باب ما یقول اذا قام من مجلسه (٣٤٣٣) مستدرك حاكم (٧٢٠/١) صحیح ابن حبان (١٥٩٤)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [حسن صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی کفارة المجلس (٤٨٥٩) مستدرك حاكم (٥٣٧/١) نسائی فی السنن الکبری (١٠٢٦٠) مجمع الزوائد (١٤١/١)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[3] [سورة الاسراء : آیت ٧٩]

[4] [ضعیف: ابوداؤد : کتاب التطوع (١٢٥٨) مسند احمد (٤٠٥/٢) شرح معانی الآثار (٢٩٩/١)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔اس کی سند میں ابن سیلان مجہول الحال ہے۔]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب الزکاة فی الاسلام (٤٦) ، (١٨٩١) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الصلوات التی هی احد ارکان الاسلام (١٠٠) نسائی : کتاب الصلوٰة : باب کم فرضت فی الیوم واللیة (٤٥٧) ابو داؤد : کتاب الصلوٰة : باب ١ فرض الصلوٰة (٣٩١) مسند احمد (١٦٢/١)]

www.muhammadilibrary.com

نفل کی بہ نسبت صبح کی دو سنتوں کے زیادہ پابندی اور نگرانی نہ کرتے تھے' [1] صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں صبح کے فرضوں سے پہلے یہ دو سنتیں ساری دنیا سے اور جو کچھ اور اس میں ہے اس سے بہتر ہیں۔ [2] الحمدللہ سورۂ الطور کی تفسیر پوری ہوئی۔

تفسیر سورۃ النجم

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ تھا سورۂ والنجم اتری ہے۔ نبی ﷺ نے اور آپ کے آگے پیچھے جتنے تھے سب نے سجدہ کیا لیکن ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی مٹھی میں مٹی لے کر اسی پر سجدہ کیا' پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس کے بعد کفر کی حالت میں ہی مارا گیا یہ امیہ بن خلف تھا۔ [3] لیکن اس میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ دوسری روایت میں ہے کہ یہ عتبہ بن ربیعہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ إِنْ
هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾

اللہ رحیم ورحمٰن کے نام سے

قسم ہے ستاروں کی جب وہ جھکے۔ کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے ○ اور نہ اپنی نفسانی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے ○

حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں خالق تو اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھا لے لیکن مخلوق سوائے اپنے خالق کے کسی اور کی قسم نہیں کھا سکتی (ابن ابی حاتم) ستارے کے جھکنے سے مراد فجر کے وقت ثریا ستاروں کا غائب ہونا ہے۔ [4] بعض کہتے ہیں مراد زہرہ نامی ستارہ ہے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس کا جھڑ کر شیطان کی طرف لپکنا ہے۔ اس قول کی اچھی توجیہ ہو سکتی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس جملے کی تفسیر یہ ہے کہ قسم ہے قرآن کی جب وہ اترے۔ اس آیت جیسی آیت ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ﴾ الخ' [5] ہے۔ پھر جس بات پر قسم

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التہجد: باب تعاهد رکعتی الفجر ومن سماها تطوعا (۱۱۶۹) صحیح مسلم (۹۴)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرین: باب استحباب رکعتی سنة الفجر (۹۶)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب سجود القرآن: باب ما جاء فی سجود القرآن وسنتها (۱۰۶۷)۔، (۱۰۷۰)، (۳۸۵۳)، (۳۹۷۲)، (۴۸۶۳) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب سجود التلاوۃ (۱۲۹۷) ابو داؤد: کتاب سجود القرآن (۱۴۰۶) نسائی: کتاب الافتتاح: باب السجود فی النجم (۹۵۸) مسند احمد (۴۰۱/۱)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۰۳/۱۱)] [5] [سورۃ الواقعہ: آیت ۷۵۔۸۰]

www.muhammadilibrary.com

کھا رہا ہے اس کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نیکی اور رشد و ہدایت اور تابع حق ہیں وہ بے علمی کے ساتھ کسی غلط راہ لگے ہوئے یا باوجود علم کے ٹیڑھا راستہ اختیار کیے ہوئے نہیں ہیں۔ آپ ﷺ گمراہ نصرانیوں اور جان بوجھ کر خلاف حق کرنے والے یہودیوں کی طرح نہیں۔ آپ ﷺ کا علم کامل' آپ ﷺ کا عمل مطابق علم' آپ ﷺ کا راستہ سیدھا' آپ ﷺ عظیم الشان شریعت کے شارع' آپ ﷺ اعتدال والی راہ حق پر قائم۔ آپ ﷺ کا کوئی قول' کوئی فرمان' اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا بلکہ جس چیز کی تبلیغ کا آپ کو حکم الٰہی ہوتا ہے آپ اسے ہی زبان سے نکالتے ہیں جو وہاں سے کہا جائے وہی آپ کی زبان سے ادا ہوتا ہے' کمی بیشی' زیادتی نقصان سے آپ ﷺ کا کلام پاک ہوتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کی شفاعت سے جو نبی نہیں ہیں مثل دو قبیلوں کے یا دو میں سے ایک قبیلے کی گنتی کے برابر لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر اس پر ایک شخص نے کہا کیا ربیعہ مضر میں سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تو وہی کہتا ہوں جو کہتا ہوں۔ [1] مسند کی اور حدیث میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کیلئے لکھ لیا کرتا تھا پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں کبھی کبھی غصے اور غضب میں کچھ فرما دیا کرتے ہیں' چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا پھر میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے سوائے حق کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔ [2]

یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ میں بھی ہے' بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں جس امر کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔ [3] مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا۔ اس پر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضور ﷺ کبھی کبھی آپ ہم سے خوش طبعی بھی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت بھی میری زبان سے ناحق نہیں نکلتا۔ [4]

---

[1] [صحیح بطرقہ وشواھد : مسند احمد (٥/٢٥٧) طبرانی (١٦٩/٨)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبد الرحمٰن بن میسرہ کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (٣٨٤/١٠)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٢٢٩٧)]

[2] [صحیح : مسند احمد (١٩٢/٢) ابو داؤد : کتاب العلم : باب کتابة العلم (٣٦٤٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [مسند بزار (١٢١) کشف الاستار (١١٢/١) مجمع الزوائد (١٧٩/١)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں احمد بن منصور راوی ہے جو ثقہ تو ہے مگر اس میں کچھ کلام بھی ہے جو کہ نقصان دہ نہیں اور عبد اللہ صالح مختلف فیہ ہے۔]

[4] [حسن : مسند احمد (٣٤٠/٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے ○ جو زورآور ہے' وہ سیدھا کھڑا ہو گیا ○ اور وہ بلند آسمان کے کناروں پر تھا ○ پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا ○ پس دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم ○ پس اس نے خدا کے بندے کو پیغام پہنچایا جو بھی پہنچایا ○ جو دیکھا اس میں پیغمبر کے دل نے جھوٹ نہیں کہا ○ کیا تم جھگڑا کرتے ہو اس پر جو پیغمبر دیکھتے ہیں؟ ○ اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا ○ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے ○ جبکہ سدرہ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو چھا رہی تھی ○ نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی ○ یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں ○

جبرئیل علیہ السلام کا تعارف: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے معلّم حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ [1] الخ' یہ قرآن ایک بزرگ زورآور فرشتے کا قول ہے جو مالک عرش کے ہاں باعزت سب کا مانا ہوا ہے۔

وہاں معتبر ہے' یہاں بھی فرمایا وہ قوت والا ہے ﴿ذُوْ مِرَّةٍ﴾ کی ایک تفسیر تو یہی ہے' دوسری یہ ہے کہ وہ خوش شکل ہے' حدیث میں بھی "مِرَّة" کا لفظ آیا ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں صدقہ مالدار پر اور قوت والے تندرست پر حرام ہے۔ [2] پھر وہ سیدھے کھڑے ہو گئے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ اور وہ بلند آسمان کے کناروں پر تھے جہاں سے صبح چڑھتی ہے۔ جو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر دو دفعہ دیکھا ہے ایک مرتبہ آپ کی خواہش پر امین اللہ اپنی صورت میں آپ کو دکھائی دیئے' آسمانوں کے تمام کنارے ان کے جسم سے ڈھک گئے تھے۔ دوبارہ اس وقت جبکہ آپ ﷺ کو لے کر حضرت جبرائیل علیہ السلام اوپر چڑھے تھے۔ یہ مطلب ہے ﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى﴾ کا [3] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس تفسیر میں ایک ایسا قول کہا ہے جو کسی نے نہیں کہا اور خود

---

[1] [سورۃ التکویر: آیت ۱۹-۲۱]

[2] [صحیح: ابو داؤد: كتاب الزكاة: باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى (۱۶۳۴) ترمذی: كتاب الزكاة: باب ما جاء من لا تحل له الصدقة (۶۵۲) مسند احمد (۲/ ۱۶۴)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

[3] [ضعیف: شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مصرف بن عمر یامی راوی مجہول ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

انہوں نے بھی اس قول کی اضافت دوسرے کی طرف نہیں کی' ان کے فرمان کا ماحصل یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں بلند آسمانوں کے کناروں پر سیدھے کھڑے ہوئے تھے اور یہ واقعہ معراج کی رات کا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ کی اس تفسیر کی تائید کسی نے نہیں کی' گو امام صاحب رحمہ اللہ نے عربیت کی حیثیت سے اسے ثابت کیا ہے اور عربی قواعد سے یہ ثابت ہوسکتا ہے' لیکن ہے یہ واقعہ کے خلاف' اس لئے کہ یہ دیکھنا معراج سے پہلے کا ہے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تھے آپ کی طرف جبرائیل علیہ السلام اترے تھے اور قریب ہوگئے تھے اور اپنی اصلی صورت میں تھے چھ سو پر تھے' اس کے بعد دوبارہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس معراج والی رات میں دیکھا تھا۔ یہ تو دوسری مرتبہ دیکھنا تھا لیکن پہلی مرتبہ دیکھنا تو شروع رسالت کے زمانہ کے وقت کا ہے' پہلی وحی ﴿اِقْـرَاْ بِـاسْمِ﴾ الخ' کی چند آیتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوچکی تھیں پھر وحی بند ہوگئی جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا خیال بلکہ بڑا ملال تھا' یہاں تک کہ کئی دفعہ آپ کا ارادہ ہوا کہ پہاڑ پر سے گر پڑوں لیکن بروقت آسمان کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ ندا سنائی دیتی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔ [1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غم غلط ہوجاتا' دل پر سکون اور طبیعت میں قرار ہوجاتا' واپس چلے آتے۔ لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد شوق دامن گیر اور وحی الٰہی کی لذت یاد آتی تو نکل کھڑے ہوتے اور پہاڑ پر سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے اور اسی طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام تسکین وتسلی کردیا کرتے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ابطح میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوگئے چھ سو پر تھے جسامت نے آسمان کے تمام کنارے ڈھک لئے تھے' اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب آگئے اور اللہ عزوجل کی وحی پہنچائی' اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتے کی عظمت وجلالت معلوم ہوئی اور جان گئے کہ اللہ کے نزدیک یہ کس قدر بلند مرتبہ ہے۔

مسند بزار کی ایک روایت امام جریر رحمہ اللہ کے قول کی تائید میں پیش ہوسکتی ہے مگر اس کے راوی صرف حارث بن عبید ہیں' جو بصرہ کے رہنے والے شخص ہیں۔ ابوقدامہ ایادی ان کی کنیت ہے۔ مسلم میں ان سے روایتیں آئی ہیں لیکن امام ابن معین رحمہ اللہ انہیں ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں' امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہیں' امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کی حدیثیں لکھ لی جاتی ہیں' لیکن ان سے دلیل نہیں لی جاسکتی' ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بڑے وہمی تھے ان سے احتجاج درست نہیں' پس یہ حدیث صرف ان ہی کی روایت سے ہے تو علاوہ غریب ہونے کے منکر ہے اور اگر ثابت ہو بھی جائے تو ممکن ہے یہ واقعہ کسی خواب کا ہو۔ اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' میں بیٹھا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے میرے دونوں کندھوں کے درمیان زور سے ہاتھ رکھا اور مجھے کھڑا کیا' میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے جس میں پرندوں کے آشیانوں کی طرح بیٹھنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں' ایک میں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام بیٹھ گئے اور دوسرے میں میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ درخت بلند ہونے لگا یہاں تک کہ میں آسمان سے بالکل قریب پہنچ گیا' میں دائیں بائیں کروٹیں بدلتا تھا اور اگر

---

[1] [فتح الباری (۱۲/۳۶۰)]

www.muhammadilibrary.com

میں چاہتا تو ہاتھ بڑھا کر آسمان کو چھو لیتا' میں نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت ہیبت الٰہی سے مثل بوریئے کے بچھے جا رہے تھے' اس وقت میں سمجھ گیا کہ اللہ کی جلالت وقدر کے علم میں انہیں مجھ پر فضیلت ہے۔ آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ مجھ پر کھل گیا' میں نے بہت بڑا اعظیم الشان نور دیکھا اور پردے کے پاس دُرّ و یاقوت کو ہلتے اور حرکت کرتے دیکھا۔ پھر اللہ نے جو وحی فرمانی چاہی وہ فرمائی۔ [1] مسند میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے' ان کے چھ سو پر تھے' ہر ایک ایسا جس نے آسمان کے کنارے پر کر دیئے تھے ان سے زمرد' موتی اور مروارید جھڑ رہے تھے۔ اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے خواہش کی کہ میں آپ کو آپ کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے' آپ نے دعا کی تو مشرق کی طرف سے آپ کو اونچی چیز اٹھتی ہوئی اور پھیلی ہوئی نظر آئی جسے دیکھ کر آپ بیہوش ہو گئے۔ جبرائیل علیہ السلام فوراً آئے اور آپ ﷺ کو ہوش میں لائے اور آپ ﷺ کی باچھوں سے تھوک دور کیا۔ [2] ابن عساکر میں ہے کہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کی تیاریاں کرنے لگے' اس کے بیٹے نے کہا سفر میں جانے سے پہلے ذرا ایک مرتبہ محمد (ﷺ) کے اللہ کو ان کے سامنے گالیاں تو دے آؤں' چنانچہ یہ آیا اور کہا اے محمد! جو قریب ہوا اور اترا اور دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک آ گیا' میں تو اس کا منکر ہوں (چونکہ یہ نانہجار سخت بے ادب تھا اور بار بار گستاخی سے پیش آتا تھا) حضور ﷺ کی زبان سے اس کیلئے بددعا نکل گئی کہ باری تعالیٰ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مقرر کر دے' یہ جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس آیا اور ساری باتیں کہہ سنائیں تو اس نے کہا بیٹا! اب مجھے تو تیری جان کا اندیشہ ہو گیا اس کی دعا رد نہ جائے گی' اس کے بعد یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہوا' شام کی سرزمین میں ایک راہب کے عبادت خانے کے پاس پڑاؤ کیا' راہب نے ان سے کہا یہاں تو بھیڑیئے اس طرح پھرتے ہیں جیسے بکریوں کے ریوڑ' تم یہاں کیوں آئے؟ ابولہب یہ سن کر ٹھٹک گیا اور تمام قافلے والوں کو جمع کر کے کہا دیکھو میرے بڑھاپے کا حال تمہیں معلوم ہے اور تم جانتے ہو کہ میرے کیسے حقوق تم پر ہیں آج میں تم سے ایک عرض کرتا ہوں امید ہے کہ تم سب اسے قبول کرو گے' بات یہ ہے کہ مدعی نبوت نے میرے جگر گوشے کیلئے بددعا کی ہے اور مجھے اس کی جان کا خطرہ ہے' تم اپنا اسباب اس عبادت خانے کے پاس جمع کرو اور اس پر میرے پیارے بچے کو سلاؤ اور تم سب اس کے اردگرد پہرا دو' لوگوں نے اسے منظور کر لیا یہ اپنے سب جتن کر کے ہوشیار رہے کہ اچانک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھنے لگا' جب سب کے منہ سونگھ چکا اور گویا جسے تلاش کر رہا تھا اسے نہ پایا تو پچھلے پیروں ہٹ کر بہت زور سے جست کی اور ایک چھلانگ میں اس مچان پر پہنچ گیا وہاں جا کر اس کا بھی منہ سونگھا اور گویا وہی اس کا مطلوب تھا پھر تو اس نے اس کے پرخچے اڑا دیئے'

---

[1] [اسنادہ ضعیف: مسند احمد (۱/۳۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے مگر یہ روایت مختصراً صحیح سند کے ساتھ پیچھے گزر چکی ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۳۷۴۸)]

[2] [ضعیف: مسند احمد (۱/۳۲۲)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس میں ادریس بن منبہ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۸/۲۶۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۹۶۵)]

www.muhammadilibrary.com

چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا' اس وقت ابولہب کہنے لگا اس کا تو مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ محمد ﷺ کی بددعا کے بعد یہ بچ نہیں سکتا۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے قریب ہوئے اور زمین کی طرف اترے' یہاں تک کہ حضور ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام کے درمیان دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیکی ہوگئی یہاں لفظ ''اَوْ'' جس کی خبر دی جاتی ہے اس کے ثابت کرنے کیلئے آیا ہے اور اس پر جو زیادتی ہو اس کی نفی کیلئے' جیسے اور جگہ ہے' پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے پس وہ مثل پتھر کے ہیں ﴿اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً﴾ [2] بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت یعنی پتھر سے کم کسی صورت میں نہیں بلکہ اس سے بھی سختی میں بڑھے ہوئے ہیں اور فرمان ہے وہ لوگوں سے ایسا ڈرتے ہیں جیسا کہ اللہ سے ﴿اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً﴾ [3] بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور جگہ ہے' ہم نے انہیں ایک لاکھ کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ کی طرف [4] یعنی وہ ایک لاکھ سے کم تو تھے ہی نہیں بلکہ حقیقتاً وہ ایک لاکھ تھے یا اس سے زیادہ ہی زیادہ۔

پس اپنی خبر کی تحقیق ہے شک وتردّد کے لئے نہیں۔ خبر میں اللہ کی طرف سے شک کے ساتھ بیان نہیں ہوسکتا۔ یہ قریب آنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جیسے ام المومنین حضرت عائشہ' ابن مسعود' ابوذر' ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا فرمان ہے اور اس بات کی حدیثیں بھی عنقریب ہم وارد کریں گے' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا' جن میں سے ایک کا بیان اس آیت ﴿ثُمَّ دَنَا﴾ میں ہے۔ [5]

حضرت انس رضی اللہ عنہ والی معراج کی حدیث میں ہے پھر اللہ رب العزت قریب ہوا اور نیچے آیا اور اسی لئے محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اور کئی ایک غرابتیں ثابت کی ہیں اور اگر ثابت ہو جائے کہ یہ صحیح ہے تو بھی دوسرے وقت اور دوسرے واقعہ پر محمول ہوگی اس آیت کی تفسیر نہیں کہی جاسکتی۔ یہ واقعہ تو اس وقت کا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ زمین پر تھے نہ کہ معراج والی رات کا۔ کیونکہ اس کے بیان کے بعد ہی فرمایا ہے ہمارے نبی علیہ السلام نے اسے ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے پس یہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھنا تو واقعہ معراج کا ذکر ہے اور پہلی مرتبہ کا دیکھنا یہ زمین پر تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے جبرائیل کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے [6] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی ﷺ کی ابتداء نبوت کے وقت آپ ﷺ نے خواب میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا پھر آپ ﷺ اپنی ضرورت حاجت سے فارغ ہونے کیلئے نکلے تو سنا کہ کوئی آپ ﷺ کا نام لے کر آپ کو پکار رہا ہے' ہر چند دائیں بائیں دیکھا' لیکن کوئی نظر نہ آیا تین مرتبہ ایسا ہی

---

[1] [مستدرك حاكم (٥٣٩/٢) ابو نعيم فى دلائل النبوة (٣٨٩)] امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجر اسے حسن کہتے ہیں۔ [فتح البارى (٣٩/٤)]

[2] [البقره : ٧٤] [3] [النساء : ٧٧] [4] [الصافات : ١٤٧]

[5] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الايمان (٢٨٦)]

[6] [تفسير ابن جرير الطبرى (٥٠٨/١١)]

www.muhammadilibrary.com

ہوا۔ تیسری بار آپ ﷺ نے اوپر کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے دونوں پاؤں میں سے ایک کو دوسرے سمیت موڑے ہوئے آسمان کے کناروں کو روکے ہوئے ہیں' قریب تھا کہ حضور ﷺ دہشت زدہ ہو جائیں فرشتے نے کہا میں جبرائیل ہوں' میں جبرائیل ہوں ڈرو نہیں لیکن حضور ﷺ سے ضبط نہ ہو سکا' بھاگ کر لوگوں میں چلے گئے' اب جو نظریں ڈالیں تو کچھ دکھائی نہ دیا' پھر یہاں سے نکل کر باہر گئے اور آسمان کی طرف نظر ڈالی تو پھر حضرت جبرائیل اسی طرح نظر آئے آپ ﷺ پھر خوف زدہ لوگوں کے مجمع میں آ گئے تو یہاں کچھ بھی نہیں باہر نکل کر پھر جو دیکھا تو وہی سماں نظر آیا پس اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے' قاب آدھی انگلی کو بھی کہتے ہیں' اور بعض کہتے ہیں صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تھا (1) ایک اور روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام پر دو ریشمی حلے تھے۔

پھر فرمایا اس نے وحی کی' اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف وحی کی' یا یہ کہ اللہ نے اپنے بندے کی طرف جبرائیل علیہ السلام کی معرفت اپنی وحی نازل فرمائی۔ دونوں معنی صحیح ہیں' حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس وقت کی وحی ﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا﴾ (2) اور ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (3) تھی' اور حضرات سے مروی ہے کہ اس وقت یہ وحی نازل ہوئی تھی کہ نبیوں پر جنت حرام ہے جب تک آپ ﷺ اس میں نہ جائیں اور امتوں پر جنت حرام ہے جب تک کہ پہلے آپ ﷺ کی امت داخل نہ ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آپ نے اپنے دل سے اللہ کو دو دفعہ دیکھا (4) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھنے کو مطلق رکھا ہے یعنی خواہ دل کا دیکھنا ہو خواہ ظاہری آنکھوں کا' یہ ممکن ہے کہ اس مطلب کو بھی مقید پر محمول کریں یعنی آپ نے اپنے دل سے دیکھا۔ جن بعض حضرات نے کہا ہے کہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا' انہوں نے ایک غریب قول کہا ہے اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں کوئی چیز صحت کے ساتھ مروی نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا' جیسے حضرت انس' حضرت حسن رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ رحمہ اللہ ان کے اس قول میں نظر ہے' واللہ اعلم۔

ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے یہ سن کر کہا پھر یہ آیت کہاں جائے گی؟ جس میں فرمان ہے ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ (5) اسے کوئی نگاہ نہیں پا سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے' آپ نے جواب دیا کہ یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے نور کی پوری تجلی کرے ورنہ آپ نے دو دفعہ اپنے رب کو دیکھا۔ (6) یہ حدیث

---

(1) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٢٤٤٨)] اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

(2) [سورۃ الضحیٰ : آیت ٦] (3) [سورۃ انشراح : آیت ٤]

(4) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان (٢٨٦)]

(5) [سورۃ الانعام : آیت ١٠٣]

(6) [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : تفسیر سورہ النجم (٣٢٧٩)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی (٣٢٧٩)]

www.muhammadilibrary.com

غریب ہے' ترمذی کی اور روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ملاقات حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور انہیں پہچان کر ان سے ایک سوال کیا جو ان پر بہت گراں گزرا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہمیں بنو ہاشم نے یہ خبر دی ہے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ باتیں کیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ اپنا دیدار کروایا ایک مرتبہ حضرت مسروق رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟' آپ نے فرمایا تو نے تو ایسی بات کہہ دی کہ جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے' میں نے کہا مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا قرآن کریم فرماتا ہے آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں' آپ نے فرمایا کہاں جا رہے ہو؟ سنو اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دیکھنا ہے۔ جو تم سے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے کسی فرمان کو چھپا لیا یا آپ ان پانچ باتوں میں سے کوئی بات جانتے تھے یعنی قیامت کب قائم ہو گی؟ بارش کب اور کتنی برسے گی؟ ماں کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ؟ کون کل کیا کرے گا؟ کون کہاں مرے گا؟ اس نے بڑی جھوٹ بات کہی اور اللہ پر بہتان باندھا' بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا دو مرتبہ اللہ کے اس امین کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے ایک تو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ اجیاد میں' ان کے چھ سو پر تھے اور آسمان کے کل کنارے انہوں نے بھر رکھے تھے۔ [1] نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کیا تمہیں تعجب ہوتا ہے کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے تھی اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے اور دیدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے [2] صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ سراسر نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ [3] ایک روایت میں ہے میں نے نور دیکھا۔ [4] ابن ابی حاتم میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا میں نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا ہے پھر آپ نے آیت ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ﴾ الخ پڑھی۔ [5] اور روایت میں ہے میں نے اپنی ان آنکھوں سے نہیں دیکھا ہاں دل سے دو دفعہ دیکھا ہے پھر آپ نے آیت ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾ پڑھی۔ [6]

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ النجم (۳۲۷۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : نسائی فی السنن الکبری : کتاب التفسیر (۱۱۵۳۹) ابن ابی عاصم فی السنة (۱۹۲/۱) ابن خزیمه فی التوحید (۲۸۵) مستدرك حاکم (۴۶۹/۲) ابن منده (۷۶۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ظلال الجنة (۴۴۲)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب فی قوله نورانی اراه (۲۹۱)]

[4] [ایضا]

[5] [ضعیف : شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[6] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۴۵۲)] اس میں بھی موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ﴾ کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہاں آپ نے دیکھا اور پھر دیکھا' سائل نے پھر حضرت حسن رحمہ اللہ سے بھی سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس کے جلال عظمت اور چادر کبریائی کو دیکھا۔ حضور ﷺ سے ایک مرتبہ یہ جواب دینا بھی مروی ہے کہ میں نے نہر دیکھی اور نہر کے پیچھے پردہ دیکھا اور پردے کے پیچھے نور دیکھا اس کے سوا میں نے کچھ نہیں دیکھا' یہ حدیث بھی بہت غریب ہے'[1] ایک حدیث مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے اس کی سند شرط صحیح پر ہے لیکن یہ حدیث' حدیث خواب کا مختصر ٹکڑا ہے۔[2] چنانچہ مطول حدیث میں ہے کہ میرے پاس میرا رب' بہت اچھی صورت میں آج کی رات آیا (راوی کہتا ہے میرے خیال میں) خواب میں آیا اور فرمایا اے محمد ﷺ! جانتے ہو بلند مقام والے فرشتے کس مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں پس اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو بازوؤں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی' پس زمین و آسمان کی ہر چیز مجھے معلوم ہو گئی' پھر مجھ سے وہی سوال کیا میں نے کہا اب مجھے معلوم ہو گیا وہ ان نیکیوں کے بارے میں جو گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اور جو درجے بڑھاتی ہیں آپس میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں' مجھ سے حق جل وشانہ نے پوچھا' اچھا پھر تم بتاؤ کفارے کی نیکیاں کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا نمازوں کے بعد مسجدوں میں رکے رہنا' جماعت کیلئے چل کر آنا۔ جب وضو ناگوار گزرتا ہو اچھی طرح مل مل کر وضو کرنا۔ جو ایسا کرے گا وہ بھلائی کے ساتھ زندگی گزارے گا اور خیر کے ساتھ اس کا انتقال ہوگا اور گناہوں سے اس طرح الگ ہو جائے گا جیسے آج دنیا میں آیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے محمد (ﷺ) جب نماز پڑھو یہ کہو ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنَ وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً اَنْ تَقْبِضَنِیْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ﴾ یعنی یا اللہ! میں تجھ سے نیکیوں کے کرنے' برائیوں کے چھوڑنے' مسکینوں سے محبت رکھنے کی توفیق طلب کرتا ہوں تو جب اپنے بندوں کو فتنے میں ڈالنا چاہے تو مجھے فتنے میں پڑنے سے پہلے ہی اپنی طرف اٹھا لینا۔ فرمایا اور درجے بڑھانے والے اعمال یہ ہیں کھانا کھلانا' سلام پھیلانا' لوگوں کی نیند کے وقت رات کو تہجد کی نماز پڑھنا [3] اسی کی مثل روایت سورۂ ص مکی کی تفسیر کے خاتمے پر گزر چکی ہے' ابن جریر میں یہ روایت دوسری سند سے مروی ہے جس میں غربت والی زیادتی اور بھی بہت سی ہے' اس میں کفارے کے بیان میں ہے کہ جمعہ کی نماز کیلئے پیدل چلنے کے قدم' ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار' میں نے کہا یا اللہ! تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا اور یہ کیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا اور تیرا بوجھ ہٹا نہیں دیا؟ اور فلاں اور فلاں احسان تیرے اوپر نہیں کئے؟ اور

---

[1] [ضعیف و مرسل : تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲/ ۲۰۸)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (۱/ ۲۸۵)] شیخ احمد شاکرؒ اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [التعلیق علی المسند، التعلیق علی کتاب السنة لابن ابی عاصم (۳۸۸)]

[3] [صحیح : مسند احمد (۱/ ۳۶۸)] شیخ احمد شاکرؒ اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [التعلیق علی المسند، التعلیق علی کتاب السنة لابن ابی عاصم (۳۸۸)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

دیگر ایسے ایسے احسان بتائے کہ تمہارے سامنے ان کے بیان کی مجھے اجازت نہیں۔ اسی کا بیان ان آیتوں ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی﴾ الخ، میں ہے، پس اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کا نور میرے دل میں پیدا کر دیا اور میں نے اللہ کو اپنے دل سے دیکھا۔ [1] اس کی سند ضعیف ہے۔ اور عتبہ بن ابولہب کا یہ کہنا کہ میں اس قریب آنے اور نزدیک ہونے والے کو نہیں مانتا اور پھر حضور ﷺ کا اس کیلئے بددعا کرنا اور شیر کا پھاڑ کھانا بیان ہو چکا ہے یہ واقعہ زرقا میں یا سراۃ میں ہوا تھا اور آنحضرت ﷺ نے پیشینگوئی فرما دی تھی کہ یہ اس طرح ہلاک ہوگا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دوبارہ دیکھنا بیان ہو رہا ہے جو معراج والی رات کا واقعہ ہے۔ معراج کی حدیثیں نہایت تفصیل کے ساتھ سورۂ سبحان کی شروع آیت کی تفسیر میں گزر چکی ہیں، جن کے دوبارہ وارد کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔

یہ بھی بیان گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما معراج والی رات دیدار باری تعالیٰ کے ہونے کے قائل ہیں، ایک جماعت سلف وخلف کا قول بھی یہی ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہت سی جماعتیں اس کے خلاف ہیں۔ اسی طرح تابعین اور دوسرے بھی اس کے خلاف ہیں۔ حضور ﷺ کا جبرائیل علیہ السلام کو پروں سمیت دیکھنا اس قسم کی روایتیں اوپر گزر چکی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت مسروق رحمہ اللہ کا پوچھنا اور آپ کا جواب بھی ابھی بیان ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس جواب کے بعد آیت ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ کی تلاوت کی اور ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ﴾ کی بھی تلاوت فرمائی، یعنی کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے، کسی انسان سے اللہ کا کلام کرنا ممکن نہیں، ہاں وحی سے یا پردے کے پیچھے سے ہو تو اور بات ہے، پھر فرمایا جو تم سے کہے کہ آنحضرت ﷺ کو کل کی بات کا علم تھا اس نے غلط اور جھوٹ کہا پھر آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ آخر تک پڑھی۔ اور فرمایا جو کہے کہ حضور ﷺ نے اللہ کی کسی بات کو چھپا لیا اس نے بھی جھوٹ کہا اور تہمت باندھی پھر آیت ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ پڑھی یعنی اے رسول! جو تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو۔ ہاں آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔ [2] مسند احمد میں ہے کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سورۂ نجم کی آیت ﴿بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ﴾ اور ﴿نَزْلَةً أُخْرٰى﴾ پڑھیں اس کے جواب میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس امت میں سے سب سے پہلے ان آیتوں کے متعلق خود نبی ﷺ سے میں نے سوال کیا تھا آپ نے فرمایا اس سے مراد میرا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا ہے، آپ نے صرف دو دفعہ اس اللہ کے امین کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ آسمان سے زمین پر آتے ہوئے اس وقت تمام خلاء ان کے جسم سے پر تھا یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے۔ [3] مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ نے

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۴۶۳)] اس میں سعید زربی کو اہل علم ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: مسند احمد (۶/۴۹)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ النجم (۴۸۵۵) صحیح مسلم: کتاب الایمان (۲۸۷) مسند احمد (۶/۲۴۱)]

www.muhammadilibrary.com

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے ایک بات تو ضرور پوچھتا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا پوچھتے؟ کہا یہ کہ کیا آپ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سوال تو خود میں نے رسالت مآب سے کیا تھا آپ نے جواب دیا کہ میں نے اسے نور دیکھا وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ؟۔ [1] صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث دو سندوں سے مروی ہے دونوں کے الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے۔ [2] حضرت امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس حدیث کی کیا توجیہ کروں دل اس پر مطمئن نہیں' ابن ابی حاتم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے دیدار کیا ہے آنکھوں سے نہیں' امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عبداللہ بن شفیق رحمہ اللہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے اور امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ممکن ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ سوال معراج کے واقعہ سے پہلے کا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ جواب دیا ہو اگر یہ سوال معراج کے بعد کیا جاتا تو ضرور آپ اس کے جواب میں ہاں فرماتے انکار نہ کرتے۔ لیکن یہ قول سرتا پا ضعیف ہے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوال تو قطعاً معراج کے بعد تھا لیکن آپ کا جواب اس وقت بھی انکار ہی میں رہا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان سے خطاب ان کی عقل کے مطابق کیا گیا' یا یہ کہ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ چنانچہ ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں یہی لکھا ہے تو دراصل یہ محض خطا ہے اور بالکل غلط ہے۔ واللہ اعلم

حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دل سے تو دیکھا ہے لیکن اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ پر اس وقت فرشتے بکثرت تھے اور نور ربانی اس پر جگمگا رہا تھا اور قسم قسم کے رنگ جنہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں معراج والی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے زمین سے جو چیزیں چڑھتی ہیں وہ یہیں تک چڑھتی ہیں پھر یہاں سے اٹھا لی جاتی ہیں اسی طرح جو چیزیں اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں یہیں تک پہنچتی ہیں پھر یہاں سے پہنچائی جاتی ہیں اس وقت اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں لدی ہوئی تھیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں تین چیزیں عطا کی گئیں پانچوں وقت کی نمازیں' سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں اور آپ کی امت میں سے جو مشرک نہ ہو اس کے گناہوں کی بخشش (مسلم) [3]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یا کسی اور صحابی سے روایت ہے کہ جس طرح کوے کسی درخت کو گھیر لیتے ہیں اسی طرح اس وقت سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتے چھا رہے تھے وہاں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ جو مانگنا ہو مانگو۔ [4] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس درخت کی شاخیں مروارید' یاقوت اور زبرجد کی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا اور اپنے دل کی آنکھوں سے اللہ کی بھی زیارت کی۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ آپ نے

---

[1] [**صحیح**: مسند احمد (١٤٧/٥)]

[2] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الایمان (٢٩١-١٨٧)]

[3] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الایمان (٢٧٩-١٧٣) مسند احمد (٣٨٧/١)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٢٥٢٤)]

www.muhammadilibrary.com

سدرہ پر کیا دیکھا؟ آپ نے فرمایا اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھانکے ہوئے تھیں اور ہر ایک پتے پر ایک ایک فرشتہ کھڑا ہوا اللہ کی تسبیح کر رہا تھا۔ (1) آپ کی نگاہیں بائیں دائیں نہیں ہوئیں' جس چیز کے دیکھنے کا حکم تھا وہیں لگی رہیں۔ ثابت قدمی اور کامل اطاعت کی پوری دلیل ہے کہ جو حکم تھا وہی بجالائے جو دیئے گئے وہی لے کر خوش ہوئے۔ اسی کو ایک ناظم نے تعریفاً کہا ہے۔ آپ نے اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں جیسے اور جگہ ہے ﴿لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى﴾ (2) اس لئے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ جو ہماری قابل قدرت اور زبردست عظمت پر دلیل بن جائیں۔ ان دونوں آیتوں کو دلیل بنا کر اہل سنت کا مذہب ہے کہ حضور ﷺ نے اس رات اللہ کا دیدار اپنی آنکھوں سے نہیں کیا کیونکہ ارشاد باری ہے کہ آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں' اگر خود اللہ کا دیدار ہوا ہوتا تو اسی دیدار کا ذکر ہوتا اور لوگوں پر اسے ظاہر کیا جاتا' ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خواہش پر دوسری دفعہ آسمان پر چڑھتے وقت جبرائیل علیہ السلام کو آپ نے ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کو خبر دی اپنی اصلی صورت میں عود کر گئے اور سجدہ کیا' پس سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوبارہ دیکھنے سے انہی کا دیکھنا مراد ہے' یہ روایت مسند احمد میں ہے اور غریب ہے۔ (3)

أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿19﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ﴿20﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى ﴿21﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزٰى ﴿22﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿23﴾ أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿24﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْأُولٰى ﴿25﴾ وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضٰى ﴿26﴾

کیا پس تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا اور مناۃ تیسرے پچھلے کو ○ کیا تمہارے لئے لڑکے اور خدا کیلئے لڑکیاں؟ ○ یہ تو اب بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے ○ دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ان کیلئے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری' یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں' یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے ○ کیا ہر شخص جو آرزو کرے اسے میسر ہے؟ ○ اللہ ہی کے ہاتھ ہے یہ جہاں اور وہ جہاں ○ بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کیلئے چاہے اجازت دے دے ○

---

(1) [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۵۱۹)] (2) [سورة طه : آیت ۲۳]

(3) [ضعیف : مسند احمد (۱/ ۴۰۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۳۸٦٤)]

www.muhammadilibrary.com

تمہارے لیے بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ مشرکین کو ڈانٹ رہا ہے کہ وہ بتوں کی اور اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں' اور جس طرح خلیل اللہ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے بیت اللہ بنایا ہے یہ لوگ اپنے اپنے معبودان باطل کے پرستش کدے بنا رہے ہیں۔ لات ایک سفید پتھر منقش تھا' جس پر قبہ بنا رکھا تھا غلاف چڑھائے جاتے تھے' مجاور' محافظ اور جاروب کش مقرر تھے' اس کے آس پاس کی جگہ مثل حرم کی حرمت و بزرگی والی جانتے تھے' اہل طائف کا یہ بت کدہ تھا' قبیلہ ثقیف اس کا پجاری اور اس کا متولی تھا۔ قریش کے سوا باقی اور سب پر یہ لوگ اپنا فخر جتایا کرتے تھے۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان لوگوں نے لفظ اللہ سے لفظ لات بنایا تھا [1] گویا اس کا مؤنث بنایا تھا اللہ کی ذات تمام شریکوں سے پاک ہے' ایک قراءت میں لفظ لات' تا کی تشدید کے ساتھ ہے یعنی گھولنے والا اسے لات اس معنی میں اس لئے کہتے تھے کہ یہ ایک نیک شخص تھا موسم حج میں حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلاتا تھا اس کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی رفتہ رفتہ اس کی عبادت کرنے لگے اسی طرح لفظ عزیٰ لفظ عزیز سے لیا گیا' مکے اور طائف کے درمیان نخلہ میں یہ ایک درخت تھا' اس پر قبہ بنا ہوا تھا' چادریں چڑھی ہوئی تھیں قریش اس کی عظمت کرتے تھے' ابوسفیان نے احد والے دن بھی کہا تھا' ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا نہیں' اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلوایا' اللہ ہمارا والی ہے اور تمہارا والی کوئی نہیں۔ [2]

صحیح بخاری میں ہے جو شخص لات عزیٰ کی قسم کھا بیٹھا' اسے چاہیے فوراً لا الہ الا اللہ کہہ لے اور جو اپنے ساتھی سے کہہ دے کہ آ جوا کھیلیں' اسے صدقہ کرنا چاہیے [3] مطلب یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں چونکہ اس کی قسم کھالی جاتی تھی تو اب اسلام کے بعد اگر کسی کی زبان سے اگلی عادت کے موافق یہ الفاظ نکل جائیں تو اسے کلمہ پڑھ لینا چاہیے' حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اسی طرح لات وعزیٰ کی قسم کھا بیٹھے جس پر لوگوں نے انہیں متنبہ کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے آپ نے فرمایا ﴿ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ پڑھ لو اور تین مرتبہ ﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ﴾ پڑھ کر اپنی بائیں جانب تھوک دو اور آئندہ سے ایسا نہ کرنا۔ [4] مکے اور مدینے کے درمیان قدید کے پاس مشلل میں مناۃ تھا۔ قبیلہ خزاعہ' اوس اور خزرج جاہلیت میں اس کی بہت عظمت کرتے تھے یہیں سے احرام باندھ کر وہ حج کعبہ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۵۲۰)]

[2] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الجهاد والسیر : باب ما یکره من التنازع والاختلاف (۳۰۳۹)]

[3] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب افراء یتم اللات والعزی (۴۸۶۰)، (۶۱۰۷)، (۶۶۵۰) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب من حلف باللات والعزی فلیقل لا اله الا الله (۴۲۳۶) ابن ماجه : کتاب الکفارات (۲۰۹۶) ترمذی : کتاب النذور والایمان (۱۵۴۵) نسائی : کتاب الایمان والنذور (۳۷۸۴)]

[4] [**ضعیف** : ابن ماجه : کتاب الفکار : باب النهی ان یحلف بغیر الله (۲۰۹۷) نسائی : کتاب الایمان والنذور : باب الحلف باللات والعزی (۳۷۸۵) مسند احمد (۱/۱۸۳)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه]

www.muhammadilibrary.com

کیلئے جاتے تھے۔ ① اسی طرح ان تین کے علاوہ اور بھی بہت سے بت اور تھان تھے جن کی عرب لوگ پرستش کرتے تھے اور بے حد تعظیم وتکریم کرتے تھے لیکن چونکہ ان تین کی شہرت بہت زیادہ تھی اس لئے یہاں صرف ان تین کا ہی بیان فرمایا۔ ان مقامات کا یہ لوگ طواف بھی کرتے تھے قربانیوں کے جانور وہاں لے جاتے تھے ان کے نام پر جانور چڑھائے جاتے تھے باوجود اس کے یہ سب لوگ کعبہ کی حرمت وعظمت کے قائل تھے اسے مسجد ابراہیم مانتے تھے اور اس کی خاطر خواہ توقیر کرتے تھے۔ سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ قریش اور بنو کنانہ عزیٰ کے پجاری تھے جو نخلہ میں تھا۔ اس کا نگہبان اور متولی قبیلہ بنو شیبان تھا جو قبیلہ بنو سلیم کی شاخ تھا' اور بنو ہاشم کے ساتھ ان کا بھائی چارہ تھا۔ ② اس بت کے توڑنے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا جنہوں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہتے جاتے تھے۔

يَا عُزّٰى كُفْرَانَكِ لَا سُبْحَانَكِ ۔۔۔ اِنِّىْ رَاَيْتُ اللّٰهَ قَدْ اَهَانَكِ

اے عزیٰ! میں تیرا منکر ہوں' تیری پاکی بیان کرنے والا نہیں ہوں میرا ایمان ہے کہ تیری عزت کو اللہ نے خاک میں ملا دیا۔ یہ ببول کے تین درختوں پر تھا جو کاٹ ڈالے گئے اور قبہ ڈھا دیا اور واپس آ کر حضور ﷺ کو اطلاع دی' آپ نے فرمایا تم نے کچھ نہیں کیا لوٹ کر پھر دوبارہ جاؤ' حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دوبارہ جانے پر وہاں کے محافظ اور خدام نے بڑے بڑے مکر وفریب کئے اور خوب غل مچا مچا کر ''یا عزیٰ یا عزیٰ'' کے نعرے لگائے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ننگی عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے آپ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا اور واپس آ کر حضور ﷺ کو خبر دی آپ نے فرمایا یہی عزیٰ تھی۔ ③ لات قبیلہ ثقیف کا بت تھا جو طائف میں تھا اس کی تولیت اور مجاورت بنو معتب میں تھی' یہاں اس کے ڈھانے کیلئے نبی ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا' جنہوں نے اسے معدوم کر کے اس کی جگہ مسجد بنا دی۔ مناۃ اوس وخزرج اور اس کے ہم خیال لوگوں کا بت تھا یہ مشلل کی طرف سمندر کے کنارے قدید میں تھا' یہاں بھی حضور ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور آپ نے اس کے ریزے ریزے کر دیئے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں یہ کفرستان فنا ہوا۔

ذوالخلصہ نامی بت خانہ دوس اور خثعم اور بجیلہ کا تھا اور جو لوگ اس کے ہم وطن تھے یہ تبالہ میں تھا اور اسے لوگ کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور مکہ کے کعبہ کو کعبہ شامیہ کہتے تھے' یہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے فنا ہوا۔ فلس نامی بت خانہ قبیلہ طے اور ان کے آس پاس کے عربوں کا تھا' یہ جبل طے میں سلمیٰ اور اجا

---

① [صحيح : صحيح بخاري : كتاب التفسير : تفسير سورة النجم (٤٨٦١)]

② [سيرة ابن هشام (٨٣/١)]

③ [حسن : مسند ابو يعلى (٩٠٢) نسائي في التفسير (٥٦٧) بيهقي (٧٧/٥)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

کے درمیان تھا' اس کے توڑنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ مامور ہوئے تھے' آپ نے اسے توڑ دیا اور یہاں سے دو تلواریں لے گئے تھے ایک رسوب دوسری مخزم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں تلواریں انہی کو دیں تھی۔ قبیلہ حمیر اور اہل یمن نے اپنا بت خانہ صنعاء میں ریام نامی بنا رکھا تھا مذکور ہے کہ اس میں ایک سیاہ کتا تھا اور وہ دو حمیری جو تبع کے ساتھ نکلے تھے انہوں نے اسے نکال کر قتل کر دیا اور اس بت خانہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور رضا نامی بت کدہ بنو ربیعہ کعب بن سعد کا تھا اس کو مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن سعد نے اسلام میں ڈھایا۔

ابن ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی عمر تین سو تیس سال کی ہوئی تھی جس کا بیان انہوں نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ ذوالکعبات نامی صنم کدہ بکر' تغلب اور ایاد قبیلے کا سنداد میں تھا۔ پھر فرماتا ہے کہ تمہارے لئے لڑکے ہوں اور اللہ کے لئے لڑکیاں؟ کیونکہ مشرکین اپنے زعم باطل میں فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم آپس میں تقسیم کرو اور کسی کو صرف لڑکیاں اور کسی کو صرف لڑکے دو تو وہ بھی راضی نہ ہوگا اور یہ تقسیم نا منصفی کی سمجھی جائے گی چہ جائیکہ تم اللہ کیلئے لڑکیاں ثابت کرو اور خود تم اپنے لئے لڑکے پسند کرو۔ پھر فرماتا ہے ان کو تم نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے مضبوط ٹھہرا کر جو چاہا نام گھڑ لیا ہے' ورنہ نہ وہ معبود ہیں نہ کسی ایسے پاک نام کے مستحق ہیں خود یہ لوگ بھی ان کی پوجا پاٹ پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے صرف اپنے بڑوں پر حسن ظن رکھ کر جو انہوں نے کیا تھا یہ بھی کر رہے ہیں مکھی پر مکھی مارتے چلے جاتے ہیں۔ مصیبت تو یہ ہے کہ دلیل آ جانے' اللہ کی باتیں واضح ہو جانے کے باوجود بھی باپ دادا کی غلط راہ کو نہیں چھوڑتے۔ پھر فرماتا ہے کیا ہر انسان کی ہر تمنا خواہ مخواہ پوری ہو ہی جاتی ہے؟ جو کہے میں حق پر ہوں تو کیا وہ حق پر ہو ہی گیا؟ تم گو دعوے لمبے چوڑے کرو لیکن دعوؤں سے مراد اور مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمنا کرتے وقت سوچ لیا کرو کہ کیا تمنا کرتے ہو؟ تمہیں نہیں معلوم کہ اس تمنا پر تمہارے لئے کیا لکھا جائے گا؟ [1] تمام امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے دنیا اور آخرت میں تصرف اسی کا ہے اس نے جو چاہا ہو رہا ہے اور جو چاہے گا ہوگا۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بڑے سے بڑا فرشتہ بھی کسی کیلئے سفارش کا لفظ بھی نہیں نکال سکتا۔ جیسے فرمایا ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ﴾ [2] الخ' کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ اس کے فرمان کے بغیر کسی کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے سکتی۔ پس جبکہ بڑے بڑے قریبی فرشتوں کا یہ حال ہے تو پھر اے ناواقفو! تمہارے یہ بت اور تھان کیا نفع پہنچا دیں گے؟ ان کی پرستش سے اللہ روک رہا ہے' تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کل آسمانی کتابیں اللہ کے سوا اوروں کی عبادت سے روکنا اپنا عظیم الشان مقصد بتاتی ہیں' پھر تم ان کو اپنا سفارشی سمجھ رہے ہو کس قدر غلط راہ ہے۔

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲/۳۵۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (۲۲۵۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عمر بن ابی سلمہ راوی ہے اسے امام شعبہ رحمہ اللہ اور امام یحییٰ نے ضعیف کہا ہے اور امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قابل حجت نہیں اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے غیر قوی کہا ہے۔]

[2] [سورۃ البقرہ : آیت ۲۵۵]

www.muhammadilibrary.com

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنثَىٰ ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿٢٨﴾ فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿٣٠﴾

بیشک جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کا زنانہ نام مقرر کرتے ہیں○ حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں' وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں' اور بیشک وہم وگمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا○ تو اس سے منہ موڑ لے جو ہماری یاد سے منہ موڑ لے اور جن کا ارادہ بجز زندگانی دنیا اور کچھ نہ ہو○ یہی ان کے علم کی انتہا ہے' تیرا رب اس سے خوب واقف ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور وہ ہی خوب واقف ہے اس سے بھی جو راہ یافتہ ہو گیا○

مشرکین کے قول کی تردید: اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس قول کی تردید فرماتا ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ ﴾ [1] الخ' یعنی اللہ کے مقبول بندوں اور فرشتوں کو انہوں نے اللہ کی لڑکیاں ٹھہرا دیا ہے کیا ان کی پیدائش کے وقت یہ موجود تھے؟ ان کی شہادت لکھی جائے گی اور ان سے پرسش کی جائے گی۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کے زنانہ نام رکھتے ہیں جو ان کی بے علمی کا نتیجہ ہے' محض جھوٹ' کھلا بہتان' بلکہ صریح شرک ہے' یہ صرف ان کی اٹکل ہے اور ظاہر ہے کہ اٹکل پچو باتیں حق کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ حدیث شریف میں ہے گمان سے بچو گمان بدترین جھوٹ ہے [2] پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ حق سے اعراض کرنے والوں سے آپ بھی اعراض کر لیں' ان کا مطمع نظر صرف دنیا کی زندگی ہے اور جس کی غایت یہ سفلی دنیا ہو اس کا انجام کبھی نیک نہیں ہوتا' ان کے علم کی غایت بھی یہی ہے کہ دنیا طلبی اور کوشش دنیا میں ہر وقت منہمک رہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہ ہو اور دنیا اس کا مال ہے جو آخرت میں کنگال ہو اسے جمع کرنے کی دھن میں وہ رہتا ہے [3] ایک منقول دعا میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ بھی آئے ہیں ﴿ اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا ﴾ پروردگار! تو ہماری اہم تر کوشش اور مطمع نظر اور مقصد معلومات صرف دنیا ہی کو نہ کر۔ [4] پھر فرماتا ہے کہ جمیع مخلوقات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اپنے بندوں

---

[1] [سورۃ الزخرف : آیت ١٩]

[2] [صحیح : صحیح بخاری کتاب الادب (٦٠٦٦) صحیح مسلم : کتاب البر (٢٨) مسند احمد (٢/٢٤٥)]

[3] [ضعیف : مسند احمد (٦/٧١)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعیفة (١٩٣٣)]

[4] [حسن : ترمذی : کتاب الدعوات : باب الدعاء حین یقوم من مجلسه (٣٥٠٢)] شیخ البانی ؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی (٢٧٨٨) المشکاۃ (٢٤٩٢)]

www.muhammadilibrary.com

کی مصلحتوں سے صحیح طور پر وہی واقف ہے جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے ضلالت دے سب کچھ اس کی قدرت علم اور حکمت سے ہو رہا ہے وہ عادل ہے اپنی شریعت میں اور انداز مقرر کرنے میں ظلم و بے انصافی نہیں کرتا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ
الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿٣١﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ
اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ
فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿٣٢﴾

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ تعالیٰ بدکاروں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اور نیک کاروں کو اچھا بدلہ عنائت فرمائے گا ○ ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی سوائے کسی چھوٹے سے گناہ کے بیشک تیرا رب بہت کشادہ مغفرت والا ہے' وہ تمہیں بخوبی جانتا ہے جبکہ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جبکہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے' پس تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو وہی پرہیز گار کو خوب جانتا ہے ○

اچھائی کا بدلہ اچھا اور برائی کا بدلہ برا: مالک آسمان وزمین' بے پرواہ' مطلق' شہنشاہ' حقیقی' عادل' خالق' حق وحق کار اللہ تعالیٰ ہی ہے' ہر کسی کو اس کے اعمال کا بدلہ دینے والا نیکی پر نیک جزا اور بدی پر بری سزا وہی دے گا' اس کے نزدیک بھلے لوگ وہ ہیں جو اس کی حرام کردہ چیزوں اور کاموں سے' بڑے بڑے گناہوں اور بدکاریوں و نالائقیوں سے الگ رہیں' ان سے بتقاضائے بشریت اگر کبھی کوئی چھوٹا سا گناہ سرزد ہو بھی جائے تو پروردگار پردہ پوشی کرتا ہے اور معاف فرما دیتا ہے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ﴾ [1] الخ' اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے پاکدامن رہے جن سے تمہیں روک دیا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیاں معاف فرما دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ یعنی جنت میں داخل کر دیں گے۔

یہاں بھی فرمایا مگر چھوٹی چھوٹی لغزشیں اور انسانیت کی کمزوریاں معاف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں **لمم** کی تفسیر میرے خیال میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ اس حدیث سے زیادہ اچھی کوئی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ یقیناً پا کر ہی رہے گا' آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے' زبان کا زنا بولنا ہے دل امنگ اور آرزو کرتا ہے' شرمگاہ خواہ اسے سچا کر دکھائے یا جھوٹا (بخاری ومسلم) [2] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنکھوں کا زنا نظر کرنا ہے اور ہونٹوں کا زنا بوسہ لینا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور پیروں کا زنا چلنا ہے اور شرمگاہ اسے سچا کرتی ہے یا جھوٹا کر دیتی ہے یعنی اگر شرمگاہ کو نہ روک سکا اور

---

[1] [سورہ النسآء: آیت ۳۱]

[2] [صحیح: مسند احمد (۲/۲۷۶۔ ۳۴۳) صحیح بخاری: کتاب الاستیذان: باب زنا الجوارح دون الفرج (۶۲۴۳) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنیٰ (۲۶۵۷)]

www.muhammadilibrary.com

بدکاری کر بیٹھا تو سب اعضاء کا زنا ثابت اور اگر اپنے اس عضو کو روک لیا تو وہ سب لمم [1] میں داخل ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لمم) بوسہ لینا' چھیڑنا اور مس کرنا ہے اور جب شرمگاہیں مل گئیں تو غسل واجب ہو گیا اور زنا کاری کا گناہ ثابت ہو گیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملہ کی تفسیر یہی مروی ہے یعنی جو پہلے گزر چکا' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں گناہ سے آلودگی ہو پھر چھوڑ دے تو لمم میں داخل ہے' [2] شاعر کہتا ہے ؎

اِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَاَیُّ عَبْدٍ لَّكَ مَا اَلَمَّا

اے اللہ جبکہ تو معاف فرماتا ہے تو سب کچھ ہی معاف فرمادے ورنہ یوں آلودہ عصیاں تو ہر انسان ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل جاہلیت اپنے طواف میں عموماً اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔ ابن جریر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شعر کو پڑھنا بھی مروی ہے' ترمذی میں بھی یہ مروی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں' [3] بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں اس کی اور سند معلوم نہیں صرف اسی سند سے مرفوعاً مروی ہے' ابن ابی حاتم اور بغوی نے بھی اسے نقل کیا ہے' بغوی نے اسے سورۂ تنزیل میں روایت کیا ہے لیکن اس مرفوع کی صحت میں نظر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مراد یہ ہے کہ زنا سے نزدیکی ہونے کے بعد توبہ کرے اور پھر نہ لوٹے' چوری کے قریب ہو جانے کے بعد چوری نہ کرے اور توبہ کر کے لوٹ آیا اسی طرح شراب پینے کے قریب ہو کر شراب نہ پی اور توبہ کر کے لوٹ گیا یہ سب المام ہیں جو ایک مومن کو معاف ہیں' حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہی مروی ہے' [4] ایک روایت میں ہے صحابہ رضی اللہ عنہم سے عموماً اس کا مروی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اس سے شرک کے علاوہ گناہ ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دو حدوں کے درمیان حد زنا اور عذاب آخرت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر وہ چیز جو دو حدوں کے درمیان حد دنیا اور حد آخرت نمازیں اس کا کفارہ بن جاتی ہیں اور وہ ہر واجب کر دینے والی سے کم ہے حد دنیا تو وہ ہے جو کسی گناہ پر اللہ نے دنیوی سزا مقرر کر دی ہے اور اس کی سزا دنیا میں مقرر نہیں کی۔ تیرے رب کی بخشش بہت وسیع ہے' جس نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے اور تمام گناہوں پر اس کا احاطہ ہے' جیسے فرمان ہے ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا﴾ [5] الخ' اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جان پر اسراف کیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بڑی بخشش والا اور بڑے رحم والا ہے۔ پھر فرمایا وہ تمہیں دیکھنے والا اور تمہارے ہر حال کا علم رکھنے والا اور تمہارے ہر کلام سننے والا اور تمہارے تمام تر اعمال سے واقف ہے جبکہ اس نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا اور ان کی پیٹھ سے ان کی اولاد نکالی جو چیونٹیوں کی طرح پھیل گئی پھر ان کی تقسیم کر کے دو گروہ بنا دیئے ایک جنت کیلئے اور ایک جہنم کیلئے اور جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں بچے تھے اس کے مقرر کردہ فرشتے نے روزی' عمر' عمل' نیکی'

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۵۱۶)] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۵۲۸)]

[3] **صحیح**: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ النجم (۳۲۸۴) مستدرك حاکم (۲/۴۶۹)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۵۶۹)] [5] [سورۃ الزمر: آیت ۵۳]

www.muhammadilibrary.com

بدی لکھ لی' بہت سے بچے پیٹ ہی سے گر جاتے ہیں بہت سے دودھ پینے کی حالت میں فوت ہو جاتے ہیں بہت سے دودھ چھٹنے کے بعد بلوغت سے پہلے ہی چل بستے ہیں بہت سے عین جوانی میں دار دنیا خالی کر جاتے ہیں' اب جبکہ ہم ان تمام منازل کو طے کر چکے اور بڑھاپے میں آ گئے' جس کے بعد کوئی منزل موت کے سوا نہیں اب بھی اگر ہم نہ سنبھلیں تو ہم سے بڑھ کر غافل کون ہے؟ خبردار! تم اپنے نفس کو پاک نہ کہو اپنے نیک اعمال کی تعریف کرنے نہ بیٹھ جاؤ اپنے آپ سراہنے نہ لگ جاؤ' جس کے دل میں رب کا ڈر ہے اسے رب ہی خوب جانتا ہے۔

اور آیت میں ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾ [1] کیا تو نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو اپنے نفس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ یہ اللہ کے ہاتھ ہے جسے وہ چاہے برتر اعلیٰ اور پاک صاف کر دے کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہو گا۔ محمد بن عمرو بن عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنی لڑکی کا نام برہ رکھا تو مجھ سے حضرت زینب بنت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام سے منع فرمایا ہے خود میرا نام بھی برہ تھا جس پر آپ نے فرمایا تم خود اپنی برتری اور پاکی آپ نہ بیان کرو تم میں سے نیکی والوں کا علم پورے طور پر اللہ ہی کو ہے لوگوں نے کہا پھر اس کا کیا نام رکھیں؟ فرمایا زینب رکھو [2] مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے ایک شخص کی بہت تعریفیں بیان کیں آپ نے فرمایا افسوس! تو نے اس کی گردن ماری' کئی مرتبہ یہی فرما کر ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی تعریف ہی کرنی ہو تو یوں کہو میرا گمان فلاں کے بارے ایسا ہے حقیقی علم اللہ ہی کو ہے پھر اپنی معلومات بیان کرو خود کسی کی پاکیزگیاں بیان کرنے نہ بیٹھ جاؤ [3] ابوداؤد اور مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی تعریفیں بیان کرنی شروع کر دیں اس پر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اس کے منہ میں مٹی بھرنے لگے اور فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تعریفیں کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھر دیں۔ [4]

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾
اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ
يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾

[1] [سورۃ النساء : آیت ٤٩]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الاداب : باب استحباب تغیر الاسم القبیح الی حسن (٢١٤٢)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشہادات : باب اذا زکی رجل رجلا کفاہ (٢٦٦٢)، (٦٠٦١) صحیح مسلم : کتاب الزھد والرقائق : باب النھی عن المدح اذا کان فیہ افراط (٤٧٢٦) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی کراھیۃ التمادح (٤٨٠٥) ابن ماجہ : کتاب الادب : باب المدح (٣٧٤٤) مسند احمد (٤١/٥)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزھد : باب النھی عن المدح اذا کان فیہ افراط وخیف منہ فتنۃ علی الممدوح (٧٤٣١) مسند احمد (٦/٥)]

www.muhammadilibrary.com

کیا تو نے اسے دیکھا جس نے منہ موڑ لیا○ اور بہت کم دیا اور سخت دل ہو گیا○ کیا اسے علم غیب ہے کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے ○ کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے ○ اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھا○ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا○ اور یہ کہ ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی ○ اور یہ کہ بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی ○ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا○

منافق وکافر کا نفسیاتی تجزیہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کر رہا ہے جو اللہ کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لیں سچ نہ کہیں نہ نماز ادا کریں بلکہ جھٹلائیں اعراض کریں راہ للہ بہت ہی کم خرچ کریں دل کو نصیحت قبول کرنے والا نہ بنائیں، کبھی کچھ کہنا مان لیا پھر رسیاں کاٹ کر الگ ہو گئے، عرب ''اکدی'' اس وقت کہتے ہیں مثلاً کچھ لوگ کنواں کھود رہے ہوں درمیان میں کوئی سخت چٹان آ جائے اور وہ دست بردار ہو جائیں، فرماتا ہے کیا اس کے پاس علم غیب ہے جس سے اس نے جان لیا کہ اگر میں راہ للہ اپنا زر و مال دوں گا تو خالی ہاتھ رہ جاؤں گا؟ یعنی دراصل یوں نہیں بلکہ یہ صدقے، نیکی اور بھلائی سے از روئے بخل، طمع، خود غرضی نامردی و بے دلی کے رک رہا ہے، حدیث میں ہے اے بلال رضی اللہ عنہ! خرچ کر اور عرش والے سے فقیر بنا دینے کا ڈر نہ رکھ[1] خود قرآن میں ہے ﴿ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴾ [2] تم جو کچھ خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور وہی بہترین رزاق ہے۔ وَفّٰی کے معنی ایک تو یہ کئے گئے ہیں کہ انہیں حکم کیا گیا تھا وہ سب انہوں نے پہنچا دیا۔

دوسرے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں کہ جو حکم ملا اسے بجا لائے۔ ٹھیک یہ ہے کہ یہ دونوں ہی معنی درست ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَاِذِ ابْتَلٰٓی ﴾ [3] الخ، ابراہیم علیہ السلام کو جب کبھی کسی آزمائش کے ساتھ اس کے رب نے آزمایا آپ نے کامیابی کے ساتھ اس میں نمبر لئے یعنی ہر حکم کو بجا لائے ہر منع سے رکے رہے رب کی رسالت پوری طرح پہنچادی، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں امام بنا کر دوسروں کو ان کا تابعدار بنا دیا، جیسے ارشاد ہوا ہے ﴿ ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾ [4] پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر جو مشرک نہ تھا، ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر روز وہ دن نکلتے ہی چار رکعت ادا کیا کرتے تھے یہی ان کی وفاداری تھی[5] ترمذی میں ایک حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم! اوّل دن میں تو میرے لئے چار رکعت ادا کر لے میں آخر دن تک تیری کفایت کروں گا۔[6] ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے لفظ وَفّٰی اس لئے فرمایا کہ وہ

---

[1] [ضعیف : طبرانی (۱۰۲۰)] اس کی سند میں قیس بن ربیع ضعیف ہے۔]

[2] [سباء : ۳۹] [3] [البقرہ : ۱۲٤] [4] [النحل : ۱۲۳]

[5] [ضعیف جدا : اس کی سند میں جعفر بن زبیر راوی سخت ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[6] [صحیح : ترمذی : کتاب الوتر (٤٧٥) ابوداود : کتاب التطوع (۱۲۸۹) مسند احمد (۲۸٦/۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی (۳۹۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

ہر صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے ﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ﴾ ① یہاں تک کہ حضور ﷺ نے آیت ختم کی۔ ② پھر بیان ہو رہا ہے کہ صحف ابراہیم وموسیٰ میں کیا تھا؟ ان میں یہ تھا کہ جس کسی نے اپنی جان پر ظلم کیا مثلاً شرک وکفر کیا یا گناہ صغیرہ کبیرہ کیا تو اس کا وبال خود اس پر ہے اس کا یہ بوجھ کوئی اور نہ اٹھائے گا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے ﴿وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ﴾ ③ الخ' اگر کوئی بوجھل اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گا تو اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا اگرچہ وہ قرابتدار ہو' ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ انسان کیلئے صرف وہی ہے جو اس نے حاصل کیا یعنی جس طرح اس پر دوسرے کا بوجھ نہیں لادا جائے گا دوسروں کی بداعمالیوں میں یہ بھی نہیں پکڑا جائے گا اور اسی طرح دوسرے کی نیکی بھی اسے کچھ فائدہ نہ دے گی۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مُردوں کو پہنچایا جائے تو نہیں پہنچتا اس لئے کہ نہ تو یہ ان کا عمل ہے نہ کسب' یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اس کا جواز بیان کیا نہ اپنی امت کو اس پر رغبت دلائی نہ انہیں اس پر آمادہ کیا نہ تو کسی صریح فرمان کے ذریعہ سے نہ کسی اشارے کنائے سے' ٹھیک اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی ایک سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے قرآن پڑھ کر اس کے ثواب کا ہدیہ میت کیلئے بھیجا ہو' اگر یہ نیکی ہوتی اور مطابق شرع عمل ہوتا تو ہم سے بہت زیادہ سبقت نیکیوں کی طرف کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ نیکیوں کے کام قرآن وحدیث کے صاف فرمان سے ہی ثابت ہوتے ہیں کسی قسم کی رائے اور قیاس کا ان میں کوئی دخل نہیں' ہاں دعا اور صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے' اس پر اجماع ہے اور شارع علیہ السلام کے الفاظ سے ثابت ہے' جو حدیث صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کے مرنے پر اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزیں' نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی رہے' یا وہ صدقہ جو اس کے انتقال کے بعد بھی جاری رہے' یا وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے۔ ④ اس کا یہ مطلب ہے کہ درحقیقت یہ تینوں چیزیں بھی خود میت کی سعی اس کی کوشش اور اس کا عمل ہیں' یعنی کسی اور کے عمل کا اجر اسے نہیں پہنچ رہا' صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے بہتر انسان کا کھانا وہ ہے جو اس نے اپنے ہاتھوں سے حاصل کیا ہو اس کی اپنی کمائی ہو اور انسان کی اولاد بھی اس کی کمائی اور اسی کی حاصل کردہ چیز ہے ⑤ پس ثابت ہوا کہ نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس

---

① [سورۃ الروم : آیت ١٧]

② [ضعیف : شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں زبان بن فائد اور ابن لہیعہ دونوں ضعیف ہیں۔]

③ [سورۃ فاطر : آیت ١٨]

④ [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الوصية : باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته (١٦٣١) مسند احمد (٢/٣٧٢)]

⑤ [صحیح : ترمذی : كتاب الاحكام : باب ما جاء ان الوالد يا خذ من مال ولده (١٣٥٨) ابن ماجه : كتاب التجارات : باب ما للرجال من مال ولده (٢٢٩٠) نسائی : كتاب البيوع : باب الحث على الكسب (٤٤٦١)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

www.muhammadilibrary.com

کے لئے دعا کرتی ہے وہ دراصل اسی کا عمل ہے' اسی طرح صدقہ جاریہ مثلاً وقف وغیرہ کہ وہ بھی اسی کے عمل کا اثر ہے اور اسی کا کیا ہوا وقف ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ الخ [1] یعنی ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات نیک کا انہیں ثواب پہنچتا رہتا ہے' رہا وہ علم جسے اس نے لوگوں میں پھیلایا اور اس کے انتقال کے بعد بھی لوگ اس پر عامل اور کاربند رہے وہ بھی اصل اسی کی سعی اور اسی کا عمل ہے جو اس کے بعد باقی رہا اور اسے اس کا ثواب پہنچتا رہا' چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اور جتنے لوگ اس کی تابعداری کریں' ان سب کے برابر اسے اجر ملتا ہے درآنحالیکہ ان کے اجر گھٹتے نہیں۔ [2] پھر فرماتا ہے اس کی کوشش قیامت کے دن جانچی جائے گی۔ اس دن اس کا عمل دیکھا جائے گا۔ جیسے فرمایا ﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا﴾ [3] الخ' یعنی کہہ دے کہ تم عمل کئے جاؤ' اللہ تمہارے اعمال دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے عنقریب تم چھپے کھلے کے جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال سے خبردار کرے گا' یعنی ہر نیکی کی جزا اور ہر بدی کی سزا دے گا یہاں بھی فرمایا پھر اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾
وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ
الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ
عَادَا ۨ الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ
وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

اور یہ کہ تیرے رب ہی کی طرف پہنچنا ہے ○ اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے ○ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور وہی جلاتا ہے ○ اور یہ کہ اسی نے جوڑا یعنی نر و مادہ پیدا کیا ہے ○ نطفے سے جبکہ وہ ٹپکایا جاتا ہے ○ اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا۔ اور یہ کہ وہی تونگر بناتا ہے اور سرمایہ دیتا ہے ○ اور یہ کہ وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے ○ اور یہ کہ اسی نے اگلے عادیوں کو ہلاک کیا ○ اور ثمود کو بھی (جن میں سے ایک کو بھی) باقی نہ رکھا ○ اور اس سے پہلے قوم نوح کو' یقیناً وہ بڑے ظالم اور بڑے سرکش تھے ○ اور موتفکہ (شہر) اسی نے الٹ دیا ○ پھر اس پر چھا گیا جو چھایا ○ پس اے انسان تو اپنے رب کی کس کس نعمت میں جھگڑے گا؟ ○

بالآخر اللہ کی طرف ہی لوٹنا ہے: فرمان ہے کہ بازگشت آخر اللہ کی طرف ہے۔ قیامت کے دن سب کو لوٹ کر اسی کے سامنے پیش ہونا ہے' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی اود میں خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا اے بنی اود! میں اللہ کا

---

[1] [سورہ یسین : آیت ۱۲]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب العلم : باب من سن سنة حسنة (۲٦۷٤) ابوداود (٤٦۰۹)]

[3] [سورہ التوبہ : آیت ۱۰۵]

www.muhammadilibrary.com

قاصد بن کر تمہاری طرف آیا ہوں تم یقین کرو کہ تمہارا سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے پھر یا تو جنت میں پہنچائے جاؤ یا جہنم میں دھکیلے جاؤ' بغوی میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا جائز نہیں [1] جیسے اور حدیث میں ہے مخلوق پر غور بھری نظریں ڈالو لیکن ذات خالق میں گہرے نہ اترو۔ اسے عقل و ادراک' فکر و ذہن نہیں پا سکتا [2] گو ان لفظوں سے یہ حدیث محفوظ نہیں' مگر صحیح حدیث میں بھی یہ مضمون موجود ہے کہ شیطان کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اسے کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ جب تم میں سے کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو تو ﴿اَعُوْذُ﴾ پڑھ لے اور اس خیال کو دل سے دور کر دے [3] سنن کی ایک حدیث میں ہے مخلوقات اللہ میں غور و فکر کرو' ذات اللہ میں غور و فکر نہ کرو' سنو! اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جس کے کان کی لو سے لے کر مونڈھے تک تین سو سال کا راستہ ہے او کما قال۔ [4]

پھر فرماتا ہے کہ بندوں میں ہنسنے رونے کا مادہ اور ان کے اسباب بھی اسی نے پیدا کئے ہیں جو بالکل مختلف ہیں' وہی موت و حیات کا خالق ہے جیسے فرمایا ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ﴾ [5] اس نے موت و حیات کو پیدا کیا' اسی نے نطفہ سے ہر جاندار کو جوڑ جوڑ ابنایا' جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی﴾ [6] الخ' کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو (رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر کیا وہ بستہ خون نہ تھا؟ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست کیا اور اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے۔ کیا (ایسی قدرتوں والا) اللہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ پھر فرماتا ہے اسی پر دوبارہ زندہ کرنا ہے یعنی جیسے اس نے ابتداءً پیدا کیا ہے اسی طرح مار ڈالنے کے بعد دوبارہ کی پیدائش بھی اسی کے ذمہ ہے' اسی نے اپنے بندوں کو غنی بنایا اور مال ان کے قبضے میں دے دیا ہے جو ان کے پاس ہی بطور پونجی کے رہتا ہے' اکثر مفسرین کے کلام کا خلاصہ اس مقام پر یہی ہے' گو بعض سے مروی ہے کہ اس نے مال دیا اور غلام دیئے' اس نے دیا اور خوش ہوا' اسے غنی بنا کر اور مخلوق کو اس کے دست نگر بنا دیا' جسے چاہا غنی کیا جسے چاہا فقیر' لیکن یہ پچھلے دونوں قول لفظ سے کچھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتے۔

شعریٰ اس روشن ستارے کا نام ہے جسے مرزم الجوزاء بھی کہتے ہیں بعض عرب اس کی پرستش کرتے تھے' عاد اولیٰ یعنی قوم ہود کو جسے عاد بن ارم بن سام بن نوح کہا جاتا ہے اسی نے ان کی نافرمانی کی بنا پر تباہ کر دیا' جیسے فرمایا

---

[1] [ضعیف : بغوی فی التفسیر (٤/ ٢٣٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں عیسیٰ بن ابی عیسیٰ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ایضا (٤/ ٢٣٢) تخریج الاحیاء للعراقی (٢٤٥٨)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب صفة ابلیس وجنوده (٣٢٧٦) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الوسوسة فی الایمان (١٣٤ ـ ٢١٤)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الوسوسة من الایمان (١٣٤) ابو نعیم (٦/ ٦٦)]

[5] [الملك : ٢] [6] [القیامه : ٣٦ ـ ٤٠]

www.muhammadilibrary.com

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ [1] الخ 'یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی ارم کے ساتھ جو بڑے قد آور تھے جن کا مثل شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا تھا' یہ قوم بڑی قوی اور بڑی زور آور تھی' ساتھ ہی اللہ کی بڑی نافرمان اور رسول سے بڑی سرتاب تھی' ان پر ہوا کا عذاب آیا جو سات راتیں اور آٹھ دن برابر رہا' اسی طرح ثمودیوں کو بھی ہلاک کر دیا جس میں سے ایک بھی نہ بچا اور ان سے پہلے قوم نوح تباہ ہو چکی جو بڑے ناانصاف اور شریر تھے' اور لوط کی بستیاں جنہیں رحمٰن وقہار نے زیروزبر کر دیا اور آسمانی پتھروں سے سب بدکاروں کو ہلاک کر دیا' انہیں ایک چیز نے ڈھانپ لیا یعنی (پتھروں نے) جن کا مینہ ان پر برسا اور برے حالوں تباہ ہوئے۔ ان بستیوں میں چار لاکھ آدمی آباد تھے آبادی کی کل زمین آگ اور گندھک اور تیل بن کر ان پر بھڑک اٹھی' حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے جو بہت غریب سند سے ابن ابی حاتم میں ہے۔ پھر فرمایا پھر تو اے انسان اپنے رب کی کس کس نعمت پر جھگڑے گا؟ بعض کہتے ہیں خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن خطاب کو عام رکھنا بہت اولی ہے' ابن جریر رحمہ اللہ بھی عام رکھنے کو ہی پسند فرماتے ہیں۔ [2]

هٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾
أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ﴿٦١﴾
فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۩ ﴿٦٢﴾

یہ بھی ڈرانے والے ہیں پہلے ڈرانے والوں میں سے ○ قیامت نزدیک آ گئی ○ اللہ کے سوا اس کا کھول دکھانے والا اور کوئی نہیں ○ پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ ○ اور ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں؟ ○ (بلکہ) تم کھیل رہے رہو ○ اب اللہ کے سامنے سجدے کرو اور (اسی کی) عبادت کرو۔

پیغمبر کی ایک صفت ڈرانے والا: یہ خوف اور ڈر سے آگاہ کرنے والے ہیں یعنی آنحضرت ﷺ آپ کی رسالت بھی ایسی ہی ہے جیسے آپ سے پہلے کے رسولوں کی رسالت تھی' جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [3] یعنی میں کوئی نیا رسول تو نہیں ہوں' رسالت مجھ سے شروع نہیں ہوئی بلکہ دنیا میں مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول آ چکے ہیں' قریب آنے والی کا وقت آ گیا یعنی قیامت قریب آ گئی۔ نہ تو اسے کوئی دفع کر سکے نہ اس کے آنے کے صحیح وقت معین کا کسی کو علم ہے۔ نذیر عربی میں اسے کہتے ہیں مثلاً ایک جماعت ہے جس میں سے ایک شخص نے کوئی ڈراونی چیز دیکھی اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کرتا ہے یعنی ڈر اور خوف کی خبر سنانے والا' جیسے اور آیت میں ہے ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ﴾ [4] میں تمہیں عذاب سخت سے

---

[1] [الفجر: ٦ـ٨]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/ ٥٤٠)]

[3] [سورة الاحقاف: آیت ٩]

[4] [سورة سبا: آیت ٤٦]

www.muhammadilibrary.com

مطلع کرنے والا ہوں' حدیث میں ہے تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ (1) یعنی جس طرح کوئی شخص کسی برائی کو دیکھ لے کہ وہ قوم کے قریب پہنچ چکی ہے اور پھر جس حالت میں ہو اسی میں بھاگا آجائے اور قوم کو دفعتہً متنبہ کر دے کہ دیکھو وہ بلا آرہی ہے فوراً تدارک کرلو اسی طرح قیامت کے ہولناک عذاب بھی لوگوں کی غفلت کی حالت میں ان سے بالکل قریب ہو گئے ہیں اور آنحضرت ﷺ ان عذابوں سے ہوشیار کر رہے ہیں۔ جیسے اس کے بعد کی سورت میں ہے ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ قیامت قریب آچکی۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگو! گناہوں کو چھوٹا اور حقیر جاننے سے بچو' سنو چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قافلہ کسی جگہ اترا سب ادھر ادھر چلے گئے اور لکڑیاں سمیٹ کر تھوڑی تھوڑی لے آئے' تو چاہے ہر ایک کے پاس لکڑیاں کم کم ہیں لیکن جب وہ جمع کر لی جائیں تو ایک انبار لگ جاتا ہے جس سے دیگیں کی دیگیں پک جائیں' اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اور اچانک اس گنہگار کو پکڑ لیا جاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے اور حدیث میں ہے میری اور قیامت کی مثال ایسی ہے پھر آپ نے اپنی شہادت کی اور درمیان کی انگلی اٹھا کر ان کا فاصلہ دکھایا۔ میری اور قیامت کی مثال دو ساعتوں کی سی ہے۔ میری اور آخرت کے دن کی مثال ٹھیک اس طرح ہے جس طرح ایک قوم نے کسی شخص کو اطلاع لانے کیلئے بھیجا اس نے دشمن کے لشکر کو بالکل نزدیک کی کمین گاہ میں چھاپہ مارنے کیلئے تیار دیکھا یہاں تک کہ اسے ڈر لگا کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی کہیں یہ نہ پہنچ جائیں تو وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور کپڑا ہلا ہلا کر انہیں اشارے سے بتا دیا کہ خبردار ہو جاؤ دشمن سر پر موجود ہے پس میں ایسے ہی ڈرانے والا ہوں۔ (2) اس حدیث کی شہادت میں اور بھی بہت سی حسن اور صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

پھر مشرکین کے اس فعل پر انکار فرمایا کہ وہ قرآن سنتے ہیں مگر اعراض کرتے ہیں اور بے پرواہی برتتے ہیں' بلکہ اس کی رحمت سے تعجب کے ساتھ انکار کر بیٹھتے ہیں اور اس سے مذاق اور ہنسی کرنے لگتے ہیں' چاہیے یہ تھا کہ مثل ایمانداروں کے اسے سن کر روتے عبرت حاصل کرتے' جیسے مومنوں کی حالت بیان فرمائی کہ وہ اس کلام اللہ شریف کو سن کر روتے دھوتے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور خشوع خضوع میں بڑھ جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سَمَدَ گانے کو کہتے ہیں یہ یمنی لغت ہے' آپ سے ''سَامِدُوْنَ'' کے معنی اعراض کرنے والے اور تکبر کرنے والے بھی مروی ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غفلت کرنے والے۔ پھر اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ توحید و اخلاص کے پابند رہو' خضوع' خلوص اور توحید کے ماننے والے بن جاؤ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ نے اور مسلمانوں نے اور مشرکوں نے اور جن و انس نے سورۃ النجم کے سجدے کے موقعہ

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب الانتهاء عن المعاصی (٦٤٨٢) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب شفقه (٢٢٨٣ـ ١٦)]

(2) [صحیح : مسند احمد (٥/٣٣١)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٢٨٠٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح اور اس کے راوی شیخین کے راوی ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

پر سجدہ کیا۔ [1] مسند احمد میں ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے سورۂ نجم پڑھی۔ پس آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی جو آپ ﷺ کے پاس تھے‘ راوی حدیث مطلب ابن ابی وداعہ کہتے ہیں میں نے اپنا سر اٹھایا اور سجدہ نہ کیا یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اسلام کے بعد جس کسی کی زبانی اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت سنتے سجدہ کرتے‘ یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے۔ [2]

تفسیر سورۃ القمر

ابوواقد کی روایت سے پہلے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں سورۂ ق اور سورۂ ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ پڑھا کرتے تھے اسی طرح بڑی بڑی محفلوں میں بھی آپ ﷺ ان دونوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ [3] کیونکہ اس میں وعدے وعید کا‘ ابتداء آفرینش اور دوبارہ زندگی کا‘ ساتھ ہی توحید اور اثبات رسالت وغیرہ اہم مقاصد اسلامیہ کا ذکر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ②
وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ
مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤

وقف لازم

معبود برحق مشفق مہربان کے نام سے شروع

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا ○ یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ زوردار چلتا ہوا جادو ہے ○ انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے ○ یقیناً ان کے پاس وہ خبریں آ چکی ہیں جن میں ڈانٹ ڈپٹ کی نصیحت ہے ○ اور کامل عقل کی بات ہے لیکن ان ڈراونی باتوں نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا ○

قیامت کا قریب ہونا: اللہ تعالیٰ قیامت کے قرب کی اور دنیا کے خاتمے کی اطلاع دیتا ہے‘ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾ [4] اللہ کا امر آ چکا ہے اب تو اس کی طلب کی جلدی چھوڑ دو اور فرمایا ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ [5] الخ‘ لوگوں کے حساب کا وقت ان کے سروں پر آ پہنچا اور وہ اب تک غفلت میں ہیں۔ اس مضمون کی حدیثیں بھی بہت سی ہیں‘ بزار میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورج کے ڈوبنے کے وقت جبکہ وہ تھوڑا سا ہی باقی رہ گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو خطبہ دیا جس میں فرمایا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورة النجم (٤٨٦٢)]

[2] [حسن: مسند احمد (٦/ ٤٠٠) نسائی: کتاب الافتتاح (٩٥٩)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صلاة العیدین: باب ما یقرأ فی صلاة العیدین (٨٩١)]

[4] [سورۃ النحل: آیت ١] [5] [سورۃ الانبیاء: آیت ١]

www.muhammadilibrary.com

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے دنیا کے گزرے ہوئے حصے میں اور باقی ماندہ حصے میں وہی نسبت ہے جو اس دن کے گزرے ہوئے اور باقی بچے ہوئے حصے میں ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں حضرت خلف بن موسیٰ کو امام ابن حبان ثقہ راویوں میں گنتے تو ہیں لیکن فرماتے ہیں کبھی کبھی خطا بھی کر جاتے تھے۔ (۱)

دوسری روایت جو اس کی تقویت بلکہ تفسیر بھی کرتی ہے وہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے کہ عصر کے بعد جب کہ سورج بالکل غروب ہو چکا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری عمریں گزشتہ لوگوں کی عمروں کے مقابلہ میں اتنی ہی ہیں جتنا یہ باقی کا دن گزرے ہوئے کے مقابلہ میں ہے۔ (۲) مسند کی ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلمہ کی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث کئے گئے ہیں (۳) اور روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ قریب تھا وہ مجھ سے آگے بڑھ جائے (۴) ولید بن عبدالملک کے پاس حضرت انس رضی اللہ عنہ پہنچے تو اس نے قیامت کے بارے کی حدیث کا سوال کیا جس پر آپ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم اور قیامت قربت میں ان دونوں انگلیوں کی طرح ہو (۵) اس کی شہادت اس حدیث سے ہو سکتی ہے جس میں آپ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام حاشر آیا ہے اور حاشر وہ ہے جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہو۔ (۶)

حضرت بہز کی روایت سے مروی ہے کہ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا اور کبھی کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ سناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا دنیا کے خاتمہ کا اعلان ہو چکا یہ پیٹھ پھیرے بھاگی جا رہی ہے اور جس طرح برتن کا کھانا کھا لیا جائے اور کناروں میں کچھ لگا لپٹا رہ جائے اسی طرح دنیا کی عمر کا کل حصہ نکل چکا صرف برائے نام باقی رہ گیا ہے تم یہاں سے ایسے جہان کی طرف جانے والے ہو جسے فنا نہیں پس تم سے جو ہو سکے بھلائیاں اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ سنو! ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو برابر ستر سال تک نیچے کی طرف جاتا رہے گا لیکن تلے تک نہ پہنچے گا اللہ کی قسم جہنم کا یہ گہرا گڑھا انسانوں سے پر ہونے والا ہے تم اس پر تعجب نہ کرو ہم نے یہ بھی ذکر سنا ہے کہ جنت کی چوکھٹ کی دو لکڑیوں

---

(۱) [ضعیف : مسند بزار (۲/۳٤۳)] قتادہ مدلس راوی کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [حسن : مسند احمد (۲/۱۱۶)] حافظ ابن حجرؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [فتح الباری (۱۱/۳۵۰)] شیخ احمد شاکرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی المسند] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(۳) [صحیح : مسند احمد (۵/۳۳۸) صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب قرب الساعة (۲۹۵۰۔ ۱۳۲)]

(۴) [صحیح لغیرہ : مسنداحمد (٤/۳۰۹) مجمع الزوائد (۱۰/۳۱۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ "ان كادت لتسبقنى" کے علاوہ باقی حدیث صحیح لغیرہ ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۸۰۲۱)]

(۵) [صحیح : مسند احمد (۳/۲۲۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۳۳۳۶)]

(۶) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المناقب (۳۵۳۲) صحیح مسلم : کتاب الفضائل (۲۳۵٤۔ ۱۲٤)]

www.muhammadilibrary.com

کے درمیان چالیس سال کا راستہ ہے اور وہ بھی ایک دن اس حالت پر ہوگی کہ بھیڑ بھاڑ نظر آئے گی۔(مسلم) [1]

ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ مدائن گیا اور بستی سے تین میل کے فاصلے پر ہم ٹھہرے۔ جمعہ کیلئے میں بھی اپنے والد کے ہمراہ گیا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ خطیب تھے آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا لوگو سنو! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ بیشک قیامت قریب آ چکی ہے بیشک چاند پھٹ گیا ہے بیشک دنیا جدائی کا الارم بجا چکی ہے آج کا دن کوشش اور تیاری کا ہے کل تو دوڑ بھاگ کر کے آگے بڑھ جانے کا دن ہوگا' میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ کیا کل دوڑ ہوگی؟ جس میں آگے نکلنا ہوگا؟ میرے باپ نے مجھے فرمایا تم نادان ہو یہاں مراد نیک اعمال میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا ہے۔ دوسرے جمعہ کو ہم آئے تو بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اسی کے قریب فرماتے ہوئے سنا اس کے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ غایت آگ ہے اور سابق وہ ہے جو جنت میں پہلے پہنچ گیا۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ذکر ہے جیسے کہ متواتر احادیث میں صحت کے ساتھ مروی ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں چیزیں روم' دھواں' لزام' بطشہ' اور چاند کا پھٹنا یہ سب گزر چکا ہے [2] اس بارے کی حدیثیں سنئے۔ مسند احمد میں ہے کہ اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا جس پر دو مرتبہ چاند شق ہو گیا جس کا ذکر ان دو آیتوں میں ہے۔ [3]

بخاری میں ہے کہ انہیں چاند کے دو ٹکڑے دکھا دیئے ایک حراء کے اس طرف ایک اس طرف' مسند احمد میں ہے ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر دوسرا دوسرے پہاڑ پر۔ اسے دیکھ کر بھی جن کی قسمت میں ایمان نہ تھا بول پڑے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا۔ لیکن سمجھداروں نے کہا کہ اگر مان لیا جائے کہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے تو تمام دنیا کے لوگوں پر تو نہیں کر سکتا۔ [4] اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔ اور روایتیں بھی بہت سی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند گہن ہوا کافر کہنے لگے چاند پر جادو ہوا ہے اس پر یہ آیتیں ﴿مُسْتَمِرٌّ﴾ تک اتریں [5] ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' جب چاند پھٹا اور اس کے دو ٹکڑے ہوئے ایک پہاڑ کے پیچھے اور ایک آگے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ' مسلم اور ترمذی

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱۷۴/٤) صحیح مسلم: کتاب الزهد (۲۹٦۷)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ حمٓ الدخان (٤۸۲۵) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب الدخان (۲۷۹۸)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب انشقاق القمر (۲۸۰۲۔ ٤٦) مسند احمد (۱٦۵/۳)] مزید دیکھئے: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب انشقاق القمر (۳۸٦۸) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین (٤۳۔ ٤۵)]

[4] [صحیح: مسند احمد (۸۱/٤) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورۃ القمر (۳۲۸۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی (۲٦۲۲۔ ۳۵۲۰)]

[5] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۱٦٤۲)] اس میں ابن جریج مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے۔ (1)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو یاد رکھنا اور گواہ رہنا (2) آپ فرماتے ہیں اس وقت حضور ﷺ اور ہم سب منیٰ میں تھے (3) اور روایت میں ہے کہ مکہ میں تھے ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ کفار نے یہ دیکھ کر کہا یہ ابن ابی کبشہ (یعنی رسول اللہ ﷺ کا جادو ہے لیکن ان کے سمجھداروں نے کہا مان لو ہم پر جادو کیا ہے لیکن ساری دنیا پر تو نہیں کر سکتا اب جو لوگ سفر سے آئیں ان سے دریافت کرنا کہ کیا انہوں نے بھی فلاں شب چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے؟ کفار کے مجمع نے یہ طے کیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آ کر یہی کہیں تو حضور ﷺ کی سچائی میں کوئی شک نہیں اب جو باہر سے آیا جس طرف سے آیا ہر ایک نے اسی کی شہادت دی کہ ہاں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ (4) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہاڑ چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دکھائی دیتا تھا (5) اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خصوصاً حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ گواہ رہنا مشرکین نے اس زبردست معجزے کو بھی جادو کہہ کر ٹال دیا اسی کا ذکر اس آیت میں ہے (6) کہ جب یہ دلیل، حجت اور برہان دیکھتے ہیں سہل انکاری سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے اور مانتے نہیں۔

بلکہ حق کو جھٹلا کر احکام نبوی کے خلاف اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اپنی جہالت اور کم عقلی سے باز نہیں آتے۔ ہر امر مستقر ہے۔ یعنی خیر خیر والوں کے ساتھ اور شر شر والوں کے ساتھ۔ اور یہ بھی معنی ہیں کہ قیامت کے دن ہر امر واقع ہونے والا ہے۔ اگلے لوگوں کے وہ واقعات جو دل کو ہلا دینے والے اور اپنے اندر کامل عبرت رکھنے والے ہیں ان کے پاس آ چکے ہیں ان کی تکذیب کے سلسلہ میں ان پر جو بلائیں اتریں اور ان کے جو قصے ان تک پہنچے وہ سراسر عبرت و نصیحت کے خزانے ہیں اور وعظ و ہدایت سے پر ہیں اللہ تعالیٰ جسے ہدایت کرے اور جسے گمراہ کرے اس میں بھی اس کی حکمت بالغہ موجود ہے ان پر شقاوت لکھی جا چکی ہے جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے انہیں کوئی ہدایت پر لا نہیں سکتا جیسے فرمایا ﴿قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ (7) الخ، اللہ تعالیٰ کی دلیلیں ہر طرح

---

(1) [صحیح: صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب انشقاق القمر (۲۸۰۱ـ ٤٤) ترمذی : کتاب التفسیر : تفسیر سورۃ القمر (۳۲۸۸) مسند احمد (۱/٤٤۷)]

(2) [صحیح: صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب انشقاق القمر (٤٨)]

(3) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲٦۹۷)] اس کی سند میں ایک مبہم راوی ہے۔]

(4) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/٥٤٥) دلائل النبوۃ للبیہقی (۲/۲٦٦)]

(5) [صحیح: مسند احمد (۱/٤۱۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲٦۹۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۳۹۲٤)]

(6) [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۲۷۱٤)]

(7) [سورۃ الانعام: آیت ۱٤۹]

www.muhammadilibrary.com

کامل ہیں اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت پر لا کھڑا کرتا اور جگہ ہے ﴿وَمَا تُغْنِ الْاٰيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (1) بے ایمانوں کو کسی معجزے نے اور کسی ڈرنے اور ڈر سنانے والے نے کوئی نفع نہیں پہنچایا۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ
مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ
هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

پس اے نبی! تم ان سے اعراض کرو، جس دن ایک پکارنے والا ناگوار چیز کی طرف پکارے گا ○ یہ جھکی آنکھوں قبروں سے اس طرح نکل کھڑے ہوں گے کہ گویا وہ پھیلا ہوا ٹڈی دل ہے ○ پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوں گے اور کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بہت سخت ہے ○

کفار پر معجزات کا بھی اثر نہیں: ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ تم ان کافروں کو جنہیں معجزہ وغیرہ بھی کارآمد نہیں، چھوڑ دو ان سے منہ پھیر لو اور انہیں قیامت کے انتظار میں رہنے دو، اس دن انہیں حساب کی جگہ ٹھہرنے کیلئے ایک پکارنے والا پکارے گا جو ہولناک ہوگی جہاں بلائیں اور آفات ہوں گی ان کے چہروں پر ذلت اور کمینگی برس رہی ہوگی، مارے ندامت کے آنکھیں نیچے کو جھکی ہوئی ہوں گی اور قبروں سے نکلیں گے، پھر جس طرح ٹڈی دل چلتا ہے یہ بھی اسی طرح انتشار و سرعت کے ساتھ میدان حساب کی طرف بھاگیں گے، پکارنے والے کی پکار پر کان ہوں گے اور تیز تیز چل رہے ہوں گے، نہ مخالفت کی تاب ہوگی نہ دیر لگانے کی طاقت، اس سخت ہولناکی کے سخت دن کو دیکھ کر کافر چیخ اٹھیں گے کہ یہ تو بڑا بھاری اور بے حد سخت دن ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا
رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا
الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾
تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

ان سے پہلے قوم نوح نے بھی ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور دیوانہ بتلا کر جھڑکا تھا ○ پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں بے بس ہوں تو میری مدد کر ○ پس ہم نے آسمان کے دروازوں کو زور کے مینہ سے کھول دیا ○ اور زمین کے چشموں کو جاری کر دیا پس اس کام پر جو مقدر کیا گیا تھا پانی خوب جمع ہو گیا۔ اور ہم نے اسے تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا ○ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، بدلہ ہے اس کی طرف سے جس کا کفر کیا گیا تھا ○ اور بیشک ہم نے اس واقعہ کو نشان

---

(1) [سورۃ یونس: آیت ۱۰۱]

www.muhammadilibrary.com

بنا کر باقی رکھا پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟○ بتاؤ میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی ہیں؟○ بیشک ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کردیا ہے پس کیا کوئی نصیحت ماننے والا ہے؟○

نوح علیہ السلام کو بھی جھٹلایا گیا: یعنی اے نبی ﷺ آپ کی اس امت سے پہلے امت نوح نے بھی اپنے نبی علیہ السلام کی جو ہمارے بندے نوح علیہ السلام تھے تکذیب کی اسے مجنون کہا اور ہر طرح ڈانٹا ڈپٹا اور دھمکایا' صاف کہہ دیا تھا کہ اے نوح علیہ السلام! اگر تم باز نہ رہے تو ہم پتھروں سے مار ڈالیں گے' ہمارے بندے اور رسول حضرت نوح علیہ السلام نے ہمیں پکارا کہ پروردگار میں ان کے مقابلہ میں محض ناتواں اور ضعیف ہوں میں کسی طرح نہ اپنی ہستی کو سنبھال سکتا ہوں نہ تیرے دین کی حفاظت کرسکتا ہوں تو ہی میری مدد فرما اور مجھے غلبہ دے' ان کی یہ دعا قبول ہوتی ہے اور ان کی کافر قوم پر مشہور طوفان نوح بھیجا گیا۔ موسلا دھار بارش کے دروازے آسمان سے اور ابلتے ہوئے پانی کے چشمے زمین سے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ جو پانی کی جگہ نہ تھی مثلاً تنور وغیرہ وہاں سے زمین پانی اگل دیتی ہے ہر طرف پانی بھر جاتا ہے نہ آسمان سے برسنا رکتا ہے نہ زمین سے ابلنا تھمتا ہے پس حد حکم کو پہنچ جاتا ہے۔ ہمیشہ پانی ابر سے برستا ہے لیکن اس وقت آسمان سے پانی کے دروازے کھول دیئے گئے تھے اور عذاب الٰہی پانی کی شکل میں برس رہا تھا نہ اس سے پہلے کبھی اتنا پانی برسا نہ اس کے بعد کبھی ایسا برسے ادھر سے آسمان کی یہ رنگت ادھر سے زمین کو حکم کہ پانی اگل دے پس ریل پیل ہوگئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے دہانے کھول دیئے گئے اور ان میں سے براہ راست پانی برسا۔ اس طوفان سے ہم نے اپنے بندے کو بچالیا انہیں کشتی پر سوار کرلیا جو تختوں میں کیلیں لگا کر بنائی گئی تھی۔ دُسُر کے معنی کشتی کے دائیں بائیں طرف کا حصہ اور ابتدائی حصہ جس پر موج تھپیڑے مارتی ہے اور اس کے جوڑے اور اس کی اصل کے بھی کیئے گئے ہیں' وہ ہمارے حکم سے ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری حفاظت میں چل رہی تھی اور صحیح وسالم آر پار جا رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی مدد کی تھی اور کفار سے یہ انتقام تھا' ہم نے اسے نشانی بنا کر چھوڑا۔ یعنی اس کشتی کو بطور عبرت کے باقی رکھا' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس امت کے اوائل لوگوں نے بھی اسے دیکھا ہے' لیکن ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس کشتی کے نمونے پر اور کشتیاں ہم نے بطور نشان کے دنیا میں قائم رکھیں' جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ﴾ [1] یعنی ان کیلئے نشانی ہے کہ ہم نے نسل آدم کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کرایا اور کشتی کے مانند اور بھی ایسی سواریاں دیں جن پر وہ سوار ہوں اور جگہ ہے ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَآءُ﴾ [2] الخ یعنی جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی میں لے لیا تاکہ تمہارے لئے نصیحت وعبرت ہو اور یاد رکھنے والے کان اسے محفوظ رکھ سکیں' پس کوئی ہے جو ذکر و وعظ حاصل کرے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے ﴿مُدَّكِرٍ﴾

---

[1] [سورۃ یسین : آیت ۴۱۔۴۲]

[2] [سورۃ الحاقہ : آیت ۱۱۔۱۲]

www.muhammadilibrary.com

پڑھایا ہے، خود حضور ﷺ سے بھی اس لفظ کی قرأت اسی طرح مروی ہے [1] حضرت اسود رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ یہ لفظ ذال سے ہے یا دال سے؟ فرمایا میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دال کے ساتھ سنا ہے [2] اور وہ فرماتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے دال کے ساتھ سنا ہے، پھر فرماتا ہے میرا عذاب میرے ساتھ کفر کرنے اور رسولوں کو جھوٹا کہنے اور میری نصیحت سے عبرت نہ حاصل کرنے والوں پر کیسا ہوا؟ میں نے کس طرح اپنے رسولوں کے دشمنوں سے بدلہ لیا اور کس طرح ان دشمنان دین حق کو نیست و نابود کر دیا۔ ہم نے قرآن کریم کے الفاظ اور معانی کو ہر اس شخص کیلئے آسان کر دیا جو اس سے نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ رکھے، جیسے فرمایا ﴿كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ﴾ [3] الخ، ہم نے تیری طرف یہ مبارک کتاب نازل فرمائی ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں تدبر کریں اور اس لئے کہ عقلمند لوگ یاد رکھ لیں اور جگہ ہے ﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ﴾ [4] الخ، یعنی ہم نے اسے تیری زبان پر اس لئے آسان کیا ہے کہ تو پرہیزگار لوگوں کو خوشخبری سنا دے اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرا دے، حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی قرأت اور تلاوت اللہ تعالیٰ نے آسان کر دی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس میں آسانی نہ رکھ دیتا تو مخلوق کی طاقت نہ تھی کہ اللہ عزوجل کے کلام کو پڑھ سکے۔ میں کہتا ہوں انہی آسانیوں میں سے ایک آسانی وہ ہے جو پہلے حدیث گزر چکی کہ یہ قرآن سات قرأتوں پر نازل کیا گیا ہے [5] اس حدیث کے تمام طرق والفاظ ہم نے پہلے جمع کر دیئے ہیں۔ اب دوبارہ یہاں وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔ پس اس قرآن کو بہت ہی آسان کر دیا ہے، کوئی طالب علم جو اس الٰہی علم کو حاصل کرے اس کیلئے بالکل آسان ہے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ ع

قوم عاد نے بھی جھٹلایا پس کیسا ہوا میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں ○ ہم نے ان پر تیز و تند ہوا بے برکتے دن میں

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱/۳۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۳۷۵۵)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورة القمر (٤٨٧٤) صحیح مسلم: کتاب صلوة المسافرین (۸۲۳-۲۸۰)]

[3] [سورہ صٓ: آیت ۲۹]

[4] [سورة مريم: آيت ۹۷]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الخصومات: باب کلام الخصوم بعضهم فی بعض (۲٤۱۹)، (۷۵۵۰) صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب بيان ان القرآن على سبعة احرف و بيان معناه (۱۸۹٦) ابو داؤد: کتاب الوتر باب انزل القرآن على سبعة احرف (۱٤۷۵) نسائی: کتاب الافتتاح: باب جامع ما جآء فی القرآن (۹۳٦) ترمذی: کتاب القراءات: باب ما جاء على سبعة احرف (۲۹٤۳)]

www.muhammadilibrary.com

بھیج دی○ جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پٹختی تھی گویا کہ وہ جڑ سے کٹے ہوئے درخت کھجور کے تنے ہیں○ پس کیسی رہی میری سزا اور میرا ڈرانا؟○ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا ہے پس کیا ہے کوئی سوچنے والا؟○

قوم عاد کی تکذیب اور ہلاکت: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ قوم ہود نے بھی اللہ کے رسولوں کو جھوٹا کہا اور بالکل قوم نوح کی طرح سرکشی پر اتر آئے' تو ان پر سخت ٹھنڈی مہلک ہوا بھیجی گئی' وہ دن ان کیلئے سراسر منحوس تھا' برابر ان پر ہوائیں چلتی رہیں' اور انہیں تہہ و بالا کرتی رہیں' دنیوی اور آخروی عذاب میں گرفتار کر لئے گئے' ہوا کا جھونکا آتا ان میں سے کسی کو اٹھا کر لے جاتا یہاں تک کہ زمین والوں کی حد نظر سے وہ بالا ہو جاتا پھر اسے زمین پر اوندھے منہ پھینک دیتا' سر کچلا جاتا' بھیجہ نکل پڑتا' سر الگ دھڑ الگ ایسا معلوم ہوتا گویا کھجور کے درخت کے بن سرے ٹنڈے ہیں' دیکھو میرا عذاب کیسا ہوا؟ میں نے تو اس قرآن کو آسان کر دیا جو چاہے نصیحت و عبرت حاصل کر لے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾

قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھوٹا سمجھا○ اور کہنے لگے کیا ہم ہی میں سے ایک شخص کی ہم فرمانبرداری کرنے لگیں؟ تب تو ہم یقیناً غلطی اور دیوانگی میں پڑے ہوئے ہوں گے○ کیا ہمارے سب کے درمیان صرف اس پر وحی اتاری گئی؟ نہیں بلکہ وہ جھوٹا شیخی خورہ ہے○ اب سب جان لیں گے کل کو کہ کون جھوٹا اور خود پسند تھا؟○ بیشک ہم ان کی آزمائش کیلئے اونٹنی بھیجیں گے پس (اے صالح) تو ان کا منتظر رہ اور صبر کر○ ہاں انہیں خبر کر دے کہ پانی ان میں تقسیم شدہ ہے' ہر حصہ ہر ایک کو برابر پہنچایا جائے گا○ انہوں نے اپنے رفیق کو آواز دی اس نے دست درازی کی اور کوچیں کاٹ دیں○ پس کیونکر ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا○ ہم نے ان پر ایک نعرہ بھیجا پس ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی اوندھی ہوئی باڑ○ ہم نے نصیحت کیلئے قرآن کو آسان کر دیا ہے پس کیا ہے کوئی جو نصیحت پکڑے○

قوم ثمود کا انجام: ثمودیوں نے اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور تعجب کے طور پر محال سمجھ کر کہنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ہمیں میں سے ایک شخص کے تابعدار بن جائیں؟ آخر اس کی اتنی بڑی فضیلت کی کیا وجہ؟ پھر اس سے آگے بڑھے اور کہنے لگے ہم نہیں مان سکتے کہ ہم سب میں سے صرف اسی ایک پر اللہ کی باتیں نازل کی جائیں' پھر اس سے بھی قدم بڑھایا اور نبی علیہ السلام کو کھلے لفظوں میں جھوٹا اور پرلے سرے کا جھوٹا کہا' بطور ڈانٹ کے اللہ فرماتا ہے اب تو جو چاہو کہہ لو لیکن کل کھل جائے گا کہ دراصل جھوٹا اور جھوٹ میں حد سے بڑھ جانے والا کون تھا؟ ان

www.muhammadilibrary.com

کی آزمائش کے لئے فتنہ بنا کر ہم ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں‘ چنانچہ ان لوگوں کی طلب کے موافق پتھر کی ایک سخت چٹان میں سے ایک چکلے چوڑے اعضا والی گابھن اونٹنی نکلی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اب دیکھتے رہو کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے‘ اور ان کی سختیوں پر صبر کرو دنیا اور آخرت میں انجام کار غلبہ آپ ہی کا رہے گا‘ ان سے کہہ دیجئے کہ پانی پر ایک دن تو ان کا ہوگا اور ایک دن اس اونٹنی کا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ (1) ہر باری موجود کی گئی ہے یعنی جب اونٹنی نہ ہو تو پانی موجود ہے اور جب اونٹنی ہو تو دودھ حاضر ہے‘ انہوں نے مل جل کر اپنے رفیق قدار بن سالف کو آواز دی اور یہ بڑا ہی بدبخت تھا‘ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا﴾ (2) ان کا بدترین آدمی اٹھا‘ اس نے آ کر اسے پکڑا اور زخمی کیا‘ پھر تو ان کے کفر و تکذیب کا میں نے بھی پورا بدلہ لیا اور جس طرح کھیتی کے کٹے ہوئے سوکھے پتے اڑ اڑ کر کافور ہو جاتے ہیں انہیں بھی ہم نے بے نام ونشان کر دیا‘ خشک چارہ جس طرح جنگل میں اڑتا پھرتا ہے اسی طرح انہیں بھی برباد کر دیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو خشک کانٹے دار باڑے میں رکھ لیا کرتے تھے۔ جب اس باڑ کو روندھ دیا جائے اس وقت اس کی جیسی حالت ہو جاتی ہے وہی حالت ان کی ہوگئی کہ ایک بھی نہ بچا نہ بچ سکا۔ جیسے مٹی دیوار سے جھڑ جاتی ہے اسی طرح ان کے بھی پرزے اکھڑ گئے‘ یہ سب اقوال مفسرین کے اس جملہ کی تفسیریں ہیں لیکن اول قوی ہے واللہ اعلم۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾

قوم لوط نے بھی ڈرانے والوں کی تکذیب کی ○ بیشک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی سوا لوط کے گھر والوں کے‘ انہیں ہم نے سحر کے وقت ○ اپنے احسان سے نجات دی‘ ہر شکر گزار کو ہم اسی طرح نجات دیتے ہیں ○ یقیناً لوط نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا انہوں نے ڈرانے والوں میں شک وشبہ اور جھگڑا کیا ○ اور لوط کو بہلا کر ان کے مہمانوں سے غافل کرنا چاہا پس ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں (اور کہہ دیا) کہ میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو ○ اور یقینی بات ہے کہ انہیں صبح سویرے ہی ایک جگہ پکڑنے والے مقرر عذاب نے غارت کر دیا ○ میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو ○ یقیناً ہم نے قرآن کو پند و وعظ کیلئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی ہے سوچنے والا؟ ○

قوم لوط کی نافرمانی اور ہلاکت: لوطیوں کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے رسولوں کا انکار کیا اور ان کی مخالفت کر کے کس مکروہ کام کو کیا جسے ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا یعنی اغلام بازی‘ اسی لئے ان کی

---

(1) سورة الشعراء: آیت ۱۵۵] (2) [سورة الشمس : آیت ۱۲]

www.muhammadilibrary.com

ہلاکت کی صورت بھی ایسی ہی انوکھی ہوئی' اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب پہنچا کر اوندھی ماردیں اور ان پر آسمان سے ان کے نام کے پتھر برسائے' مگر لوط علیہ السلام کے ماننے والوں کو سحر کے وقت یعنی رات کی آخری گھڑی میں بچالیا' انہیں حکم دیا گیا کہ تم اس بستی سے چلے جاؤ' حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا یہاں تک کہ خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ تھی قوم میں سے ایک بھی شخص کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ پس عذاب الٰہی سے کوئی بھی نہ بچا آپ کی بیوی بھی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی صرف آپ اور آپ کی لڑکیاں اس نحوست سے بچالئے گئے' شاکروں کو اللہ اسی طرح برے اور آڑے وقت میں کام آتا ہے اور انہیں ان کی شکر گزاری کا پھل دیتا ہے۔

عذاب کے آنے سے پہلے ہی حضرت لوط علیہ السلام انہیں آگاہ کر چکے تھے لیکن انہوں نے توبہ تک نہ کی بلکہ شک وشبہ اور جھگڑا کیا' اور ان کے مہمانوں کے بارے میں انہیں چکما دینا چاہا۔ حضرت جبرائیل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل علیہم السلام وغیرہ فرشتے انسانی صورتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان بن کر آئے' نہایت خوبصورت چہرے پیاری پیاری شکلیں اور عنفوان شباب کی عمر۔ ادھر یہ رات کے وقت حضرت لوط علیہ السلام کے گھر اترے' ان کی بیوی نے جو کافرہ تھی قوم کو اطلاع دی کہ آج لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں ان لوگوں کو اغلام کی بد عادت تو تھی ہی دوڑ بھاگ کر حضرت لوط علیہ السلام کے مکان کو گھیر لیا حضرت لوط علیہ السلام نے دروازے بند کر لئے انہوں نے ترکیبیں شروع کیں کہ کسی طرح مہمان ہاتھ لگیں جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا شام کا وقت تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام انہیں سمجھا رہے تھے ان سے کہہ رہے تھے کہ یہ میری بیٹیاں یعنی تمہاری جوروئیں موجود ہیں' تم اس بدفعلی کو چھوڑو اور حلال چیز سے فائدہ اٹھاؤ' لیکن ان سرکشوں کا جواب تھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں عورتوں کی چاہت نہیں ہمارا جو ارادہ ہے وہ آپ سے مخفی نہیں تم ہمیں اپنے مہمان سونپ دو۔ جب اس بحث مباحثہ میں بہت وقت گزر چکا اور وہ لوگ مقابلہ پر تل گئے اور حضرت لوط علیہ السلام بے حد زچ آ گئے اور بہت ہی تنگ ہوئے' تب حضرت جبرائیل علیہ السلام باہر نکلے اور اپنا پر ان کی آنکھوں پر پھیر اسب اندھے ہو گئے آنکھیں بالکل جاتی رہیں' اب تو حضرت لوط علیہ السلام کو برا کہتے ہوئے اور دیواریں ٹٹولتے ہوئے صبح کا وعدہ دے کر پچھلے پاؤں واپس ہوئے' لیکن صبح کے وقت ہی ان پر عذاب الٰہی آ گیا' جس میں سے نہ بھاگ سکے نہ اس سے پیچھا چھڑا سکے' عذاب کے مزے اور ڈراوے کی طرف دھیان نہ دینے کا وبال انہوں نے چکھ لیا' یہ قرآن بہت ہی آسان ہے جو چاہے نصیحت حاصل کر سکتا ہے' کوئی ہے بھی جو اس سے پند و وعظ حاصل کر لے؟

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿٤٦﴾

www.muhammadilibrary.com

یعنی فرعونیوں کے پاس بھی ڈرانے والے آئے ○ انہوں نے ہماری تمام نشانیاں جھٹلائیں پس ہم نے انہیں بڑی غالب قوی پکڑ میں پکڑ لیا ○ اے قریشیو کیا تمہارے کافران کافروں سے کچھ بہتر ہیں؟ یا تمہارے لئے اگلی کتابوں میں چھٹکارہ لکھا ہوا ہے؟ ○ یا یہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والی جماعت ہیں؟ ○ عنقریب یہ جماعت شکست دی جائے گی اور پیٹھ دے کر بھاگے گی ○ بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت بری آفت اور سخت کڑوی چیز ہے ○

موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو سمجھنے والا فرعون اور آل فرعون: فرعون اور اس کی قوم کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بشارت اور ڈراوے لے کر آتے ہیں' بڑے بڑے معجزے اور زبردست نشانیاں اللہ کی طرف سے انہیں دی جاتی ہیں' جو ان کی نبوت کی حقانیت پر پوری پوری دلیل ہوتی ہیں' لیکن یہ فرعونی ان سب کو جھٹلاتے ہیں جس کی بدبختی میں ان پر عذاب الٰہی نازل ہوتے ہیں اور انہیں بالکل ہی سوکھے تنکوں کی طرح اڑا دیا جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے اے مشرکین قریش! اب بتلاؤ تم ان سے کچھ بہتر ہو؟ جب وہ تم سے بڑی جماعت والے زیادہ قوت والے ہو کر ہمارے عذابوں سے بچ نہ سکے تو بھلا تم کیا چیز ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے لئے اللہ نے اپنی کتابوں میں چھوٹ دے رکھی ہے؟ کہ ان کے کفر پر تو انہیں عذاب کیا جائے لیکن تم کفر کیے جاؤ اور تمہیں کوئی سزا نہ دی جائے؟ پھر فرماتا ہے کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے اور ہمیں کوئی برائی ہماری کثرت اور جماعت کی وجہ سے نہیں چھوئے گی؟ اگر یہ خیال ہو تو انہیں یقین کر لینا چاہیے کہ ان کی یہ بدبختی توڑ دی جائے گی ان کی جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا انہیں ہزیمت دی جائے گی اور یہ پیٹھ دکھا کر بھاگتے پھریں گے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ بدر والے دن اپنی قیام گاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرما رہے تھے اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد و پیمان یاد دلاتا ہوں اے اللہ! اگر تیری چاہت یہی ہے کہ آج کے دن کے بعد سے تیری عبادت تیری وحدانیت کے ساتھ زمین پر کی ہی نہ جائے بس اتنا ہی کہا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس کیجئے آپ نے بہت فریاد کر لی۔ اب آپ اپنے خیمے سے باہر آئے اور زبان پر یہ دونوں آیتیں ﴿سَيُهْزَمُ﴾ الخ' جاری تھیں۔ [1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کے اترنے کے وقت میں سوچ رہا تھا کہ اس سے مراد کونسی جماعت ہوگی؟ جب بدر والے دن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ زرہ پہنے ہوئے اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے اس دن میری سمجھ میں اس کی تفسیر آ گئی۔ بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میری چھوٹی سی عمر تھی۔ اپنی ہم جولیوں سے کھیلتی پھرتی تھی اس وقت یہ آیت ﴿بَلِ السَّاعَةُ﴾ الخ' اتری ہے۔ یہ روایت بخاری میں فضائل القرآن کے موقعہ پر مطول مروی ہے۔ [2] مسلم میں یہ حدیث نہیں۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله بل الساعة موعدهم (٤٨٧٧) مسند احمد (١/٣٢٩)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر (٤٩٩٣)]

www.muhammadilibrary.com

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ؁ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ؁ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ؁ وَ مَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ؁ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ اَشْیَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ؁ وَ كُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ ؁ وَ كُلُّ صَغِیْرٍ وَّ كَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ؁ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ؁ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ؁

بیشک گنہگار گمراہی اور عذاب میں ہیں ○ جس دن وہ اپنے منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے' دوزخ کی آگ لگنے کے مزے چکھو ○ بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازے پر پیدا کیا ○ اور یہ ہمارا حکم صرف ایک دفعہ کا ایک کلمہ ہی ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا ○ ہم نے تم جیسے بہتیروں کو ہلاک کر دیا ہے پس ہے کوئی نصیحت لینے والا ○ جو کچھ انہوں نے اعمال کئے ہیں سب نامہ اعمال میں لکھے ہوئے ہیں ○ اسی طرح ہر چھوٹی بڑی بات بھی لکھی ہوئی ہے ○ یقیناً ہمارا ڈر رکھنے والے جنتوں اور نہروں میں ہیں ○ قدرت والے بادشاہ کے پاس راستی اور عزت کی بیٹھک میں ○

شکوک وشبہات میں مبتلا لوگ: بدکار لوگ گمراہ ہو چکے ہیں راہ حق سے بھٹک چکے ہیں اور شکوک واضطراب کے خیالات میں اندھے ہیں۔ یہ بدکار لوگ خواہ کفار ہوں خواہ اور فرقوں کے بدعتی ہوں۔ ان کا یہ فعل انہیں اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹوائے گا اور جس طرح یہاں غافل ہیں اس وقت بھی بے خبر ہوں گے کہ نہ معلوم کس طرف لئے جاتے ہیں۔ اس وقت انہیں ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کہا جائے گا کہ اب آتش دوزخ لگنے کا مزہ چکھو' ہم نے ہر چیز کو طے شدہ منصوبہ سے پیدا کیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ہر چیز کو ہم نے پیدا کیا۔ پھر اس کا مقدر مقرر کیا۔ اور جگہ فرمایا اپنے رب کی جو بلند وبالا ہے پاکی بیان کر جس نے پیدا کیا اور درست کیا اور اندازہ مقرر کیا اور راہ دکھائی۔ یعنی تقدیر مقرر کی پھر اس کی طرف رہنمائی کی۔ ائمہ اہل سنت نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تقدیر ان کی پیدائش سے پہلے ہی لکھ دی تھی یعنی ہر چیز اپنے ظہور سے پہلے اللہ کے ہاں لکھی جا چکی ہے۔ فرقہ قدریہ اس کا منکر ہے یہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آخر زمانہ میں ہی نکل چکے تھے۔ اہل سنت ان کے مسلک کے خلاف اس قسم کی آیتوں کو پیش کرتے ہیں اور اس مضمون کی احادیث بھی۔ اس مسئلہ کی مفصل بحث میں ہم نے صحیح بخاری کتاب الایمان کی شرح میں لکھ دی ہیں یہاں صرف دو حدیثیں لکھتے ہیں جو مضمون آیت کے متعلق ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مشرکین قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدیر کے بارے میں بحث کرنے لگے اس پر یہ آیتیں اتریں (مسند احمد وغیرہ) [1] بروایت حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ یہ آیتیں منکرین تقدیر

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب القدر (٢٦٥٦-١٩) ترمذی: کتاب القدر (٢١٥٧) ابن ماجہ: مقدمہ: باب فی القدر (٨٣)]

www.muhammadilibrary.com

کی تردید میں ہی اتری ہیں (بزار) (1) ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا یہ میری امت کے ان لوگوں کے حق میں اتری ہے جو آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے اور تقدیر کو جھٹلائیں گے۔ (2) حضرت عطا بن ابو رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا آپ اس وقت چاہ زمزم سے پانی نکال رہے تھے۔ آپ کے کپڑوں کے دامن بھیگے ہوئے تھے میں نے کہا تقدیر کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے لوگ اس مسئلہ میں موافق ومخالف ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا لوگوں نے واقعی ہی ایسا کیا ہے؟ میں نے کہا ہاں ایسا ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ آیتیں انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ ﴿ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ یاد رکھو یہ لوگ اس امت کے بدترین لوگ ہیں ان کے بیماروں کی تیمارداری نہ کرو ان کے مردوں کے جنازے نہ پڑھو ان میں سے اگر کوئی مجھے مل جائے تو میں اپنی ان انگلیوں سے اس کی آنکھیں نکال دوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے ذکر آیا کہ آج ایک شخص آیا ہے جو منکر تقدیر ہے فرمایا اچھا مجھے اس کے پاس لے چلو لوگوں نے کہا آپ نابینا ہیں آپ اس کے پاس چل کر کیا کریں گے؟ فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میرا بس چلا تو میں اس کی ناک توڑ دوں گا اور اگر اس کی گردن میرے ہاتھ میں آ گئی تو میں مروڑ دوں گا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بنو فہر کی عورتیں خزرج کے اردگرد طواف کرتی پھرتی ہیں ان کے جسم حرکت کرتے ہیں وہ مشرکہ عورتیں ہیں اس امت کا پہلا شرک یہی ہے اس رب کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی بے سمجھی یہاں تک بڑھے گی کہ اللہ تعالیٰ کو بھلائی کا مقرر کرنے والا بھی نہ مانیں گے جس طرح برائی کا مقدر کرنے والا نہ مانا (مسند احمد)۔ (3)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دوست شامی تھا جس سے آپ کی خط وکتابت تھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہیں سن پایا کہ وہ تقدیر کے بارے میں کچھ موشگافیاں کرتا ہے آپ نے جھٹ سے خط لکھا کہ میں نے سنا ہے تو تقدیر کے بارے میں کچھ کلام کرتا ہے اگر یہ سچ ہے تو بس مجھ سے خط وکتابت کی امید نہ رکھنا آج سے بند سمجھنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت میں تقدیر کو جھٹلانے والے لوگ ہوں گے (ابوداود) (4) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر امت میں مجوس ہوتے ہیں میری امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہوں اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے نہ پڑھو (مسند احمد) (5) اس امت میں مسخ ہوگا

---

(1) [مسند بزار (۲۲٦٥) مجمع الزوائد (۱۳۸۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یونس بن حارث راوی میں ضعف ہے۔]

(2) [صحیح : طبرانی کبیر (۵۳۱٦)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[السلسلة الصحيحة (۱۵۳۹)]

(3) [ضعیف : مسند احمد (۱/ ۳۳۰)] اس میں محمد بن عبید راوی کو اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔]

(4) [حسن : مسند احمد (۲/ ۹۰) ابو داؤد : كتاب السنة : باب من دعا الى السنة (٤٦١٣) ابن ماجه : كتاب الفتن (٤٠٦١) ترمذی : كتاب القدر (۲۱۵۲)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه، صحيح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(5) [ضعیف : مسند احمد (۲/ ۸٦) العلل لابن الجوزی (۲۲۷)]

www.muhammadilibrary.com

یعنی لوگوں کی صورتیں بدل دی جائیں گی یاد رکھو یہ ان میں ہوگا جو تقدیر کو جھٹلائیں اور زندیقیت کریں (ترمذی وغیرہ) ① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر ایک کی تقدیر مقرر کردہ اندازے سے ہے یہاں تک کہ نادانی اور عقل مندی بھی (مسلم) ② صحیح حدیث میں ہے اللہ سے مدد طلب کر اور عاجز اور بیوقوف نہ بن پھر اگر کوئی نقصان پہنچ جائے تو کہہ دے کہ یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا تھا اور جو اللہ نے چاہا کیا پھر یوں نہ کہہ کہ اگر یوں کرتا تو یوں ہوتا اس لئے کہ اس طرح ''اگر'' کہنے سے شیطانی عمل کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ ③

حضور ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جان رکھ اگر تمام امت جمع ہو کر تمہیں وہ نفع پہنچانا چاہے جو اللہ نے تیری قسمت میں نہیں لکھا تو نہیں پہنچا سکتی اور اگر سب اتفاق کر کے تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں اور تیری تقدیر میں وہ نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے، قلمیں خشک ہو چکیں اور دفتر لپیٹ کر تہہ کر دیئے گئے۔ ④ حضرت ولید بن عبادہ رحمہ اللہ نے اپنے باپ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیماری میں جبکہ ان کی حالت بالکل غیر تھی کہا کہ ابا جی ہمیں کچھ وصیت کر جایئے آپ نے فرمایا اچھا مجھے بٹھا دو تو آپ نے فرمایا اے میرے پیارے بچے! ایمان کا لطف تجھے حاصل نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کے متعلق جو علم تجھے ہے اس کی تہہ تک تو نہیں پہنچ سکتا جب تک تیرا ایمان تقدیر کی بھلائی برائی پر پکا نہ ہو میں نے پوچھا ابا جی میں یہ کیسے معلوم کر سکتا ہوں کہ میرا ایمان تقدیر کے خیر و شر پر پختہ ہے؟ فرمایا اس طرح کہ تجھے یقین ہو کہ جو تجھے نہیں ملا وہ ملنے والا ہی نہیں اور جو تجھے پہنچا وہ ٹلنے والا ہی نہ تھا میرے بچو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسے فرمایا لکھ پس وہ اسی وقت چل پڑا اور قیامت تک جو ہونے والا تھا سب لکھ ڈالا اے بیٹے! اگر تو انتقال کے وقت تک اس عقیدے پر نہ رہے تو تو جہنم میں داخل ہوگا۔ ⑤

ترمذی میں یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حسن صحیح غریب ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ چار باتوں پر اس کا ایمان نہ ہو، گواہی دے کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں جسے اس نے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور مرنے کے بعد جینے پر ایمان رکھے اور تقدیر کی بھلائی برائی منجانب اللہ ہونے کو مانے (ترمذی وغیرہ) ⑥ صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان و

---

① [حسن : مسند احمد (۲/۱۰۸) ترمذی : کتاب القدر (۲۱۵۳)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

② [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کل شیء بقدر (۲۶۵۵۔ ۱۸) مسند احمد (۲/۱۱۰)]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب الایمان و النذور (۲۶۶۴۔ ۳۴)]

④ [مسند احمد (۱/۲۹۳)]

⑤ [صحیح : مسند احمد (۵/۳۱۷) ترمذی : کتاب القدر (۲۱۵۵)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

⑥ [صحیح : ترمذی : کتاب القدر : باب ما جاء فی الایمان بالقدر خیرہ و شرہ (۲۱۴۵) ابن ماجہ: مقدمہ : باب فی القدر (۸۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

www.muhammadilibrary.com

زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھی جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا[1] امام ترمذی اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں۔ پھر پروردگار عالم اپنی چاہت اور احکام کے بے روک ٹوک جاری اور پورا ہونے کو بیان فرماتا ہے کہ جس طرح جو کچھ میں نے مقدر کیا وہ اگر وہی ہوتا ہے تو اسی طرح جس کام کا میں ارادہ کروں صرف ایک دفعہ کہہ دینا کافی ہوتا ہے دوبارہ تاکیداً حکم دینے کی ضرورت نہیں ہوتی' ایک آنکھ کے جھپکنے کے برابر وہ کام میری حسب چاہت ہو جاتا ہے' عرب شاعر نے کیا ہی اچھا کہا:

إِذَا مَا أَرَادَ اللّٰهُ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ قَوْلَةً فَيَكُوْنُ

یعنی اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی کام کا ارادہ کرتا ہے صرف فرما دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔ ہم نے تم جیسوں کو تم سے پہلے ان کی سرکشی کے باعث فنا کے گھاٹ اتار دیا پھر تم کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ ان کے عذاب اور ان کی رسوائی کے واقعات میں کیا تمہارے لئے نصیحت و تذکیر نہیں؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ﴾[2] یعنی ان کے اور ان کی چاہ کے درمیان پردہ ڈال دیا گیا جیسے کہ ہم نے ان جیسے پہلے والوں کے ساتھ کیا تھا۔ جو کچھ انہوں نے کیا وہ ان کے نامہ اعمال میں مکتوب ہے جو اللہ کے امین فرشتوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہے۔ ان کا ہر چھوٹا بڑا عمل جمع شدہ اور لکھا ہوا ہے۔ ایک بھی تو ایسا نہیں رہا جو تحریر میں رہ گیا ہو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں صغیرہ گناہ کو بھی ہلکا نہ سمجھو اللہ عزوجل کی طرف سے اس کا بھی مطالبہ ہونے والا ہے (نسائی وغیرہ)[3] حضرت سلیمان بن مغیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جسے میں نے حقیر سمجھا رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آنے والا آیا اور مجھ سے کہہ رہا ہے اے سلیمان:

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ صَغِيْرًا إِنَّ الصَّغِيْرَ غَدًا يَعُوْدُ كَبِيْرًا

إِنَّ الصَّغِيْرَ وَلَوْ تَقَادَمَ عَهْدُهُ عِنْدَ الْإِلٰهِ مُسْطَرًا تَسْطِيْرًا

فَازْجُرْ هَوَاكَ عِنْدَ الْبِطَالَةِ لَا تَكُنْ صَعْبَ الْقِيَادِ وَ شَمِّرَنْ تَشْمِيْرًا

إِنَّ الْمُحِبَّ إِذَا أَحَبَّ إِلٰهَهُ طَارَ الْفُؤَادُ وَأُلْهِمَ التَّفْكِيْرًا

فَاسْأَلْ هِدَايَتَكَ الْإِلٰهَ بِنِيَّةٍ فَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا

یعنی صغیرہ گناہوں کو بھی حقیر اور ناچیز نہ سمجھ' یہ صغیرہ کل کبیرہ ہو جائیں گے' گو گناہ چھوٹے ہوں اور انہیں کئے ہوئے بھی عرصہ گزر چکا ہو۔ اللہ کے پاس وہ صاف صاف لکھے ہوئے ہیں' بدی سے اپنے نفس کو روکے رکھ اور ایسا نہ ہو جا۔ کہ مشکل سے نیکی کی طرف آئے بلکہ اونچا دامن کر کے بھلائی کی طرف لپک۔ جب کوئی شخص سچے دل

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب القدر (٢٦٥٣ـ ١٦) ترمذی: کتاب القدر (٢١٥٦) مسند احمد (١٦٩/٢)]

[2] [سورة سبا: آیت ٥٤]

[3] [صحیح: ابن ماجه: کتاب الزهد: باب ذکر الذنوب (٤٢٤٣) مسند احمد (٧٠/٦)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه]

www.muhammadilibrary.com

سے اللہ کے ساتھ محبت کرتا ہے تو اس کا دل اڑنے لگتا ہے اور اسے اللہ کی جانب سے غور وفکر کی عادت الہام کی جاتی ہے' اپنے رب سے ہدایت طلب کر نیت کے ساتھ۔ ہدایت اور نصرت کرنے والا رب تجھے کافی ہوگا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان بدکاروں کے خلاف نیک کار لوگوں کی حالت ہوگی وہ تو ضلالت و تکلیف میں تھے اور اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے گئے اور سخت ڈانٹ ڈپٹ ہوئی' لیکن یہ نیک کار جنتوں میں ہوں گے بہتے ہوئے خوشگوار صاف صاف چشموں کے مالک ہوں گے اور عزت واکرام' رضوان وفضیلت' جود واحسان' فضل وامتنان' نعمت و رحمت' آسائش وراحت کے مکان میں خوش خوش رہیں گے' باری تعالیٰ مالک وقادر کا قرب انہیں نصیب ہوگا جو تمام چیزوں کا مالک ہے سب کے انداز مقرر کرنے والا ہے ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' وہ ان پرہیزگار رحم دل لوگوں کی ایک ایک خواہش پوری کرے گا ایک ایک چاہت عطا فرمائے گا' مسند احمد میں رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں عدل وانصاف کرنے والے نیک کردار لوگ اللہ کے پاس نور کے منبروں پر رحمٰن کی دائیں جانب ہوں گے اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں' یہ عادل لوگ وہ ہیں جو اپنے احکام میں اپنے اہل وعیال میں اور جو چیز ان کے قبضے میں ہو اس میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف نہیں کرتے بلکہ عدل وانصاف ہی سے کام لیتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ [1]

الحمد للہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سورۂ ﴿ اِقْتَرَبَتْ ﴾ کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک توفیق دے اور برائیوں سے بچائے۔ آمین

تفسیر سورہ رحمن

حضرت زر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا قرآن میں جو لفظ ﴿ مِنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ﴾ ہے یہ "اٰسِنٍ" لفظ ہے یا "اَسِنٍ" تو آپ نے فرمایا گویا تو نے باقی سارا قرآن سمجھ لیا ہے؟ اس نے کہا میں مفصل کی تمام سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھ لیا کرتا ہوں' آپ نے فرمایا پھر تو جیسے شعر جلدی جلدی پڑھے جاتے ہیں اسی طرح تو قرآن کو بھی جلدی جلدی پڑھتا ہوگا افسوس! مجھے خوب یاد ہے کہ مفصل کی ابتدائی کون کون سی دو برابر والی سورتوں کو آنحضرت ﷺ ملایا کرتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں مفصل کی سب سے پہلی سورت یہی سورۂ الرحمٰن ہے (مسند احمد) [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مجمع میں ایک روز تشریف لائے اور سورۂ الرحمٰن کی اول سے آخر تک تلاوت فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چپ چاپ سنتے رہے' آپ ﷺ نے فرمایا تم سے

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب فضیلۃ الامیر العادل (۱۸۲۷ ۔ ۱۸) مسند احمد (۲/۱۷۰)]

[2] [حسن : مسند احمد (۱/۴۱۲)] شیخ احمد شاکر اسے صحیح کہتے ہیں۔[التعلیق علی المسند] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

تو جنات ہی جواب دینے میں اچھے رہے میں نے جب ان کے سامنے اس سورت کی تلاوت کی تو میں جب کبھی ﴿فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ پڑھتا تو وہ کہتے ((لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ)) یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے تیرے ہی لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں (ترمذی) [1] یہ حدیث غریب ہے اور یہی روایت ابن جریر میں بھی مروی ہے اس میں ہے کہ یا تو آپ ﷺ نے یہ سورت پڑھی یا آپ ﷺ کے سامنے اس کی تلاوت کی گئی اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خاموشی پر آپ ﷺ نے یہ فرمایا اور جواب کے الفاظ یہ ہیں ((لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِ رَبِّنَا نُكَذِّبُ)) [2]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ
بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَ الشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَاۗءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا
فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا
لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۝ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ
وَ الرَّيْحَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

رحم وکرم والے اللہ کے نام سے شروع

رحمٰن نے قرآن سکھایا ○ اسی نے انسان کو پیدا کیا ○ اور اسے بولنا سکھایا ○ آفتاب اور ماہتاب مقرر حساب سے ہیں ○ اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت دونوں سجدہ کرتے ہیں ○ اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی۔ تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو ○ انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو ○ اسی نے مخلوق کیلئے زمین بچھا دی ○ جس میں میوے ہیں اور خوشے والی کھجور کے درخت ہیں ○ اور اناج ہے بھس والا اور پھول ہیں خوشبو دار ○ پس اے انسانو اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے ○

انسان پر اللہ کے احسانات: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اپنے فضل وکرم سے اس کا حفظ کرنا بالکل آسان کر دیا' اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں بیان سے مراد خیر وشر ہے لیکن بولنا ہی مراد لینا یہاں بہت اچھا ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ کا

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب التفسیر: سورة الرحمٰن (۳۲۹۱) بیهقی فی دلائل النبوۃ (۲/۲۳۲) مستدرك حاکم (۲/۴۷۴)] امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحه (۲۱۵۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن ہے۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۵۸۲)]

www.muhammadilibrary.com

قول بھی یہی ہے اور ساتھ ہی تعلیم قرآن کا ذکر ہے جس سے مراد تلاوت قرآن ہے اور تلاوت موقوف ہے بولنے کی آسانی پر ہر حرف اپنے مخرج سے بے تکلف زبان ادا کرتی رہتی ہے خواہ حلق سے نکلتا ہو خواہ دونوں ہونٹوں کے ملانے سے مختلف مخرج اور مختلف قسم کے حروف کی ادائیگی اللہ تعالیٰ نے انسان کو سکھا دی' سورج اور چاند ایک دوسرے کے پیچھے اپنے اپنے مقررہ حساب کے مطابق گردش میں ہیں نہ ان میں اختلاف ہو نہ اضطراب نہ یہ آگے بڑھے نہ وہ اس پر غالب آئے ہر ایک اپنی اپنی جگہ تیرتا پھرتا ہے' اور جگہ فرمایا ہے ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾ [1] الخ' اللہ صبح کو نکالنے والا ہے اور اسی نے رات کو تمہارے لئے آرام کا وقت بنایا ہے اور سورج چاند کو حساب پر رکھا ہے یہ مقررہ محور غالب و دانا اللہ کا طے کردہ ہے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام انسانوں' جنات' چوپایوں' پرندوں کی آنکھوں کی بصارت ایک ہی شخص کی آنکھوں میں سمودی جائے پھر بھی سورج کے سامنے جو ستر پردے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ شخص پھر بھی اس کی طرف دیکھ سکے باوجود یہ کہ سورج کا نور اللہ کی کرسی کے نور کا سترواں حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا سترواں حصہ ہے اور عرش کے نور کے جو پردے اللہ کے سامنے ہیں اس کے ایک پردے کے نور کا سترواں حصہ ہے پس خیال کرلو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جنتی بندوں کی آنکھوں میں کس قدر نور دے رکھا ہوگا کہ وہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے چہرے کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے بے روک دیکھیں گے (ابن ابی حاتم)

اس پر تو مفسرین کا اتفاق ہے کہ شجر اس درخت کو کہتے ہیں جو تنے والا ہو' لیکن نجم کے معنی کئی ایک ہیں بعض تو کہتے ہیں نجم سے مراد بیلیں ہیں جن کا تنا نہیں ہوتا اور زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں' بعض کہتے ہیں مراد اس سے ستارے ہیں جو آسمان میں ہیں۔ یہی قول زیادہ ظاہر ہے' گو اول قول امام ابن جریر رحمہ اللہ کا اختیار کردہ ہے۔ واللہ اعلم' قرآن کریم کی یہ آیت بھی اس دوسرے قول کی تائید کرتی ہے۔ فرمان ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ﴾ [2] الخ' کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کیلئے آسمان زمین کی تمام مخلوقات اور سورج' چاند' ستارے' پہاڑ' درخت' چوپائے' جانور' اور اکثر لوگ سجدہ کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے آسمان کو اس نے بلند کیا ہے اور اسی میں میزان قائم کی ہے یعنی عدل' جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ [3] یعنی یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ اور ترازو کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ لوگ عدل پر قائم ہو جائیں' یہاں بھی اس کے ساتھ ہی فرمایا تاکہ تم ترازو میں حد سے نہ گزر جاؤ یعنی اس اللہ نے آسمان و زمین کو حق اور عدل کے ساتھ پیدا کیا تاکہ تمام چیزیں حق و عدل کے ساتھ ہو جائیں' پس فرماتا ہے جب وزن کرو تو سیدھی ترازو سے عدل و حق کے ساتھ وزن کرو کمی زیادتی نہ کرو کہ لیتے وقت بڑھتی تول لیا اور دیتے وقت کم دے دیا

---

[1] [سورۃ الانعام : آیت ۹۶]   [2] [الحج : ۱۸]

[3] [الحدید : ۲۵]

www.muhammadilibrary.com

اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ﴾ [1] صحت کے ساتھ کھرے پن سے تول لیا کرو' آسمان کو تو اس نے بلند و بالا کیا اور زمین کو اس نے نیچی اور پست کر کے بچھا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑ مثل میخ کے گاڑ دیئے کہ وہ ملے جلے نہیں اور اس پر جو مخلوق بستی ہے وہ با آرام رہے۔

پھر زمین کی مخلوق کو دیکھو ان کی مختلف قسموں' مختلف شکلوں' مختلف رنگوں' مختلف زبانوں' مختلف عادات و اطوار پر نظر ڈال کر اللہ کی قدرت کاملہ کا اندازہ کرو۔ ساتھ ہی زمین کی پیداوار کو دیکھو کہ رنگ برنگ کے کھٹے میٹھے پھیکے سلونے طرح طرح کی خوشبوؤں والے میوے پھل فروٹ اور خاصۃً کھجور کے درخت جو نفع دینے والا اور لگنے کے وقت سے خشک ہو جانے تک اور اس کے بعد بھی کھانے کے کام میں آنے والا عام میوہ ہے' اس پر خوشے ہوتے ہیں جنہیں چیر کر یہ باہر آتا ہے پھر گدلا ہو جاتا ہے پھر تر ہو جاتا ہے پھر پک کر ٹھیک ہو جاتا ہے بہت نافع ہے' ساتھ ہی اس کا درخت بالکل سیدھا اور بے ضرر ہوتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ قیصر نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میرے قاصد جو آپ کے پاس سے واپس آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ کے ہاں ایک درخت ہوتا ہے جس کی سی خوصلت کسی اور میں نہیں' وہ جانور کے کان کی طرح زمین سے نکلتا ہے پھر کھل کر موتی کی طرح ہو جاتا ہے پھر سبز ہو کر زمرد کی طرح ہو جاتا ہے' پھر سرخ ہو کر یاقوت جیسا بن جاتا ہے اور تیار ہو کر بہترین فالودے کے مزے کا ہو جاتا ہے پھر خشک ہو کر مقیم لوگوں کے بچاؤ کی اور مسافروں کے توشے بھتے کی چیز بن جاتا ہے' پس اگر میرے قاصد کی یہ روایت صحیح ہے تو میرے خیال سے تو یہ درخت جنتی درخت ہے۔

اس کے جواب میں شاہ اسلام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ یہ خط اللہ کے غلام مسلمانوں کے بادشاہ عمر کی طرف سے شاہ روم قیصر کے نام' آپ کے قاصدوں نے جو خبر آپ کو دی ہے وہ سچ ہے اس قسم کے درخت ملک عرب میں بکثرت ہیں یہی وہ درخت ہے جسے اللہ نے مریم علیہا السلام کے پاس اگایا تھا جبکہ ان کے لڑکے عیسیٰ علیہ السلام ان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے پس اے بادشاہ! اللہ سے ڈر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نہ سمجھ اللہ ایک ہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام جیسی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہو جا پس وہ ہو گئے اللہ کی طرف سے سچی اور حق بات یہی ہے تجھے چاہئے کہ شک و شبہ کرنے والوں میں نہ رہے [2] ﴿اَكْمَامِ﴾ کے معنی لیف کے بھی کئے گئے ہیں جو درخت کھجور کی گردن پر پوست کی طرح ہوتا ہے اور اس نے زمین میں بھوسی اور اناج پیدا کیا' ﴿عَصْف﴾ کے معنی کھیتی کے وہ سبز پتے جو اوپر سے کاٹ دیئے گئے ہوں پھر سکھا لئے گئے ہوں۔ ﴿رَيْحَان﴾ سے مراد پتے یا یہی ریحان جو اسی نام سے مشہور ہے یا کھیتی کے سبز پتے' مطلب یہ ہے کہ گیہوں جو وغیرہ کے وہ دانے جو خوشہ میں بھوسی سمیت ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھیتی سے پہلے ہی اگے ہوئے پتوں کو تو ﴿عَصْف﴾ کہتے ہیں اور جب دانے نکل آئیں بالیں پیدا ہو جائیں تو انہیں ریحان کہتے ہیں جیسے کہ زید بن عمرو بن نفیل کے مشہور قصیدے میں ہے۔

---

[1] [الشعراء : ۱۸۲] [2] [سورۃ آل عمران : آیت ۵۹ ـ ۶۰]

www.muhammadilibrary.com

پھر فرماتا ہے اے جنو اور انسانو! تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یعنی تم اس کی نعمتوں میں سر سے پیر تک ڈوبے ہوئے ہو اور مالا مال ہو رہے ہو ناممکن ہے کہ حقیقی طور پر تم کسی نعمت کا انکار کر سکو اور اسے جھوٹ بتا سکو' ایک دو نعمتیں ہوں تو خیر یہاں تو سر تا پا اس کی نعمتوں سے دبے ہوئے ہو' اسی لئے مومن جنوں نے اسے سن کر جھٹ سے جواب دیا ((اَللّٰهُمَّ وَلَا بِشَيْءٍ مِّنْ اٰلَائِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ)) ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے "لَا بِاَيِّهَا يَارَبِّ" یعنی خدایا ہم ان میں سے کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسما رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شروع شروع رسالت کے زمانہ میں ابھی امر اسلام کا پوری طرح اعلان نہ ہوا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں رکن کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں اس سورت کی تلاوت فرما رہے تھے اور مشرکین بھی سن رہے تھے۔ [1]

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

اس نے انسان کو ایسی آواز دینے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی ○ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا ○ پس تم دونوں اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ○ وہ رب ہے دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا ○ تو اے انسانو اور جنو! تم اپنے رب کی کس کس نعمت نعمت کے منکر بنو گے؟ ○ اس نے دو دریا چلائے جو ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں ○ ان دونوں میں ایک حجاب ہے کہ اس سے بڑھ نہیں سکتے ○ پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے تم منکر بنو گے؟ ○ ان دونوں میں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں ○ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ ○ اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑ کی طرح کھڑے ہوئے چل پھر رہے ہیں ○ پس اے انسانو اور جنو تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ○

انسان کی تخلیق مٹی سے اور جنات کی آگ سے: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ انسان کی پیدائش بجنے والی ٹھیکری جیسی مٹی سے ہوئی ہے اور جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے ہوئی ہے جو خالص اور احسن تھا' مسند کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فرشتے نور سے' جنات نار سے اور انسان اس مٹی سے جس کا ذکر تمہارے سامنے

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۳۴۹/۶) طبرانی کبیر (۸۶/۲۴) مجمع الزوائد (۲۰۳/۷) المسند الجامع (۱۰۷۳۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۶۹۵۵)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

ہو چکا ہے پیدا کیے گئے ہیں[1] پھر اپنی کسی نعمت کے نہ جھٹلانے کی ہدایت کر کے فرماتا ہے جاڑے اور گرمی کے دو سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے مقامات کا رب اللہ ہی ہے' دو سے مراد سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کی دو مختلف جگہیں ہیں کہ وہاں سے سورج چڑھتا اترتا ہے اور موسم کے لحاظ سے یہ بدلتی رہتی ہیں ہر دن انقلاب لاتا ہے' جیسے دوسری آیت میں ہے مشرق و مغرب کا رب وہی ہے تو اسی کو اپنا وکیل سمجھ' تو یہاں مراد جنس مشرق و مغرب ہے مراد طلوع و غروب کی دو جگہ ہیں' اور چونکہ طلوع و غروب کی جگہ جدا جدا ہونے میں انسانی منفعت اور اس کی مصلحت بینی تھی اس لئے پھر فرمایا کہ کیا اب بھی تم اپنے رب کی نعمتوں کے منکر ہی رہو گے؟

اس کی قدرت کا مظاہرہ دیکھو کہ دو سمندر برابر چل رہے ہیں ایک کھاری پانی کا ہے دوسرا میٹھے پانی کا لیکن نہ اس کا پانی اس میں مل کر اسے کھاری کرتا ہے نہ اس کا میٹھا پانی اس میں مل کر اسے میٹھا کر سکتا ہے بلکہ دونوں اپنی رفتار میں چل رہے ہیں' دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے' نہ وہ اس میں مل سکے نہ وہ اس میں جا سکے یہ اپنی حد میں ہے وہ اپنی حد میں اور قدرتی فاصلہ انہیں الگ الگ کیے ہوئے ہے' حالانکہ دونوں پانی ملے ہوئے ہیں۔ سورۂ فرقان کی آیت ﴿ وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ ﴾[2] الخ' کی تفسیر میں اس کی پوری تشریح گزر چکی ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آسمان میں جو پانی کا قطرہ ہے اور صدف جو زمین کے دریا میں ہے ان دونوں سے مل کر لؤلؤ پیدا ہوتا ہے' واقعہ تو یہ ٹھیک ہے لیکن اس آیت کی تفسیر اس طرح کرنی کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ آیت میں ان دونوں کے درمیان برزخ یعنی آڑ کا ہونا بیان فرمایا گیا ہے جو اس کو اس سے روکے ہوئے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں زمین میں ہی ہیں بلکہ ایک دوسرے سے لگے لگے چلتے ہیں مگر قدرت انہیں جدا رکھتی ہے' آسمان و زمین کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ برزخ اور حجر نہیں کہا جاتا اس لئے صحیح قول یہی ہے کہ یہ زمین کے دو دریاؤں کا ذکر ہے نہ کہ آسمان اور زمین کے دریا کا۔ ان دونوں میں سے یعنی دونوں میں سے ایک میں سے۔ جیسے اور جگہ جن و انس کو خطاب کر کے سوال ہوا ہے کہ کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ ظاہر ہے کہ رسول انسانوں میں سے ہی ہوئے ہیں جنات میں کوئی جن رسول نہیں آیا۔ تو جیسے یہاں اطلاع صحیح ہے حالانکہ وقوع ایک میں ہی ہے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی اطلاق دونوں دریا پر ہے اور وقوع ایک میں ہی ہے لؤلؤ یعنی موتی تو ایک مشہور و معروف چیز ہے۔ مرجان کی نسبت کہا گیا ہے کہ چھوٹے موتی کو کہتے ہیں[3] اور کہا گیا ہے کہ بہترین اور عمدہ موتی کو مرجان کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں سرخ رنگ جواہر کو کہتے ہیں' بعض کہتے ہیں سرخ رنگ مہرے کا نام ہے' اور آیت میں ہے ﴿ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ﴾[4] یعنی تم ہر ایک میں سے نکلا ہوا گوشت کھاتے ہو جو تازہ ہوتا ہے اور

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٦/١٥٣) صحیح مسلم : کتاب الزھد (٦٠ - ٢٩٩٦)]

[2] [سورۃ الفرقان : آیت ٥٣]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٥٨٩)]

[4] [سورۃ فاطر : آیت ١٢]

www.muhammadilibrary.com

پہننے کے زیور نکالتے ہو تو خیر مچھلی تو کھاری اور میٹھے دونوں پانی سے نکلتی ہے اور موتی مونگے صرف کھاری پانی میں سے نکلتے ہیں میٹھے میں سے نہیں نکلتے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آسمان کا جو قطرہ سمندر کی سیپ کے منہ میں سیدھا جاتا ہے وہ لؤلؤ بن جاتا ہے' اور جب صدف میں نہیں جاتا تو اس سے عنبر پیدا ہوتا ہے' مینہ برستے وقت سیپ اپنا منہ کھول دیتی ہے پس اس نعمت کو بیان فرما کر پھر دریافت فرماتا ہے کہ ایسی ہی بیشمار نعمتیں جس رب کی ہیں تم بھلا کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ سمندر میں چلنے والے بڑے بڑے بادلوں والے جہاز جو دور سے نظر پڑتے ہیں اور پہاڑوں کی طرح کھڑے دکھائی دیتے ہیں جو ہزاروں من مال اور سینکڑوں انسانوں کو ادھر ادھر لے جاتے ہیں یہ بھی تو اس اللہ کی ملکیت میں ہیں اس عالیشان نعمت کو یاد دلا کر پوچھتا ہے کہ اب بتلاؤ انکار کئے کیسے بن آئے گی؟ حضرت عمیرہ بن سعد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں اللہ کے شیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے پر تھا ایک بلند و بالا بڑا جہاز آ رہا تھا اسے دیکھ کر آپ نے اس کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے پہاڑوں جیسی ان کشتیوں کو امواج سمندر میں جاری کیا ہے نہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا نہ اس کے قتل کا ارادہ کیا نہ قاتلوں کے ساتھ شریک ہوا نہ ان سے خوش نہ ان پر نرم۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ
هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾

روئے زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں ○ صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت واحسان والی ہے باقی رہ جائے گی ○ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کے منکر ہو گے؟ ○ سب آسمان و زمین والے اس سے مانگتے ہیں ہر روز وہ ایک شان میں ہے ○ پس اپنے رب کی کونسی نعمت کا تم انکار کر رہے ہو؟ ○

ہر چیز فنا ہونے والی ہے: فرماتا ہے کہ زمین کی کل مخلوق فنا ہونے والی ہے ایک دن آئے گا کہ اس پر کچھ نہ ہو گا کل جاندار مخلوق کو موت آ جائے گی اسی طرح کل آسمان والے بھی موت کا مزہ چکھیں گے مگر جسے اللہ چاہے صرف اللہ کی ذات باقی رہ جائے گی جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گی' جو موت و فوت سے پاک ہے' حضرت قتادہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اولاً تو پیدائش عالم کا ذکر فرمایا پھر اس کی فنا کا بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک منقول دعا میں یہ بھی ہے ﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لَنَا شَاْنَنَا كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّلَا اِلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ﴾ یعنی اے ہمیشہ جینے اور ابدالآباد تک باقی اور تمام قائم رہنے والے اللہ! اے آسمان و زمین کے ابتداءً پیدا کرنے والے۔ اے رب جلال اور بزرگی والے پروردگار تیرے سوا کوئی نہیں ہم تیری رحمت ہی سے

www.muhammadilibrary.com

استغاثہ کرتے ہیں، ہمارے تمام کام تو بنا دے اور آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تو ہمیں ہماری طرف نہ سونپ اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی کی طرف۔ حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تو ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ پڑھے تو ٹھہر نہیں اور ساتھ ہی ﴿وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ پڑھ لے۔ اس آیت کا مضمون دوسری آیت میں ان الفاظ سے ہے ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ [1] سوائے ذات باری کے ہر چیز ناپید ہونے والی ہے، پھر اپنے چہرہ کی تعریف میں فرماتا ہے وہ ذوالجلال ہے یعنی اس قابل ہے کہ اس کی عزت کی جائے اس کا جاہ و جلال مانا جائے اور اس کے احکام کی پوری اطاعت کی جائے اور اس کے فرمان کی خلاف ورزی سے رکا جائے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ﴾ [2] الخ جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں اور اسی کی ذات کے مرید ہیں تو انہی کے ساتھ اپنے نفس کو وابستہ رکھ اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ نیک لوگ صدقہ دیتے وقت سمجھتے ہیں کہ ہم محض اللہ کی رضا کیلئے کھلاتے پلاتے ہیں وہ کبریائی عظمت اور جلال والا ہے، پس اس بات کو بیان فرما کر کہ تمام اہل زمین فوت ہونے میں اور پھر اللہ کے سامنے قیامت کے دن پیش ہونے میں برابر ہیں اور اس دن وہ بزرگی والا اللہ ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ حکم فرمائے گا، ساتھ ہی فرمایا اب تم اے جن وانس رب کی کونسی نعمت کا انکار کرتے ہو؟

پھر فرماتا ہے کہ وہ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور کل مخلوق اس کی یکسر محتاج ہے۔ سب کے سب سائل ہیں اور وہ غنی ہے سب فقیر ہیں اور وہ سب کے سوال پورے کرنے والا ہے، ہر مخلوق اپنے حال وقال سے اپنی حاجتیں اس کی بارگاہ میں لے جاتی ہے اور ان کے پورا ہونے کا سوال کرتی ہے۔ ہر دن نئی شان میں ہے، اس کی شان ہے کہ ہر پکارنے والے کو جواب دے۔ مانگنے والے کو عطا فرمائے، تنگ حالوں کو کشادگی دے، مصیبت و آفات والوں کو رہائی بخشے بیماروں کو تندرستی عنایت فرمائے، غم و ہم دور کرے، بیقرار کی بیقراری کے وقت دعا کو قبول فرما کر اسے قرار اور آرام عنایت فرمائے گنہگاروں کے واویلا پر متوجہ ہو کر خطاؤں سے درگزر فرمائے، گناہوں کو بخشے، زندگی وہ دے، موت وہ دے تمام زمین والے کل آسمان والے اس کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے اور دامن پھیلائے ہوئے ہیں چھوٹوں کو بڑا وہ کرتا ہے قیدیوں کو رہائی وہ دیتا ہے، نیک لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے والا، ان کی پکار کا مدعا، ان کے شکوے شکایت کا مراجع وہی ہے، غلاموں کو آزاد کرنے کی رغبت دلانے والا اور ان کو اپنی طرف سے عطیہ وہی عطا فرماتا ہے یہی اس کی شان ہے، ابن جریر رحمہ اللہ میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ شان کیا ہے؟ فرمایا گناہوں کو بخشنا، دکھ کو دور کرنا، لوگوں کو ترقی اور تنزل پر لانا [3] ابن ابی حاتم میں اور ابن عساکر میں بھی اس کے ہم معنی ایک حدیث ہے۔ صحیح بخاری میں یہ روایت معلقاً حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے قول سے مروی ہے۔ [4]

---

[1] [سورۃ القصص : آیت ۸۸] [2] [سورۃ الکھف : آیت ۲۸]

[3] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۵۹۲/۱۱)] اس میں عمرو بن بکر راوی ضعیف ہے۔]

[4] [**ضعیف** : مسند بزار (۲۲۶۸)] اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمن راوی ضعیف ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

بزار میں بھی کچھ کمی کے ساتھ مرفوعاً مروی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اس کے دونوں تختے سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا علم نوری ہے' اس کی چوڑائی زمین وآسمان کے برابر ہے۔ ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ اسے دیکھتا ہے ہر نگاہ پر کسی کو زندگی دیتا ہے اور مارتا اور کسی کو عزت و ذلت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔ (1)

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾

اے جنو اور انسانو عنقریب ہم سب سے فارغ ہو کر تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں گے ○ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ ○ اے گروہ جنات وانسان اگر تم میں آسمان اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو بالکل بھاگو' بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے ○ پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرتے ہو؟ ○ تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے ○ پھر اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس نعمت کا تم انکار کرو گے؟ ○

فارغ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اب وہ کسی مشغولیت میں ہے بلکہ یہ بطور تنبیہ کے فرمایا گیا ہے کہ صرف تمہاری طرف پوری توجہ فرمانے کا زمانہ قریب آ گیا ہے' اب کھرے کھرے فیصلے ہو جائیں گے اسے کوئی اور چیز مشغول نہ کرے گی بلکہ صرف تمہارا حساب ہوگا' محاورہ عرب کے مطابق یہ کلام کیا گیا ہے' جیسے غصہ کے وقت کوئی کسی سے کہتا ہے اچھا فرصت میں تجھ سے نپٹ لوں گا' تو یہ معنی نہیں کہ اس وقت مشغول ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ ایک خاص وقت تجھ سے نپٹنے کو نکالوں گا اور تیری غفلت میں تجھے پکڑ لوں گا۔ "ثَقَلَیْن" سے مراد انسان اور جن ہیں' جیسے ایک حدیث میں ہے اسے سوائے ثقلین کے ہر چیز سنتی ہے اور دوسری حدیث میں ہے سوائے انسانوں اور جنوں کے (2) اور حدیث صور میں صاف ہے کہ ثقلین یعنی جن وانس' پھر تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ اے جنو اور انسانو! تم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مقرر کردہ تقدیر سے بھاگ کر بچ نہیں سکتے بلکہ وہ تم سب کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے اس کا ہر ہر حکم تم پر بے روک جاری ہے جہاں جاؤ اسی کی سلطنت ہے حقیقتاً یہ میدان محشر میں واقع ہوگا کہ مخلوقات کو ہر طرف سے فرشتے احاطہ کئے ہوئے ہوں گے چاروں جانب ان کی سات سات صفیں ہوں گی کوئی بغیر دلیل ادھر سے ادھر نہ ہو سکے گا اور دلیل سوائے امر الٰہی یعنی حکم اللہ کے اور کچھ نہیں۔ انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کدھر ہے؟ لیکن جواب ملے گا کہ آج تو

---

(1) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/ ۵۹۲)]

(2) [صحیح: مسند احمد (۳/ ۴) صحیح بخاری: کتاب الجنائز (۱۳۳۸)]

www.muhammadilibrary.com

رب کے سامنے ہی کھڑا ہونے کی جگہ ہے۔

اور آیت میں ﴿وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ﴾ [1] الخ، یعنی بدیاں کرنے والوں کو ان کی برائیوں کے مانند سزا ملے گی ان پر ذلت سوار ہوگی اور اللہ کی پکڑ سے پناہ دینے والا کوئی نہ ہوگا ان کے منہ مثل اندھیری رات کے ٹکڑوں کے ہوں گے یہ جہنمی گروہ ہے جو ہمیشہ جہنم میں ہی رہے گا۔ شُوَاظٌ کے معنی آگ کے شعلے جو دھواں ملے ہوئے سبز رنگ کے جھلسا دینے والے ہوں گے۔ بعض کہتے ہیں بے دھویں کا آگ کے اوپر شعلہ جو اس طرح لپکتا ہے کہ گویا پانی کی موج ہے نُحَاسٌ کہتے ہیں دھویں کو یہ لفظ نون کے زبر سے بھی آتا ہے لیکن یہاں قرأت نون کے پیش سے ہی ہے۔ نابغہ کے شعر میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے۔

ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شواظ سے مراد وہ شعلہ ہے جس میں دھواں نہ ہو اور آپ نے اس کی سند میں امیہ بن صلت کا شعر پڑھ سنایا۔ اور نحاس کے معنی آپ نے کیے ہیں محض دھواں جس میں شعلہ نہ ہو اور اس کی شہادت میں بھی ایک عربی شعر نابغہ کا پڑھ سنایا۔ [2] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نحاس سے مراد پیتل ہے جو پگھلایا جائے گا اور ان کے سروں پر بہایا جائے گا۔ بہر صورت مطلب یہ ہے کہ اگر تم قیامت کے دن میدان محشر سے بھاگنا چاہو تو میرے فرشتے اور جہنم کے داروغے تم پر آگ برسا کر دھواں چھوڑ کر تمہارے سر پر پگھلا ہوا پیتل بہا کر تمہیں واپس لوٹا دیں گے تم نہ ان کا مقابلہ کر سکتے ہو نہ انہیں دفع کر سکتے ہو نہ ان سے انتقام لے سکتے ہو۔ پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

پس جبکہ آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے جیسے کہ سرخ نری کا چمڑہ ○ پھر اے آدمیو اور جنو! تم دونوں اپنے رب کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ○ اس دن کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہوں کی پرسش نہ کی جائیگی ○ پھر تمہیں اپنے رب کی کس نعمت کا انکار ہے؟ ○ گنہگار صرف حلیہ سے ہی پہچان لئے جائیں گے اور انکی پیشانیوں کے بال اور قدم پکڑ لئے جائیں گے ○ کیا پھر بھی تم اپنے رب کی کسی نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ ○ یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھوٹا جانتے تھے ○ اسکے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر کھائیں گے ○ پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ ○

قیامت کا ایک منظر: آسمان کا پھٹ جانا اور آیتوں میں بھی بیان ہوا ہے۔ ارشاد ہے ﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ

[1] [سورۃ یونس: آیت ۲۷]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۵۹۷)]

www.muhammadilibrary.com

﴿فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ﴾ [1] ایک اور جگہ ہے ﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ﴾ [2] الخ' اور فرمان ہے ﴿إِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ﴾ [3] الخ' وغیرہ۔ جس طرح چاندی وغیرہ پگھلائی جاتی ہے یہی حالت آسمان کی ہوجائے گی رنگ پر رنگ بدلے گا کیونکہ قیامت کی ہولناکی اس کی شدت ودہشت ہے ہی ایسی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اور آسمان ان پر ہلکی بارش کی طرح برستا ہوگا [4] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سرخ چمڑے کی طرح ہوجائے گا۔ ایک روایت میں ہے گلابی رنگ گھوڑے کے رنگ جیسا آسمان کا رنگ ہوجائے گا۔ ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے گلابی رنگ ہوگا۔ گلابی رنگ گھوڑے کا رنگ موسم بہار میں تو زردی مائل نظر آتا ہے اور جاڑے میں بدل کر سرخ چھتا ہے' جوں جوں سردی بڑھتی ہے اس کا رنگ متغیر ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح آسمان بھی رنگ پر رنگ بدلے گا' پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجائے گا۔ جیسے روغن گلاب کا رنگ ہوتا ہے اس رنگ کا آسمان ہوجائے گا۔ آج وہ سبز رنگ ہے اس دن اس کا رنگ سرخی لئے ہوگا زیتون کی تلچھٹ جیسا ہوجائے گا۔ جہنم کی آگ کی تپش اسے پگھلا کر تیل جیسا کردے گی۔ اس دن کسی مجرم سے اس کا جرم نہ پوچھا جائے گا جیسے ایک اور آیت میں ہے ﴿هَٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ﴾ [5] الخ' یہ وہ دن ہے کہ بات نہ کریں گے۔ نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر معذرت کریں۔ ہاں اور آیات میں ان کا بولنا عذر کرنا ان سے حساب لیا جانا وغیرہ بھی بیان ہوا ہے' فرمان ہے ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ [6] تیرے رب کی قسم! ہم سب سے سوال کریں گے اور ان کے تمام کاموں کی پرسش کریں گے۔ تو مطلب یہ ہے کہ ایک موقعہ پر یہ ہے' دوسرے موقعہ پر یہ ہے۔ پرسش ہوئی حساب کتاب ہوا عذر معذرت ختم کردی گئی اب منہ پر مہر لگ گئی ہاتھ پاؤں اور اعضاءِ جسم نے گواہی دے دی پھر پوچھ گچھ کی ضرورت نہ رہی عذر معذرت توڑ دی گئی۔ اور یہ تطبیق بھی ہے کہ کسی سے نہ پوچھا جائے گا کہ فلاں عمل کیا؟ یا نہیں؟ کیونکہ اللہ کو خوب معلوم ہے' اس سے جو سوال ہوگا وہ یہ کہ ایسا کیوں کیا؟

تیسرا قول یہ ہے کہ فرشتے پوچھیں گے نہیں وہ تو چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیں گے اور جہنم کی زنجیروں میں باندھ کر اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم واصل کریں گے جیسے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ گنہگار اپنے چہروں اور اپنی خاص علامتوں سے پہچان لئے جائیں گے۔ چہرے سیاہ ہوں گے آنکھیں کیری ہوں گی' ٹھیک اسی طرح مومنوں کے چہرے بھی الگ ممتاز ہوں گے۔ ان کے اعضائے وضو چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ گنہگاروں کو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا جس طرح بڑی لکڑی کو دو طرف سے پکڑ کر تنور میں جھونک دیا جاتا ہے' پیٹھ کی طرف سے زنجیر لا کر گردن اور پاؤں ایک کر کے باندھ دیئے جائیں گے۔ کمر توڑ دی جائے گی اور قدم اور پیشانی ملا دی جائے گی اور جکڑ دیا جائے گا۔ مسند احمد میں ہے قبیلہ بنو کندہ کا ایک شخص مائی

---

[1] [الحاقہ : ١٦] [2] [الفرقان : ٢٥] [3] [الانشقاق : ١۔٢]

[4] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (٣/٢٦٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٣٨١٤)]

[5] [سورۃ المرسلات : آیت ٣٥۔٣٦] [6] [سورۃ الحجر : آیت ٩٢۔٩٣]

www.muhammadilibrary.com

عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ پردے کے پیچھے بیٹھا اور ام المومنین رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ کسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی شفاعت کا اختیار نہ ہوگا ؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ہاں ایک مرتبہ ایک ہی کپڑے میں ہم دونوں تھے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب کہ پل صراط رکھا جائے گا اس وقت مجھے کسی کی شفاعت سفارش کا اختیار نہ ہوگا یہاں تک کہ میں جان لوں کہ خود مجھے کہاں لے جاتے ہیں؟ اور جس وقت چہرے سیاہ سفید ہونے شروع ہو جائیں گے یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟ یا فرمایا یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ مجھ پر کیا وحی بھیجی جاتی ہے؟ اور جب جہنم پر پل رکھا جائے اور اسے تیز اور گرم کیا جائے' میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تیزی اور گرمی کی کیا حد ہے؟ فرمایا تلوار کی دھار جیسا تیز ہوگا اور آگ کے انگارے جیسا گرم ہوگا' مومن تو بے ضرر گزر جائیں گے اور منافق لٹک جائے گا جب بیچ میں پہنچے گا اس کے قدم پھسل جائیں گے یہ اپنے ہاتھ اپنے پیروں کی طرف جھکائے گا جس طرح کوئی ننگے پاؤں چل رہا ہو اور اسے کانٹا لگ جائے اور اس زور کا لگے کہ اس نے اس کا پاؤں چھید دیا تو کس طرح بے صبری اور جلدی سے وہ سر اور ہاتھ جھکا کر اس کی طرف جھک پڑتا ہے' اسی طرح یہ جھکے گا ادھر یہ جھکا ادھر داروغہ جہنم کی آگ میں گرا دے گا جس میں وہ تقریباً پچاس سال تک وہ گہرا اترتا جائے گا' میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جہنمی کس قدر بوجھل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا مثل دس گابھن اونٹنیوں کے وزن کے' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی (1) یہ حدیث غریب ہے اور اس کے بعض فقروں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے ہونا منکر ہے اور اس کی اسناد میں ایک شخص ہے جس کا نام بھی نیچے کے راوی نے نہیں لیا۔ اس جیسی دلیلیں صحت کے قابل نہیں ہوتیں۔ واللہ اعلم۔ ان گنہگاروں سے کہا جائے گا کہ لو جس جہنم کا تم انکار کرتے تھے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو یہ انہیں بطور رسوا اور ذلیل کرنے شرمندہ اور نادم کرنے ان کی خفت بڑھانے کیلئے کہا جائے گا پھر ان کی یہ حالت ہوگی کہ کبھی آگ کا عذاب ہو رہا ہے' کبھی پانی کا۔ کبھی جحیم میں جلائے جاتے ہیں اور کبھی حمیم پلائے جاتے ہیں۔ جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح محض آگ ہے جو آنتوں کو کاٹ دیتی ہے اور جگہ ہے ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ﴾ (2) الخ' جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی وہ حمیم سے جحیم میں گھسیٹے جائیں گے اور بار بار یہ جلائے جائیں گے۔ یہ گرم پانی حد درجہ کا گرم پانی ہوگا' بس یوں کہنا ٹھیک ہے کہ وہ بھی جہنم کی آگ ہی ہے جو پانی کی صورت میں ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آسمان و زمین کی ابتدائی پیدائش کے وقت سے آج تک وہ گرم کیا جا رہا ہے۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں بدکار شخص کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے اس گرم پانی میں ایک غوطہ دیا جائے گا تمام گوشت گل جائے گا اور ہڈیوں کو چھوڑ دے گا۔ بس دو آنکھیں اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائے گا اسی کو فرمایا ﴿فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ﴾ ان کے معنی حاضر کے بھی کئے گئے اور آیت میں ہے

---

(1) [ضعیف : شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف کیونکہ عائشہؓ سے بیان کرنے والا راوی مجہول ہے۔]

(2) [سورۃ غافر : آیت ۷۱۔۷۲]

www.muhammadilibrary.com

﴿تُسۡقٰى مِنۡ عَيۡنٍ اٰنِيَةٍ﴾ [1] سخت گرم موجود پانی کی نہر سے انہیں پانی پلایا جائے گا جو ہرگز نہ پی سکیں گے کیونکہ وہ بے انتہا گرم بلکہ مثل آگ کے ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿غَيۡرَ نٰظِرِيۡنَ اِنٰىهُ﴾ [2] وہاں مراد تیاری اور پک جانا ہے۔ چونکہ بدکاروں کی سزا اور نیک کاروں کی جزا بھی اس کا فضل و رحمت اور عدل و لطف ہے اپنے ان عذابوں کا قبل از وقت بیان کر دینا تاکہ شرک و معاصی کے کرنے والے ہوشیار ہو جائیں یہ بھی اس کی نعمت ہے اس لئے فرمایا پھر تم اے جن و انس اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟۔

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَاۤ اَفۡنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِيۡهِمَا عَيۡنٰنِ تَجۡرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيۡهِمَا مِنۡ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوۡجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾

اس شخص کیلئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو دو جنتیں ہیں ○ پس اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سے کس کو تم جھوٹا جانتے ہو؟ ○ دونوں جنتیں بہت سی ٹہنیوں اور شاخوں والی ہیں ○ پھر اپنے رب کی کس نعمت کو جھوٹا سمجھتے ہیں؟ ○ ان دونوں جنتوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہیں ○ سوائے جن و انس! تم اپنے رب کی کونسی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے؟ ○ ان دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میوے بھی جوڑا جوڑا ہوں گے ○ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے؟ ○

آخرت کی فکر کرنے والوں کے لیے جنت: ابن شوذب اور عطا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آیت ﴿وَلِمَنۡ خَافَ﴾ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، حضرت عطیہ بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے کہا تھا مجھے آگ میں جلا دینا تاکہ میں اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈنے پر نہ ملوں یہ کلمہ کہنے کے بعد ایک رات ایک دن توبہ کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اور اسے جنت میں لے گیا۔ [3] لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول یہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر اپنے دل میں رکھتا ہے اور اپنے آپ کو نفس کی خواہشوں سے بچاتا ہے اور سرکشی نہیں کرتا زندگانی دنیا کے پیچھے پڑ کر آخرت سے غفلت نہیں کرتا بلکہ آخرت کی فکر زیادہ کرتا ہے اور اسے بہتر اور پائیدار سمجھتا ہے فرائض بجا لاتا ہے محرمات سے رکتا ہے، قیامت کے دن اسے ایک چھوڑ دو دو جنتیں ملیں گی۔ صحیح بخاری میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو جنتیں چاندی کی ہوں گی اور ان کا تمام سامان بھی چاندی کا ہی ہوگا اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کا ہوگا ان جنتیوں میں اور دیدار باری میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی سوائے اس کبریائی کے پردے کے جو اللہ عز وجل کے چہرے پر ہے یہ جنت

---

[1] [الغاشیہ : ۵]

[2] [الاحزاب : ۵۳]

[3] [الدر المنثور (۲۰۲/۶)]

www.muhammadilibrary.com

عدن میں ہوں گے [1] یہ حدیث صحاح کی اور کتابوں میں بھی ہے بجز ابوداؤد کے' راوی حدیث حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے خیال میں تو یہ حدیث مرفوع ہے۔ تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَلِمَنْ خَافَ﴾ اور ﴿وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ﴾ کی۔ سونے کی دو جنتیں مقربین کیلئے اور چاندی کی دو جنتیں اصحاب یمین کیلئے۔ [2] حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس آیت کی تلاوت کی تو میں نے کہا اگر چہ زنا اور چوری بھی اس سے ہوگئی ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی آیت پڑھی میں نے پھر یہی کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی آیت پڑھی میں نے پھر یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ (نسائی) [3]

بعض سند سے یہ روایت موقوف بھی مروی ہے اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ جس دل میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف ہوگا ناممکن ہے کہ اس سے زنا ہو یا وہ چوری کرے' یہ آیت عام ہے انسانوں اور جنات دونوں کو شامل ہے اور اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ جنوں میں بھی جو ایمان لائیں اور تقویٰ کریں وہ جنت میں جائیں گے' اسی لئے جن وانس کو اس کے بعد خطاب کرکے فرماتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟ پھر ان دونوں جنتوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ یہ نہایت ہی سرسبز وشاداب ہیں بہترین اعلیٰ خوش ذائقہ عمدہ اور تیار پھل ہر قسم کے ان میں موجود ہیں۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اپنے پروردگار کی کسی نعمت کا انکار کرو۔ ﴿أَفْنَانٍ﴾ شاخوں اور ڈالیوں کو کہتے ہیں۔ یہ اپنی کثرت سے ایک دوسرے سے ملی جلی ہوئی ہوں گی اور سایہ دار ہوں گی جن کا سایہ دیواروں پر بھی چڑھا ہوا ہوگا' عکرمہ رحمہ اللہ یہی معنی بیان کرتے ہیں اور عربی کے شعر کو اس پر دلیل میں وارد کرتے ہیں' یہ شاخیں سیدھی اور پھیلی ہوئی ہوں گی' رنگ برنگ کی ہوں گی۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان میں طرح طرح کے میوے ہوں گی' کشادہ اور گھنے سایہ والی ہوں گی۔ یہ تمام اقوال صحیح ہیں اور ان میں کوئی منافاۃ نہیں یہ تمام اوصاف ان شاخوں میں ہوں گے' حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس کی شاخوں کا سایہ اس قدر دراز ہے کہ سوار سو سال تک اس میں چلا جائے۔ یا فرمایا کہ سو سوار اس کے تلے سایہ حاصل کرلیں۔ سونے کی ٹڈیاں اس

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب من تفسیر سورة الرحمن (٤٨٧٨)، (٧٤٤٤) صحیح مسلم : کتاب الایمان (٤٤٧۔ ٢٩٦) ترمذی : کتاب صفه الجنة : باب ما جآء فی صفة غرف الجنة (٢٥٢٨) ابن ماجه : مقدمه : باب فیما انکرت الجهمیة (١٨٦) مسند احمد (٤١١/٤)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٣٠٨٩)]

[3] [صحیح: تفسیر ابن جریر الطبری (٣٣٠٨٨) نسائی فی التفسیر (٥٨٠) وفی السنن الکبری (٤٧٩/٦) طبرانی اوسط (٢٩٣٢) بغوی (٤١٨٩) مسند احمد (٤٤٢/٦) اتحاف الخیرة المهرة (٦١٢٦) مسند بزار (البحر الزخار ۔ ٤١٢٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٨٣٢٩)] شیخ البانیؒ نے بھی اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ [ظلال الجنة (٩٧٥)]

www.muhammadilibrary.com

پر چھائی ہوئی تھیں اس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں اور بہت بڑے گول جتنے تھے۔ (ترمذی)[1]

پھر ان میں نہریں بہہ رہی ہیں تاکہ ان درختوں اور شاخوں کو سیراب کرتی رہیں اور بکثرت عمدہ پھل لائیں۔ اب تو تمہیں اپنے رب کی نعمتوں کی قدر کرنی چاہئے۔ ایک کا نام تسنیم ہے دوسری کا سلسبیل ہے۔ یہ دونوں نہریں پوری روانگی سے بہہ رہی ہیں۔ ایک ستھرے پانی کی دوسری لذت والی بے نشے کے شراب کی۔ ان میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے موجود ہیں۔ اور پھل بھی وہ جن سے تم صورت شناس تو ہو لیکن لذت شناس نہیں ہو کیونکہ وہاں کی نعمتیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں نہ کسی کان نے سنی ہیں نہ کسی دماغ میں آ سکتی ہیں، تمہیں رب کی نعمتوں کی ناشکری سے رک جانا چاہئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دنیا میں جتنے بھی کڑوے میٹھے پھل ہیں وہ سب جنت میں ہوں گے یہاں تک کہ حنظل یعنی اندرائن بھی۔ ہاں دنیا کی ان چیزوں اور جنت کی ان چیزوں کے نام تو ملتے جلتے ہیں حقیقت اور لذت بالکل ہی جداگانہ ہے یہاں تو صرف نام ہیں اصلیت تو جنت میں ہے اس فضیلت کا فرق وہاں جانے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا ہے۔

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﯭ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﯮ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﯯ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﯰ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﯱ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﯲ هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﯳ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﯴ

یہ جنتی ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے۔ اور ان دونوں جنتوں کے میوے بالکل قریب ہوں گے ○ پھر تم اپنے رب کی کس نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ ○ وہاں شرمیلی نیچی نگاہ والی حوریں ہیں جنہیں ان سے پہلے کسی جن وانس نے ہاتھ نہیں لگایا ○ پس اپنے پالنے والے کی نعمتوں میں سے تم کس کے منکر ہو؟ ○ وہ حوریں مثل یاقوت اور مونگے کے ہوں گی ○ پس اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کو تم جھٹلاتے ہو؟ ○ نیکی کاری کا بدلہ ہی بہت بڑا انعام واحسان ہے ○ پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی تم جھٹلاؤ گے؟ ○

اہل جنت کا ذکر: جنتی لوگ بے فکری سے تکئے لگائے ہوئے ہوں گے خواہ لیٹے ہوئے ہوں خواہ آرام بیٹھے ہوئے تکیہ سے لگے ہوئے ہوں ان کے بچھونے بھی اتنے اعلیٰ ہوں گے کہ ان کے اندر کا استر دبیز اور خالص زریں ریشم کا ہوگا پھر اوپر کا ابرا کچھ ایسا ہوگا اسے تم آپ سوچ لو۔ مالک بن دینار اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں استر کا یہ حال ہے اور ابرا تو محض نورانی ہوگا۔ جو سراسر اظہار رحمت ونور ہوگا۔ پھر اس پر بہترین گلکاریاں ہوں گی

[1] [ضعیف : ترمذی : كتاب صفة الجنة : باب ما جآ في صفة ثمار اهل الجنة (٢٥٤١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ترمذی ، التعليق الرغيب (٢٥٦/٤)]

www.muhammadilibrary.com

جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان جنتوں کے پھل جنتیوں کے بالکل قریب ہوں گے۔ جب چاہیں جس حال میں چاہیں وہیں سے لے لیں لیٹے ہوں بیٹھا ہونے کی اور بیٹھے ہوں تو کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں' خود بخود شاخیں جھوم جھوم کر جھکتی رہتی ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ﴾ [1] اور فرمایا ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا﴾ [2] الخ، یعنی بے حد قریب میوے ہیں لینے والے کو کوئی تکلیف یا تکلف کی ضرورت نہیں خود شاخیں جھک جھک کر انہیں میوے دے رہی ہیں۔ پس تم اپنے رب کی نعمتوں کے انکار سے باز رہو۔

چونکہ فروش کا بیان ہوا تھا تو ساتھ ہی فرمایا کہ ان فروش پر ان کے ساتھ ان کی بیویاں ہوں گی' جو عفیفہ پاکدامن' شرمیلی نگاہوں والی ہوں گی اپنے خاوندوں کے سوا کسی پر نظر نہ ڈالیں گی اور ان کے خاوند بھی ان پر سو جان سے مائل ہوں گے' یہ بھی جنت کی کسی چیز کو اپنے ان مومن خاوندوں سے بہتر نہ پائیں گی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یہ حوریں اپنے خاوندوں سے کہیں گی اللہ کی قسم ساری جنت میں میرے لئے تم سے بہتر کوئی چیز نہیں' اللہ خوب جانتا ہے کہ میرے دل میں جنت کی کسی چیز کی خواہش و محبت اتنی نہیں جتنی آپ کی ہے' اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو میرے حصے میں کر دیا اور مجھے آپ کی خدمت کا شرف بخشا۔ یہ حوریں کنواری اچھوتی نوجوان ہوں گی ان جنتیوں سے پہلے ان کے پاک جسم کو کسی انس و جن کا ہاتھ نہیں لگا۔ یہ آیت بھی مومن جنوں کے جنت میں جانے کی دلیل ہے۔

حضرت ضمرہ بن حبیب رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ کیا مومن جن بھی جنت میں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور جنّیہ عورتوں سے ان کے نکاح ہوں گے جیسے انسانوں کے انسان عورتوں سے۔ پھر یہی آیتیں تلاوت کیں۔

پھر ان حوروں کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنی صفائی' خوبی اور حسن میں ایسی ہوں گی جیسے یاقوت و مرجان' یاقوت سے صفائی میں تشبیہ دی اور مرجان سے بیاض میں' پس مرجان سے مراد یہاں لؤلؤ ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں' اہل جنت کی بیویوں میں سے ہر ایک ایسی ہے کہ ان کی پنڈلی کی سفیدی ستر ستر حلوں کے پہننے کے بعد بھی نظر آتی ہے یہاں تک کہ اندر کا گودا بھی' پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ پڑھی اور فرمایا دیکھو یاقوت ایک پتھر ہے لیکن قدرت نے اس کی صفائی اور جوت ایسی رکھی ہے کہ اس کے بیچ میں دھاگہ پرودو تو باہر سے نظر آتا ہے (ابن ابی حاتم) یہ روایت ترمذی میں بھی موقوفاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام ترمذی اسی کو زیادہ صحیح بتاتے ہیں۔ [3] مسند احمد میں ہے پیغمبر مدنی احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر اہل جنت کی دو بیویاں ایسی ہوں گی کہ ستر ستر حلے پہن لینے کے بعد بھی ان کی پنڈلیوں کی جھلک

---

[1] [سورۃ الحاقہ : آیت ۲۳]

[2] [سورۃ الدھر : آیت ۱۴]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب فی صفة نساء اهل الجنة (۲۵۳۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی]

www.muhammadilibrary.com

نمودار رہے گی بلکہ اندر کا گودا بھی بوجہ صفائی کے دکھائی دے گا [1] صحیح مسلم شریف میں ہے کہ یا تو فخر کے طور پر یا مذاکرہ کے طور پر یہ بحث چھڑ گئی کہ جنت میں عورتیں زیادہ ہوں گی یا مرد؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا؟ کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی وہ چاند جیسی صورتوں والی ہو گی ان کے پیچھے جو جماعت ہو گی وہ آسمان کے بہترین چمکیلے تاروں جیسے چہروں والی ہو گی۔ ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ایسی ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا اور جنت میں کوئی بغیر بیوی کے نہیں ہو گا۔ [2] اس حدیث کی اصل بخاری میں بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کی راہ کی صبح اور شام ساری دنیا سے اور جو اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔ جنت میں جو جگہ ملے گی اس میں سے ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر کی جگہ ساری دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے افضل ہے۔ اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا میں جھانک لے تو زمین آسمان کو جگمگا دے اور خوشبو سے تمام عالم مہک اٹھے۔ ان کے سر کا دوپٹہ بھی دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے گراں ہے، صحیح بخاری میں بھی یہ حدیث ہے۔ [3] پھر ارشاد ہے کہ جس نے دنیا میں نیکی کی اس کا بدلہ آخرت میں سلوک و احسان کے سوا اور کچھ نہیں، جیسے ارشاد ہے ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ [4] نیکی کرنے والے کیلئے نیکی ہے اور زیادتی یعنی جنت اور دیدار باری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کر کے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے پوچھا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی علم ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں جس پر اپنی توحید کا انعام دنیا میں کروں اس کا بدلہ آخرت میں جنت ہے [5] اور چونکہ یہ بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے جو دراصل کسی عمل کے بدلے نہیں بلکہ اس کا احسان اور فضل و کرم ہے اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا اب تم میری کس کس نعمت سے لاپرواہی برتو گے؟ رب کے مقام سے ڈرنے والے کی بشارت کے متعلق ترمذی شریف کی یہ حدیث بھی خیال میں رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ڈرے گا وہ رات کے وقت ہی کوچ کرے گا اور جو اندھیری رات میں چل پڑا وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے گا خبردار ہو جاؤ اللہ کا سودا بہت گراں ہے یاد رکھو! وہ سودا جنت ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو غریب بتاتے ہیں [6] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۳۴۵/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور دوسری اسناد سے اس معنی کی روایات امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمائی ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفة الجنة (۲۸۳۴ـ ۱۴)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل الجهاد (۲۷۹۶) مسند احمد (۲۶۴/۳)]

[4] [سورۃ یونس: آیت ۲۶]

[5] [ضعیف : بغوی في التفسير (۲۰۱/۴۱)] اس کی سند میں بشر بن حسین راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[6] [صحیح : ترمذی : کتاب صفة القيامة (۲۴۵۰)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحيحة (۹۵۴ـ ۲۳۳۵)]

www.muhammadilibrary.com

اللہ ﷺ سے میں نے منبر پر وعظ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے آیت ﴿ وَلِمَنْ خَافَ ﴾ پڑھی تو میں نے کہا اگرچہ زنا کیا ہو؟ اگرچہ چوری کی ہو؟ باقی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾
فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي
الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

ع ٣

اوران دو کے سوادو جنتیں اور ہیں ○ پس تم اپنے پرورش کرنے والے کی کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ○ جو دونوں گہری سبز سیاہی مائل ہیں ○ بتاؤ اب پروردگار کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ○ ان میں دو بہ جوش ابلنے والے چشمے ہیں۔ پھر تم اپنے پالنہار کی کونسی نعمت کا جھوٹ ہونا کہہ رہے ہو؟ ○ ان دونوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے ○ کیا اب بھی رب کی کسی نعمت کی تکذیب تم کرو گے؟ ○ ان میں نیک سیرت' خوبصورت عورتیں ہیں ○ پس تمہارے جھٹلانے کا تعلق اللہ کی کس نعمت کے ساتھ ہے؟ ○ گوری رنگت کی حوریں یعنی خیموں میں محفوظ ہیں ○ پس اے انسانو اور جنو اب تم اپنے رب کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ○ ان حوریں سے کوئی انسان یا جن اس سے قبل نہیں ملا ○ پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ○ سبز مسندوں اور عمدہ فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ○ پس اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ○ تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو بزرگی اور انعام والا ہے ○

داہنے ہاتھ والے اور مقرب لوگ: یہ دونوں جنتیں جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے ان جنتوں سے کم مرتبہ ہیں جن کا ذکر پہلے گزرا اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی جس میں دو جنتیں سونے کی اور دو چاندی کی۔ پہلی دو تو مقربین خاص کی جگہ ہیں اور یہ دوسری دو اصحاب یمین کی۔ الغرض درجے اور فضیلت میں یہ دو ان دو سے کم ہیں' جس کی دلیلیں بہت سی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا ذکر اور صفت ان سے پہلے بیان ہوئی اور یہ تقدیم بیان بھی دلیل ہے ان کی فضیلت کی' پھر یہاں ﴿ وَمِنْ دُوْنِهِمَا ﴾ فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ ان سے کم مرتبہ ہیں وہاں ان کی تعریف میں ﴿ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴾ کہا تھا یعنی بکثرت مختلف مزے کے میووں والی شاخوں دار۔ یہاں فرمایا ﴿ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴾ یعنی پانی کی پوری تری سے سیاہ' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سبز۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں سبزی سے پر' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس قدر پھل پکے ہوئے تیار ہیں کہ وہ ساری جنت سرسبز معلوم ہو رہی ہے' الغرض وہاں شاخوں کی پھیلاوٹ بیان ہوئی یہاں درختوں کی بکثرت بیان فرمائی گئی تو ظاہر ہے کہ اس میں اور اس میں بھی بہت فرق ہے' ان

www.muhammadilibrary.com

کی نہروں کی بابت لفظ ﴿تَجۡرِيَانِ﴾ ہے اور یہاں لفظ ﴿نَضَّاخَتَانِ﴾ ہے یعنی ابلنے والی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نضخ سے جری یعنی ابلنے سے بہنا بہت برتری والا ہے۔

ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی پر ہیں پانی رکتا نہیں اور لیجئے وہاں فرمایا تھا کہ ہر قسم کے میووں کے جوڑے ہیں اور یہاں فرمایا اس میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں تو ظاہر ہے کہ پہلے کے الفاظ عمومیت لئے ہوئے ہیں وہ قسم کے اعتبار سے اور کمیت کے اعتبار سے بھی اس سے افضلیت رکھتے ہیں' کیونکہ یہاں لفظ **فاکھہ** گو نکرہ ہے لیکن سیاق میں اثبات کے ہے اس لئے عام نہ ہوگا' اسی لئے بطور تفسیر کے بعد میں نخل ورمان کہہ دیا۔ جیسے عطف خاص عام پر ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ کھجور اور انار کو خاصۃً اس لئے ذکر کیا کہ اور میووں پر انہیں شرف ہے۔

مسند عبد بن حمید میں ہے یہودیوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ہاں ہیں' انہوں نے پوچھا کیا جنتی دنیا کی طرح وہاں بھی کھائیں گے پئیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بلکہ بہت کچھ زیادہ اور بہت کچھ زیادہ۔ انہوں نے کہا وہاں فضلہ بھی نکلے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ پسینہ آ کر سب ہضم ہو جائے گا۔ [1] ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے جنتی کھجور کے درختوں کے ریشہ کا جنتیوں کا لباس بنے گا۔ یہ سرخ رنگ سونے کے ہوں گے' اس کے تنے سبز زمردیں ہوں گے اس کے پھل شہد سے زیادہ میٹھے اور مکھن سے زیادہ نرم ہوں گے گٹھلی بالکل نہ ہوگی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے جنت کے انار دیکھے اتنے بڑے تھے جیسے اونٹ مع ہودج۔ [2] خیرات کے معنی بکثرت اور بہت حسین' نہایت نیک خلق اور بہتر خلق۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ معنی مروی ہیں [3] ایک اور حدیث میں ہے کہ حور عین جو گانا گائیں گی ان میں یہ بھی ہوگا ہم خوش خلق خوبصورت ہیں جو بزرگ خاوندوں کیلئے پیدا کی گئی ہیں' یہ پوری حدیث سورۂ واقعہ کی تفسیر میں ابھی آئے گی' انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ لفظ تشدید سے بھی پڑھا گیا ہے۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرتے ہو؟ حوریں جو خیموں میں رہتی ہیں' یہاں بھی وہی فرق ملاحظہ ہو کہ وہاں تو فرمایا تھا کہ خود وہ حوریں اپنی نگاہ نیچی رکھتی ہیں اور یہاں فرمایا ان کی نگاہیں نیچی کی گئی ہیں' پس اپنے آپ ایک کام کو کرنا اور دوسرے سے کرایا جانا ان دونوں میں کس قدر فرق ہے' گو پردہ دونوں

---

[1] [**ضعیف** : مسند عبد بن حمید کما فی المطالب العالیة (٤٠١/٤) مشکل الآثار للطحاوی (٤٩٧٦)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں حصین بن عمر احمسی راوی ضعیف ہے۔ [اتحاف الخیرة المھرة (٧٨٦٥)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس راوی کو متروک کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف الترغیب (٢٤٢/٢)]

[2] [**ضعیف** : اس کی سند میں ابوھارون عبدی راوی ضعیف ہے، کچھ اہل علم تو اسے کذاب کہتے ہیں۔]

[3] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٣١٧٢) طبرانی کبیر (٣٦٧/٢٣)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں سلیمان بن ابی کریمہ راوی کو امام ابوحاتمؒ اور امام ابن عدیؒ نے ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (١٢٢/٧)]

www.muhammadilibrary.com

صورتوں میں حاصل ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر مسلمان کیلئے خیرہ یعنی نیک اور بہترین نورانی حور اور ہر خیرہ کیلئے خیمہ ہے اور ہر خیمہ کے چار دروازے ہیں جن میں سے ہر روز تحفہ کرامت اور ہدیہ اور انعام آتا رہتا ہے۔ نہ وہاں کوئی فساد ہے' نہ سختی' نہ گندگی' نہ بدبو۔ حوروں کی صحبت ہے جو اچھوتے صاف سفید چمکیلے موتیوں جیسی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں ایک خیمہ ہے در مجوف' جس کا عرض ساٹھ میل کا ہے اس کے ہر ہر کونے میں جنتی کی بیویاں ہیں جو دوسرے کونے والیوں کو نظر نہیں آتیں مومن ان کے پاس آتا جاتا رہے گا۔ [1] دوسری روایت میں چوڑائی کا تیس میل ہونا مروی ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خیمہ ایک ہی لؤلؤ کا ہے جس میں ستر دروازے موتی کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک موتی کا بنا ہوا ہوگا' چار فرسخ چوڑا۔ جس کے چار ہزار دروازے ہوں گے اور چوکھٹیں سونے کی ہوں گی۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے ادنیٰ درجے کے جنتی کے اسی (۸۰) ہزار خادم ہوں گے اور بہتر (۷۲) بیویاں ہوں گی اور لؤلؤ زبرجد کا محل ہوگا جو جابیہ سے صنعا تک پہنچے۔ [2] پھر فرماتا ہے ان بے مثل حسینوں کے پنڈے اچھوتے ہیں کسی جن انس کا گزر ان کے پاس نہیں ہوا۔ پہلے بھی اس قسم کی آیت مع تفسیر گزر چکی ہے ہاں پہلے جنت کی حوروں کے اوصاف میں اتنا جملہ تھا کہ وہ یاقوت و مرجان جیسی ہیں' یہاں ان کیلئے یہ نہیں فرمایا گیا' پھر سوال ہوا کہ تمہیں رب کی کس کس نعمت کا انکار ہے؟ یعنی کسی نعمت کا انکار نہ کرنا چاہئے' یہ جنتی سبز رنگ' اعلیٰ قیمتی فرشوں' غالیچوں اور تکیوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے' تخت ہوں گے اور تختوں پر پاکیزہ اعلیٰ فرش ہوں گے اور بہترین منقش تکئے لگے ہوئے ہوں گے' یہ تخت' یہ فرش' یہ تکئے جنت کے باغیچوں اور ان کی کیاریوں پر ہوں گے اور یہی ان کے فرش ہوں گے' کوئی سرخ رنگ ہوگا کوئی زرد رنگ اور کوئی سبز رنگ' جنتیوں کے کپڑے بھی ایسے ہی اعلیٰ اور بالا ہوں گے' دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے انہیں تشبیہ دی جاسکے یہ بستر مخملی ہوں گے جو بہت نرم اور بالکل خالص ہوں گے' کئی کئی رنگ کے ملے جلے نقش ان میں بنے ہوئے ہوں گے' ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عبقر ایک جگہ کا نام ہے جہاں منقش بہترین کپڑے بنے جاتے تھے' خلیل بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو عرب عبقری کہتے ہیں' چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا میں نے کسی عبقری کو نہیں دیکھا جو عمر رضی اللہ عنہ کی طرح پانی کے بڑے بڑے ڈول کھینچتا ہو [3] یہاں بھی خیال فرمائیے کہ پہلی دو جنتوں کے فرش وفروش

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب حور مقصورات فی الخیام (٤٨٧٩) صحیح مسلم : کتاب الجنة (٢٣) مسند احمد (٤/٤١١)]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جاء ما لادنی اهل الجنة من الكرامة (٢٤٦٢) صحیح ابن حبان (٧٤٠١) شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ترمذی (٢٠٦٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل اصحاب النبی (٣٦٨٢) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابه (٢٣٩٣) مسند احمد (٢/٣٦٨)]

www.muhammadilibrary.com

اور وہاں کے تکیوں کی جو صفت بیان کی گئی ہے وہ ان سے اعلیٰ ہے، وہاں بیان فرمایا گیا تھا کہ ان کے استر یعنی اندر کا کپڑا خالص دبیز عمدہ ریشم ہوگا پھر اوپر کے کپڑے کا بیان نہیں ہوا تھا اس لئے کہ جس کا استر اتنا اعلیٰ ہے اس کے ابرے یعنی اوپر کے کپڑے کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ پھر اگلی دو جنتوں کے اوصاف کے خاتمے پر فرمایا تھا کہ اطاعت کا صلہ سوا عنایت کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ تو ان اہل جنت کے اوصاف میں احسان کو بیان فرمایا جو اعلیٰ مرتبہ اور غایت ہے، جیسے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام والی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اسلام کے بارے سوال کیا پھر ایمان کے بارے میں، پھر احسان کے بارے میں، پس یہ کئی کئی وجوہ ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ پہلے کی دو جنتوں کو ان دو جنتوں پر بہترین فضیلت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم ووہاب سے ہمارا سوال ہے کہ وہ ہمیں بھی ان جنتیوں میں سے کرے جو ان دو جنتوں میں ہوں گے جن کے اوصاف پہلے بیان ہوئے ہیں۔ آمین

پھر فرماتا ہے تیرے رب ذوالجلال والاکرام کا نام بابرکت ہے وہ جلال والا ہے یعنی اس لائق ہے کہ اس کا جلال مانا جائے اور اس کی بزرگی کا پاس کر کے اس کی نافرمانی نہ کی جائے بلکہ کامل اطاعت گزاری کی جائے اور وہ اس قابل ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کی جائے اس کا شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے اور اسے بھلایا نہ جائے۔ وہ عظمت و کبریائی والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اجلال کرو اس کی عظمت مانو وہ تمہیں بخش دے گا (احمد) [1] ایک اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت ماننے میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کی اور بادشاہ کی اور عامل قرآن کی جو قرآن میں کمی نہ کرتا ہو یعنی نہ اس میں غلو کرتا ہو نہ کمی کرتا ہو عزت کی جائے۔ [2] ابو یعلی میں ہے ﴿یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ﴾ کے ساتھ چمٹ جاؤ، ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ اس کی سند کو غیر محفوظ اور غریب بتاتے ہیں [3] مسند احمد میں دوسری سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے اس میں یا کا لفظ نہیں [4] جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی کو چمٹ جائے اسے تھام لے تو عرب کہتے ہیں آلــظّ یہی لفظ اس حدیث میں آیا ہے، تو مطلب یہ ہے کہ الحاح وخلوص وعاجزی اور مسکینی کے ساتھ ہمیشگی اور لزوم سے دامن الہیہ میں لٹک جاؤ، صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱۹۹/۵)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابوالعذ راء راوی ہے جسے امام ابوحاتمؒ نے مجہول کہا ہے۔[اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۱۰۹/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابوالعذ راء کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۱۷۳٤)]

[2] [حسن : ابوداود : کتاب الادب : باب فی تنزیل الناس منازلھم (٤٨٤٣)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[3] [صحیح : ترمذی : کتاب الدعوات : باب قول یا حی یا قیوم (۳۵۲۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، السلسلۃ الصحیحۃ (۱۵۳٦)]

[4] [حسن : مسند احمد (۱۷۷/٤) مستدرك حاکم (٤۹۸/۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو حسن کہتے ہیں اور حافظ زبیر علی زئی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد صرف اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات کہہ لیں ﴿اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ [1] الحمدللہ اللہ کے فضل وکرم سے سورۂ رحمٰن کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے۔

تفسیر سورۃ الواقعہ

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ بوڑھے ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے سورۂ ہود' سورۂ واقعہ' سورۂ المرسلات سورۂ نباء' سورۂ اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا' اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ لائے ہیں اور اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ [2] حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واقعات میں ایک روایت لائے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے جس بیماری سے آپ جانبر نہ ہوئے۔ اس بیماری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے' پوچھا آپ کو کیا شکوہ ہے؟ فرمایا اپنے گناہوں کا۔ دریافت کیا خواہش کیا ہے؟ فرمایا اپنے رب کی رحمت کی' پوچھا کسی طبیب کو بھیج دوں؟ فرمایا طبیب نے ہی تو بیمار کر ڈالا ہے' پوچھا کچھ مال بھیج دوں؟ فرمایا مال کی کوئی حاجت نہیں' کہا آپ کے بعد آپ کے بچوں کے کام آئے گا' فرمایا کیا میری بچیوں کی نسبت آپ کو فقیری کا ڈر ہے؟ سنئے میں نے اپنی سب لڑکیوں کو کہہ دیا ہے کہ وہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کریں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص سورۂ واقعہ کو ہر روز پڑھ لیا کرے اس کو ہرگز فاقہ نہیں پہنچے گا۔ اس واقعہ کے راوی حضرت ابوظبیہ بھی اس سورت کو بلاناغہ پڑھا کرتے تھے۔ [3]

مسند احمد میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازیں اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح تم آج پڑھتے ہو لیکن آپ کی نماز تخفیف والی ہوتی تھی۔ فجر کی نماز میں آپ ﷺ سورۂ واقعہ اور اسی جیسی سورتیں

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ: باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ وبیان صفتہ (۱۳۵۔ ۱۳۶) ابو داؤد: کتاب الوتر: باب ما یقول الرحل اذا سلم (۱۵۱۲) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا: باب ما یقال بعد التسلیم (۹۲۴) ترمذی: کتاب الصلوۃ: باب ما یقول اذ سلم من الصلوۃ (۲۹۸) نسائی: کتاب السھو: باب الذکر بعد الاستغفار (۱۳۳۷)]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ الواقعہ (۳۲۹۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، السلسلۃ الصحیحۃ (۹۵۵)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف: تاریخ دمشق (۲۹۴) ابن عبد البر فی التمھید (۲۶۹/۵) ابن الجوزی فی العلل (۱۵۱) ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ (۶۷۴) بیھقی فی شعب الایمان (۲۴۹۸)] حافظ ابن عراق رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اسے کمزور روایات کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔ [تنزیہ الشریعۃ (۳۰۱/۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [السلسلۃ الضعیفۃ (۲۸۹)]

www.muhammadilibrary.com

تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ [1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ ۙ﴿۱﴾ لَیۡسَ لِوَقۡعَتِہَا کَاذِبَۃٌ ۘ﴿۲﴾ خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ۙ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ۙ﴿۴﴾ وَّ بُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾ فَکَانَتۡ ہَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾ وَّ کُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَۃً ؕ﴿۷﴾ فَاَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ ؕ﴿۸﴾ وَ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃِ ؕ﴿۹﴾ وَ السّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ﴿ۚۙ۱۰﴾ اُولٰٓئِکَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿ۚ۱۱﴾ فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ﴿۱۲﴾

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

جب قیامت قائم ہو جائے گی ○ جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ○ وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی ○ جبکہ زمین زلزلہ کے ساتھ ہلا دی جائے گی ○ اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ○ پھر وہ مثل پراگندہ غبار کے ہو جائیں گے ○ اور تم تین جماعتوں میں ہو جاؤ گے ○ پس داہنے ہاتھ والے کیسے اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے ○ اور بائیں ہاتھ والے کیا حال ہے بائیں ہاتھ والوں کا ○ اور جو اعلیٰ درجے کے ہیں وہ تو آگے والے ہی ہیں ○ وہ بالکل نزدیکی حاصل کیے ہوئے ہیں ○ آرام دہ جنتوں میں ہیں ○

قیامت کا ایک نام واقعہ: واقعہ قیامت کا نام ہے کیونکہ اس کا ہونا یقینی امر ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَیَوۡمَئِذٍ وَّقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ﴾ [2] اس دن ہو پڑنے والی ہو پڑے گی، اس کا واقعہ ہونا حتمی امر ہے، نہ اسے کوئی ٹال سکے نہ ہٹا سکے وہ اپنے مقررہ وقت پر آ کر ہی رہے گی، جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِسۡتَجِیۡبُوۡا لِرَبِّکُمۡ﴾ [3] الخ، اپنے پروردگار کی باتیں مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ اور جگہ فرمایا ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ [4] سائل کا سوال اس عذاب کے متعلق ہے جو یقیناً آنے والا ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور آیت میں ہے ﴿یَوۡمَ یَقُوۡلُ کُنۡ فَیَکُوۡنُ﴾ [5] الخ، جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہو جا تو ہو جائے گی۔ وہ عالم غیب وظاہر ہے اور وہ حکیم وخبیر ہے، قیامت **کاذبہ** نہیں یعنی برحق ہے ضرور ہونے والی ہے اس دن نہ تو دوبارہ آنا ہے نہ وہاں سے لوٹنا ہے نہ واپس آنا ہے۔ [6]

---

[1] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۵/۱۰۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۰۹۹۵)]

[2] [سورۃ الحاقہ: آیت ۱۵]

[3] [سورۃ الشوریٰ: آیت ۴۷]

[4] [سورۃ المعارج: آیت ۱-۲]

[5] [سورۃ الانعام: آیت ۷۳]

[6] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۶۲۲)]

www.muhammadilibrary.com

﴿كَاذِبَةٌ﴾ مصدر ہے جیسے "عَاقِبَةٌ" اور "عَافِيَةٌ" وہ دن پست کرنے والا اور ترقی دینے والا ہے' بہت لوگوں کو پست کر کے جہنم میں پہنچا دے گا جو دنیا میں بڑے ذی عزت ووقعت تھے اور بہت سے لوگوں کو وہ اونچا کر دے گا اعلیٰ علیین اور جنت نعیم تک پہنچا دے گا گو دنیا میں وہ پست اور بے قدر تھے' دشمنان الٰہی ذلیل ہو کر جہنمی بن جائیں گے اور اولیاء اللہ عزیز ہو کر جنتی ہو جائیں گے' متکبرین کو وہ ذلیل کر دے گی اور متواضعین کو وہ عزیز کر دے گی وہ نزدیک و دور والوں کو سنا دے گی اور ہر اک کو چوکنا کر دے گی وہ نیچا کرے گی اور قریب والوں کو سنائے گی پھر اونچی ہو گی اور دور والوں کو سنائے گی' زمین ساری کی ساری لرزنے لگے گی' چپہ چپہ کپکپانے لگے گا' طول وعرض زمین میں زلزلہ پڑ جائے گا' اور بے طرح ہلنے لگے گی' یہ حالت ہو جائے گی کہ گویا چھلنی میں کوئی چیز ہے جسے کوئی ہلا رہا ہے اور آیت میں ہے ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَـهَا﴾۔ ①

اور جگہ ہے ﴿يٰٓـاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ ② لوگو! اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور جگہ الفاظ ﴿كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾ ③ آئے ہیں'۔ پس وہ مثل غبار پریشان کے ہو جائیں گے جسے ہوا ادھر ادھر بکھیر دے اور کچھ نہ رہے **هَبَـاءً** ان شراروں کو بھی کہتے ہیں جو آگ جلاتے وقت پتنگوں کی طرح اڑتے ہیں' نیچے گرنے پر وہ کچھ نہیں رہتے۔ مُنْبَثٌ اس چیز کو کہتے ہیں جسے ہوا اوپر کر دے اور پھیلا کر نابود کر دے جیسے خشک پتوں کے چورے کو ہوا ادھر سے ادھر کر دیتی ہے۔ اس قسم کی اور آیتیں بھی بہت سی ہیں جن سے ثابت ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے' ٹکڑے ہو جائیں گے پھر ریزہ ریزہ ہو کر بے نام ونشان ہو جائیں گے۔ لوگ اس دن تین قسموں میں منقسم ہو جائیں گے۔

ایک جماعت عرش کے دائیں ہوگی اور یہ لوگ وہ ہوں گے جو حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں کروٹ سے نکلے تھے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور دائیں جانب چلائے جائیں گے' یہ جنتیوں کا عام گروہ ہے۔

دوسری جماعت عرش کے بائیں جانب ہوگی یہ وہ لوگ ہوں گے جو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں کروٹ سے نکالے گئے تھے انہیں نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے گئے تھے اور بائیں طرف کی راہ پر لگائے گئے تھے یہ سب جہنمی ہیں' اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین

تیسری جماعت اللہ عزوجل کے سامنے ہوگی یہ خاص الخاص لوگ ہیں یہ اصحاب یمین سے بھی زیادہ باوقعت اور خاص قرب کے مالک ہیں یہ اہل جنت کے سردار ہیں ان میں رسول ہیں' انبیاء علیہم السلام ہیں' صدیق وشہداء ہیں۔ یہ تعداد میں بہ نسبت دائیں ہاتھ والوں کے کم ہیں۔ پس تمام اہل محشر کی یہ تین قسمیں ہو جائیں گی جیسے کہ اس سورت کے آخر میں بھی اختصار کے ساتھ ان کی یہی تقسیم کی گئی ہے۔ اسی طرح سورۂ فاطر میں فرمایا ہے ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا

---

① [سورة الزلزلة : آیت ۱] ② [سورة الحج : آیت ۱]

③ [سورة المزمل : آیت ۱٤]

www.muhammadilibrary.com

الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ﴾ [1] یعنی پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث اپنے چیدہ بندوں کو بنایا پس ان میں سے بعض تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ روش ہیں اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے والے ہیں۔ پس یہاں بھی تین قسمیں ہیں یہ اس وقت جبکہ ﴿ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ﴾ کی وہ تفسیر لیں جو اس کے مطابق ہے، ورنہ ایک دوسرا قول بھی ہے جو اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر گزر چکا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی فرماتے ہیں۔ دو گروہ تو جنتی اور ایک جہنمی۔

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ﴿ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴾ [2] جب لوگوں کے جوڑے ملائے جائیں فرمایا قسم قسم کے یعنی ہر عمل کے عامل کی ایک جماعت جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تین قسم کے ہو جاؤ گے، یعنی اصحاب یمین، اصحاب شمال اور سابقین۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کر لیں اور فرمایا یہ جنتی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں یہ سب جہنمی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں [3] مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو اللہ تعالیٰ کے سائے کی طرف قیامت کے دن سب سے پہلے لوگ کون جائیں گے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جب اپنا حق دیئے جائیں تو قبول کر لیں اور جو حق ان پر ہو جب مانگا جائے ادا کر دیں اور لوگوں کیلئے بھی وہی حکم کریں جو خود اپنے لئے کرتے ہیں۔ [4] سابقین کون لوگ ہیں؟ اس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں، مثلاً انبیاء علیہم السلام اہل علیین، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے وہ مومن جن کا ذکر سورۂ یاسین میں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے ایمان لائے تھے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کر گئے تھے، وہ لوگ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی، ہر امت کے وہ لوگ جو اپنے اپنے نبیوں پر پہلے ایمان لائے تھے، وہ لوگ جو مسجد میں سب سے پہلے جاتے ہیں، جو جہاد میں سب سے آگے نکلتے ہیں۔ یہ سب اقوال دراصل صحیح ہیں یعنی یہ سب لوگ سابقین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو آگے بڑھ کر دوسروں پر سبقت کر کے قبول کرنے والے سب اس میں داخل ہیں، قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿ وَسَارِعُوْا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [5] الخ اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض مثل آسمان

---

[1] [سورۃ فاطر : آیت ۳۲] [2] [سورۃ التکویر : آیت ۷]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۵/ ۲۳۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن اور معاذؓ کے درمیان منقطع ہے، نیز براء بن عبداللہ غنوی راوی بھی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف : مسند احمد (۶/ ۶۹)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۴۳۷۹)]

[5] [سورۃ آل عمران : آیت ۱۳۳]

www.muhammadilibrary.com

وزمین کے ہے، پس جس شخص نے اس دنیا میں نیکیوں کی طرف سبقت کی وہ آخرت میں اللہ کی نعمتوں کی طرف بھی سابق ہی رہے گا، ہر عمل کی جزا اسی جنس سے ہوتی ہے جیسا جو کرتا ہے ویسا ہی پاتا ہے، اسی لئے یہاں ان کی نسبت فرمایا گیا یہ مقربین اللہ ہیں یہ نعمتوں والی جنت میں ہیں۔

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرشتوں نے اللہ کی جناب میں عرض کی کہ تو نے ابن آدم کیلئے تو دنیا بنادی ہے وہاں کھاتے پیتے ہیں اور بیوی بچوں سے لطف اٹھاتے ہیں پس ہمارے لئے آخرت کر دے جواب ملا کہ میں ایسا نہیں کروں گا انہوں نے تین مرتبہ یہی دعا کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے جسے چاہا اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اسے ان جیسا ہرگز نہ کروں گا جنہیں میں نے صرف لفظ "کُنْ" سے پیدا کیا، حضرت امام دارمی رحمہ اللہ نے بھی اس اثر کو اپنی کتاب الرد علی الجہمیہ میں وارد کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اس کی نیک اولاد کو میں اس جیسا نہ کروں گا جسے میں نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿١٤﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ﴿١٥﴾ مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ ﴿١٦﴾ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿٢٦﴾

بہت بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا ○ اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے ○ یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر ○ ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ○ ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے آمدورفت کریں گے ○ آبخورے اور آفتابے لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پر ہو ○ جس سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فتور آئے ○ اور ایسے میوے لئے ہوئے جو ان کی پسند کے ہوں ○ اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں گے ○ اور گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ○ جو چھوتے موتیوں کی طرح ہیں ○ یہ صلہ ہے ان کے اعمال کا ○ نہ وہاں بکواس سنیں گے اور نہ گناہ کی بات ○ صرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی ○

مقربین کے لیے جنت میں انعامات: ارشاد ہوتا ہے کہ مقربین خاص بہت سے پہلوں میں ہیں اور کچھ پچھلوں میں سے بھی ہیں، ان اولین و آخرین کی تفسیر میں کئی قول ہیں، مثلاً اگلی امتوں میں سے اور اس امت میں سے، امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی قول کو پسند کرتے ہیں اور اس حدیث کو بھی اس قول کی پختگی میں پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پچھلے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہیں اور اس قول کی تائید ابن ابی حاتم کی اس روایت سے بھی ہو سکتی ہے کہ جب یہ آیت اتری اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گراں گزری۔ پس یہ آیت اتری ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ

www.muhammadilibrary.com

﴿وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ کل اہل جنت کی چوتھائی تم ہو بلکہ تہائی تم ہو بلکہ آدھوں آدھ تم ہو آدھی جنت کے مالک ہو گے اور باقی آدھی تمام امتوں میں تقسیم ہو گی جن میں تم بھی شریک ہو۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے۔ [1] ابن عساکر رحمہ اللہ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو سن کر حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا اگلی امتوں میں سے بہت لوگ سابقین میں داخل ہوں گے اور ہم میں سے کم لوگ؟ اس کے ایک سال کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلوں میں سے بھی بہت اور پچھلوں میں سے بھی بہت حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا سنو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک ثلة ہے اور صرف میری امت ثلة ہے، ہم اپنے ثلة کو پورا کرنے کیلئے ان حبشیوں کو بھی لے لیں گے جو اونٹ کے چرواہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے واحد اور لاشریک ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ [2] لیکن اس روایت کی سند میں نظر ہے، ہاں بہت سی سندوں کے ساتھ حضور ﷺ کا یہ فرمان ثابت ہے کہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کی چوتھائی ہو آخر تک پس الحمدللہ یہ ایک بہترین خوشخبری ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے جس قول کو پسند فرمایا ہے اس میں ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے بلکہ دراصل یہ قول بہت کمزور ہے۔ کیونکہ الفاظ قرآن سے اس امت کا اور تمام امتوں سے افضل واعلیٰ ہونا ثابت ہے، پھر کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ مقربین بارگاہ صمدیت اور امتوں میں سے تو بہت سے ہوئے اور اس بہترین امت میں سے کم ہوں، ہاں یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان تمام امتوں کے مقرب مل کر صرف اس ایک امت کے مقربین کی تعداد سے بڑھ جائیں، لیکن بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ کل امتوں کے مقربین سے صرف اس امت کے مقربین کی تعداد زیادہ ہو گی۔ آگے اللہ کو علم ہے۔ دوسرا قول اس جملہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ اس امت کے شروع زمانے کے لوگوں میں سے مقربین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بعد کے لوگوں میں کم۔ یہی قول راجح ہے۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا سابقین تو گزر چکے اے اللہ ہمیں اصحاب یمین میں کر دے ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس امت میں سے جو گزر چکے ان میں مقربین بہت تھے۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں، کوئی شک نہیں کہ ہر امت میں یہی چلا آیا ہے کہ شروع میں بہت سے مقربین ہوتے ہیں اور بعد والوں میں یہ تعداد کم ہو جاتی ہے، تو یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یونہی ہو یعنی ہر امت کے اگلے لوگ سبقت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت ہر امت کے پچھلے لوگوں کے۔

چنانچہ صحاح وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سب زمانوں میں بہتر زمانہ میرا زمانہ

---

[1] [حسن لغیرہ وھذا اسناد ضعیف: مسند احمد (۲/۳۹۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن لغیرہ ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۹۰۸۰)]

[2] [ضعیف: ابن عساکر في تاريخ دمشق (۱۱/۵۵۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں عروہ بن رویم نے جابر سے روایت کی ہے اور عروہ کی جابر سے روایت مرسل ہوتی ہے جیسا کہ "جامع التحصيل للعلائي" (۲۳۶) میں ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

ہے پھر اس کے بعد والا پھر اس کا متصل زمانہ الخ‘[1] ہاں ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش جیسی ہے نہ معلوم کہ شروع زمانہ کی بارش بہتر ہو یا آخر زمانہ کی‘[2] تو یہ حدیث جبکہ اس کی اسناد کو صحت کا حکم دے دیا جائے اس امر پر محمول ہے کہ جس طرح دین کو شروع میں لوگوں کی ضرورت تھی جو اس کی تبلیغ اپنے بعد والوں کو کریں اسی طرح آخر میں بھی اسے قائم رکھنے والوں کی ضرورت ہے جو لوگوں کو سنت رسول ﷺ پر جمائیں اس کی روایتیں کریں اسے لوگوں پر ظاہر کریں‘ لیکن فضیلت اول والوں کی ہی رہے گی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کھیت کو شروع بارش کی اور آخر بارش کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بڑا فائدہ ابتدائی بارش سے ہوتا ہے اس لئے کہ شروع شروع بارش نہ ہو تو دانے اگیں نہیں نہ ان کی جڑیں جمیں۔

اسی لئے حضور ﷺ فرماتے ہیں ایک جماعت میری امت میں سے ہمیشہ حق پر رہ کر غالب رہے گی ان کے دشمن انہیں ضرر نہ پہنچا سکیں گے‘ ان کے مخالف انہیں رسوا اور پست نہ کر سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ اس طرح ہوں۔[3]

الغرض یہ امت باقی امتوں سے افضل واشرف ہے اور اس میں مقربین الٰہیہ بہ نسبت اور امتوں کے بہت ہیں‘ اور بہت بڑے مرتبے والے کیونکہ دین کے کامل ہونے اور نبی ﷺ کے عالی مرتبہ ہونے کے لحاظ سے یہ سب بہتر ہیں۔ تواتر کے ساتھ یہ حدیث ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے[4] طبرانی میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے ایک بہت بڑی جماعت قیامت کے روز کھڑی کی جائے گی جو اس قدر بڑی اور گنتی میں زائد ہوگی کہ گویا رات آ گئی زمین کے تمام کناروں کو گھیر لے گی فرشتے کہیں گے سب نبیوں کے ساتھ جتنے لوگ آئے ہیں ان سے بہت ہی زیادہ محمد ﷺ کے ساتھ ہیں۔[5] مناسب مقام یہ ہے کہ بہت بڑی جماعت اگلوں میں سے اور بہت بڑی پچھلوں میں سے والی آیت کی تفسیر کے موقعہ پر یہ حدیث ذکر کر دی جائے جو حافظ ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل نبوۃ میں وارد کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے پاؤں موڑے ہوئے ہی ستر (۷۰) مرتبہ یہ پڑھتے ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا﴾ پھر فرماتے ستر (۷۰) کے بدلے سات سو ہیں جس کے ایک دن کے گناہ سات سو سے بھی بڑھ جائیں وہ بے خبر ہے پھر دو مرتبہ اسی کو فرماتے پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور چونکہ حضور ﷺ کو خواب اچھا معلوم ہوتا

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل اصحاب النبی (۳۶۵۰۔ ۳۶۵۱) مسند احمد (۳۷۸/۱)]

[2] [حسن بالشواهد : مسند احمد (۳۱۹/۴)] شواہد کی بنا پر حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[فتح الباری (۶/۷)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان (۲۴۷)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان (۳۶۹۔ ۳۷۰)]

[5] [ضعیف : طبرانی کبیر (۳۴۵۵) مجمع الزوائد (۱۶۸۵)] اس میں محمد بن اسماعیل بن عیاش ضعیف ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

تھا اس لئے پوچھتے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

ابن زمل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن اسی طرح حسب عادت آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو میں نے کہا ہاں یارسول اللہ ﷺ میں نے ایک خواب دیکھا ہے' فرمایا اللہ تعالیٰ خیر سے ملائے شر سے بچائے ہمارے لئے بہتر بنائے اور ہمارے دشمنوں کیلئے بدتر بنائے ہر قسم کی تعریفوں کا مستحق وہ اللہ ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے' اپنا خواب بیان کرو۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا کہ ایک راستہ ہے کشادہ' آسان' نرم' بیشمار لوگ اس راستے سے چلے جارہے ہیں یہ راستہ جاتے جاتے ایک سرسبز باغ کو نکلتا ہے کہ میری آنکھ نے ایسا لہلہاتا ہوا ہرا ابھرا باغ کبھی نہیں دیکھا پانی ہر سو رواں ہے' سبزے سے اٹا پڑا ہے انواع واقسام کے درخت خوشنما پھلے پھولے کھڑے ہیں اب میں نے دیکھا کہ پہلی جماعت جو آئی اور اس باغ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اپنی سواریاں تیز کرلیں دائیں بائیں نہیں گئے۔ پھر دوسری جماعت آئی جو تعداد میں بہت زیادہ تھی' جب یہاں پہنچے تو بعض لوگوں نے اپنے جانوروں کو چرانا چگانا شروع کیا اور بعضوں نے کچھ لے لیا اور چل دیئے پھر تو بہت سارے لوگ آئے جب ان کا گزران گل وگلزاروں پر ہوا تو یہ تو پھول گئے اور کہنے لگے یہ سب سے اچھی جگہ ہے گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دائیں بائیں جھک پڑے میں نے یہ دیکھا لیکن میں تو چلتا ہی رہا جب دور نکل گئے تو میں نے دیکھا کہ ایک منبر سات سیڑھیوں کا بچھا ہوا ہے اور آپ ﷺ اس کے اعلیٰ درجے پر تشریف فرما ہیں اور آپ کی دائیں جانب ایک صاحب ہیں گندم گوں رنگ بھری انگلیوں والے دراز قد جب کلام کرتے ہیں تو سب خاموشی سے سنتے ہیں اور لوگ اونچے ہوکر توجہ سے ان کی باتیں سنتے ہیں اور آپ ﷺ کے بائیں طرف ایک شخص ہیں بھرے جسم کے درمیانہ قد کے جن کے چہرے پر بکثرت تل ہیں ان کے بال گویا پانی سے تر ہیں جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے اکرام کی وجہ سے سب لوگ جھک جاتے ہیں پھر اس سے آگے ایک شخص ہیں جو اخلاق وعادات میں اور چہرے نقشے میں بالکل آپ ﷺ سے مشابہت رکھتے ہیں' آپ لوگ سب ان کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں اور ان کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان سے آگے ایک دبلی پتلی بڑھیا اونٹنی ہے میں نے دیکھا کہ گویا آپ ﷺ اسے اٹھا رہے ہیں' یہ سن کر حضور ﷺ کا رنگ متغیر ہوگیا تھوڑی دیر میں آپ کی یہ حالت بدل گئی اور آپ نے فرمایا سیدھے سچے اور صحیح راستے سے مراد تو دین ہے جسے میں لے کر اللہ کی طرف سے آیا ہوں اور جس ہدایت پر تم ہو' ہرا ابھرا سبز باغ جو تم نے دیکھا ہے اور اس کی عیش وعشرت کا دل لبھانے والا سامان' میں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم تو اس سے گزر جائیں گے نہ ہم اس میں مشغول ہوں گے نہ وہ ہمیں چمٹے گی نہ ہمارا تعلق اس سے ہوگا نہ اس کا تعلق ہم سے' نہ ہم اس کی چاہت کریں گے نہ وہ ہمیں لپٹے گی' پھر ہمارے بعد دوسری جماعت آئے گی جو ہم سے تعداد میں بہت زیادہ ہوگی ان میں سے بعض تو دنیا میں پھنس جائیں گے اور بعض بقدر حاجت لے لیں گے اور چل دیں گے اور نجات پالیں گے' پھر ان کے بعد زبردست جماعت آئے گی جو دنیا میں بالکل مستغرق ہوجائے گی اور دائیں بائیں بہک جائے گی فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب رہے تم سو تم اپنی سیدھی راہ چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے تمہاری ملاقات

www.muhammadilibrary.com

ہوجائے گی جس منبر کے آخری ساتویں درجہ پر تم نے مجھے دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے میں آخری ہزارویں سال میں ہوں میرے دائیں جس گندمی رنگ موٹی ہتھیلی والے انسان کو تم نے دیکھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جب وہ کلام کرتے ہیں تو لوگ اونچے ہوجاتے ہیں اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی ہوچکا ہے اور جنہیں تم نے میرے بائیں ہاتھ دیکھا جو درمیانہ قد کے بھرے جسم کے بہت سے تلوں والے جن کے بال پانی سے تر نظر آتے تھے وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں چونکہ ان کا اکرام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے ہم سب بھی ان کی بزرگی کرتے ہیں اور جن شیخ کو تم نے بالکل مجھ سا دیکھا وہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ہم ان کا قصد کرتے ہیں اور ان کی اقتداء اور تابعداری کرتے ہیں اور جس اونٹنی کو تم نے دیکھا کہ میں اسے کھڑا کر رہا ہوں اس سے مراد قیامت ہے جو میری امت پر قائم ہوگی نہ میرے بعد کوئی نبی آئے گا' نہ میری امت کے بعد کوئی امت آئے گی۔ فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ پوچھنا چھوڑ دیا کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہاں اگر کوئی شخص اپنے آپ خواب بیان کر دے تو حضور ﷺ تعبیر دے دیا کرتے تھے۔ [1] ان کے بیٹھنے اور آرام کرنے کے پلنگ سونے کے تاروں کے بنے ہوئے ہوں گے جن میں جگہ جگہ موتی ٹکے ہوئے ہوں گے درو یاقوت جڑے ہوئے ہوں گے۔ یہ فعیل معنی میں مفعول کے ہے اسی لئے اونٹنی کے پیٹ کے نیچے والے کو وضین کہتے ہیں۔ سب کے منہ آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے کوئی کسی کی طرف پیٹھ دیئے ہوئے نہ ہوگا' وہ غلمان ان کی خدمت گزاری میں مشغول ہوں گے جو عمر میں ویسے ہی چھوٹے رہیں گے نہ بڑے ہوں گے نہ بوڑھے ہوں گے۔ نہ ان میں تغیر و تبدل آئے۔ ﴿أَكْوَابٌ﴾ کہتے ہیں ان کوزوں کو جن کی ٹونٹی اور پکڑنے کی چیز نہ ہو اور ﴿أَبَارِيقُ﴾ وہ آفتابے جو ٹونٹی دار پکڑے جانے کے قابل ہوں یہ سب شراب کی جاری نہر سے چھلکتے ہوئے ہوں گے جو شراب نہ ختم ہو نہ کم ہو کیونکہ اس کے چشمے بہہ رہے ہیں' جام چھلکتے ہوئے ہر وقت اپنے نازک ہاتھوں میں لئے ہوئے یہ گل اندام ساقی ادھر ادھر گشت کر رہے ہوں گے۔ اس شراب سے نہ انہیں دردسر ہو نہ ان کی عقل زائل ہو بلکہ باوجود پورے سرور اور کیف کے عقل و حواس اپنی جگہ قائم رہیں گے اور کامل لذت حاصل ہو گی۔ شراب میں چار صفتیں ہیں نشہ سردرد قے اور پیشاب' پس پروردگار عالم نے جنت کی شراب کا ذکر کر کے ان چاروں نقصانوں کی نفی کر دی کہ وہ شراب ان نقصانات سے پاک ہے۔ پھر قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے پرندوں کے گوشت انہیں ملیں گے جس میوے کو جی چاہے اور جس طرح کے گوشت کی طرف دل کی رغبت ہو موجود ہوجائے گا' یہ تمام چیزیں لئے ہوئے ان کے سلیقہ شعار خدام ہر وقت ان کے اردگرد گھومتے رہیں گے تاکہ جس چیز کی جب کبھی خواہش ہو لے لیں۔

---

[1] [اسنادہ موضوع: بیھقی فی دلائل النبوۃ (۷/۳۶-۳۸)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو موضوع کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں سلیمان بن عطا راوی ہے جو مسلمہ بن عبداللہ سے کچھ موضوع اشیاء روایت کیا کرتا تھا۔]

www.muhammadilibrary.com

اس آیت میں دلیل ہے کہ آدمی میوے چن چن کر اپنی خواہش کے مطابق کھا سکتا ہے' مسند ابویعلی موصلی میں ہے حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے صدقہ کے مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے میرے ساتھ زکوۃ کے بہت سے اونٹ تھے گویا کہ وہ ریت کے درختوں کے چرائے ہوئے نوجوان اونٹ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا عکراش بن ذویب فرمایا اپنا نسب نامہ دور تک بیان کر دو میں نے مرہ بن عبید تک کہہ سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ زکوۃ مرہ بن عبید کی ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمانے لگے یہ میری قوم کے اونٹ ہیں یہ میری قوم کے صدقہ کا مال ہے پھر حکم دیا کہ صدقے کے اونٹوں کے نشان ان پر کر دو اور ان کے ساتھ انہیں بھی ملا دو پھر میرا ہاتھ پکڑ کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟ جواب ملا کہ ہاں ایک بڑے لگن میں ٹکڑے ٹکڑے کی ہوئی روٹی آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور میں نے کھانا شروع کیا۔ میں ادھر ادھر سے نوالے لینے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے میرا داہنا ہاتھ تھام لیا' اور فرمایا اے عکراش! یہ تو ایک قسم کا کھانا ہے ایک جگہ سے کھاؤ۔ پھر ایک سینی تر کھجوروں کی یا خشک کھجوروں کی آئی میں نے صرف سامنے جو تھیں انہیں کھانا شروع کیا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سینی کے ادھر ادھر سے جہاں جو پسند آتی تھی لے لیتے تھے اور مجھ سے بھی فرمایا اے عکراش! اس میں ہر طرح کی کھجوریں ہیں جہاں سے چاہو کھاؤ جس قسم کی کھجور چاہو لے لو' پھر پانی آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ دھوئے اور وہی تر ہاتھ اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر اور سر پر تین دفعہ پھیر لئے اور فرمایا اے عکراش! یہ وضو ہے اس چیز سے جسے آگ نے متغیر کیا ہو۔ (ترمذی اور ابن ماجہ) امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب بتاتے ہیں۔ [1]

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب پسند تھا بسا اوقات آپ پوچھ لیا کرتے تھے کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی ذکر کرتا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب سے خوش ہوتے تو اسے بہت اچھا لگتا۔ ایک مرتبہ ایک عورت آپ کے پاس آئیں اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا کہ میرے پاس کوئی آیا اور مجھے مدینے سے لے چلا اور جنت میں پہنچا دیا پھر میں نے یکا یک دھماکہ سنا جس سے جنت میں ہل چل مچ گئی میں نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کو دیکھا بارہ شخصوں کے نام لئے انہی بارہ شخصوں کا ایک لشکر بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن ہوئے ایک مہم پر روانہ کیا ہوا تھا فرماتی ہیں انہیں لایا گیا یہ اطلس کے کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کی رگیں جوش مار رہی تھیں حکم ہوا کہ انہیں نہر بیدخ میں لے جاؤ یا بیذخ کہا' جب ان لوگوں نے اس نہر میں غوطہ لگایا تو ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگ گئے پھر ایک

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب الاطعمة : باب ما جاء فی التسمیة فی الطعام (١٨٤٨) ابن ماجه : کتاب الاطعمة : باب الاکل مما یلیك (٣٢٧٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عبید اللہ بن عکراش راوی ہے، امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی حدیث ثابت نہیں اور علاء بن فضل راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

سونے کی سینی میں گدری کھجوریں آئیں جو انہوں نے اپنی حسب منشا کھائیں اور ساتھ ہی ہر طرح کے میوے جو چاروں طرف چنے ہوئے تھے جس میوے کو جی چاہتا تھا لیتے تھے میں نے بھی ان کے ساتھ شرکت کی اور وہ میوے کھائے' مدت کے بعد ایک قاصد آیا اور کہا فلاں فلاں اشخاص جنہیں آپ ﷺ نے لشکر میں بھیجا تھا شہید ہو گئے ٹھیک بارہ شخصوں کے نام لئے اور یہ وہی نام تھے جنہیں اس بی بی صاحبہ نے اپنے خواب میں دیکھا تھا' حضور ﷺ نے ان نیک بخت صحابیہ رضی اللہ عنہا کو پھر بلوایا اور فرمایا اپنا خواب دوبارہ بیان کرو اس نے پھر بیان کیا اور انہی لوگوں کے نام لئے جن کے نام قاصد نے لئے تھے۔ [1] طبرانی میں ہے کہ جنتی جس میوے کو درخت سے توڑے گا وہیں اس جیسا اور پھر لگ جائے گا۔ [2] مسند احمد میں ہے کہ جنتی پرند بختی اونٹ کے برابر ہیں جو جنت میں چرتے چگتے رہتے ہیں' حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ پرند تو نہایت ہی مزے کے ہوں گے' آپ نے فرمایا ان کے کھانے والے ان سے بھی ناز و نعمت والے ہوں گے۔ تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرما کر پھر فرمایا مجھے اللہ سے امید ہے کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تم ان میں سے ہو جو ان پرندوں کا گوشت کھائیں گے۔ [3]

حافظ ابو عبد اللہ مقدسی کی کتاب صفۃ الجنۃ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے طوبیٰ کا ذکر ہوا پس حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو پورا علم ہے آپ ﷺ نے فرمایا جنت کا ایک درخت ہے جس کی طوالنی کا علم سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں اس کی ایک شاخ تلے تیز سوار ستر ستر سال تک چلا جائے پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو اس کے پتے بڑے چوڑے ہیں ان پر بختی اونٹنی کے برابر پرند آ کر بیٹھتے ہیں' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تو یہ پرند بڑی ہی نعمتوں والے ہوں گے آپ نے فرمایا ان سے زیادہ نعمتوں والے ان کے کھانے والے ہوں گے اور ان شاء اللہ تم بھی انہی میں سے ہو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی یہ پچھلا حصہ مروی ہے۔ [4] ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ سے کوثر کی بابت سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ جنتی نہر ہے جو مجھے اللہ عز و جل نے عطا فرمائی ہے دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اس کا پانی ہے اس کے کنارے بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

(1) [صحیح : مسند احمد (۱۳۵/۳) مسند ابو یعلی (۴۴/۶)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۷۹/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۲۳۸۵)]

(2) [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۴۴۹) مسند بزار (۳۵۳۰) مجمع الزوائد (۴۱۴/۱۰)] شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عباد بن منصور راوی ضعیف و مدلس ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(3) [صحیح وهذا اسناد ضعیف : مسند احمد (۲۲۱/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے (یعنی شواہد کی بنا پر یہ روایت صحیح ہے)۔ [الموسوعة الحديثية (۱۳۳۱۱)]

(4) [السلسلة الصحيحة (۲۵۱۴)]

www.muhammadilibrary.com

نے فرمایا وہ پرند تو بڑے مزے میں ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا ان کا کھانے والا ان سے زیادہ مزے میں ہے۔ (ترمذی) امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔ [1]

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک پرند ہے جس کے ستر ہزار پر ہیں جنتی کے دستر خوان پر وہ آئے گا اس کے ہر پر سے ایک قسم نکلے گی جو دودھ سے زیادہ سفید اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھی پھر دوسرے پر سے دوسری قسم نکلے گی اسی طرح ہر پر سے ایک دوسرے سے جداگانہ' پھر وہ پرند اڑ جائے گا یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کے راوی رصافی اور ان کے استاد دونوں ضعیف ہیں۔ [2] ابن ابی حاتم میں ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنتی پرند مثل اونٹوں کے ہیں جو جنت کے پھل کھاتے ہیں اور جنت کی نہروں کا پانی پیتے ہیں جنتیوں کا دل جس پرند کے کھانے کو چاہے گا وہ اس کے سامنے آ جائے گا وہ جتنا چاہے گا جس پہلو کا گوشت پسند کرے گا کھائے گا پھر وہ پرند اڑ جائے گا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت کے جس پرند کو تو چاہے گا وہ بھنا بھنایا تیرے سامنے آ جائے گا۔ [3]

حور کی دوسری قرأت ''ر'' کے زیر سے بھی ہے۔ پیش سے تو یہ مطلب ہے کہ جنتیوں کیلئے حوریں ہوں گی اور زیر سے یہ مطلب ہے کہ گویا اگلے اعراب کی ماتحتی میں یہ اعراب بھی ہے' جیسے ﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ [4] میں زبر کی قرأت ہے اور جیسے کہ ﴿عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ﴾ [5] میں اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ غلمان اپنے ساتھ حوریں بھی لئے ہوئے ہوں گے لیکن ان کے محلات میں اور خیموں میں نہ کہ عام طور پر' واللہ اعلم۔ یہ حوریں ایسی ہوں گی جیسے تر و تازہ سفید صاف موتی ہوں' جیسے سورۂ صافات میں ہے ﴿كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ﴾ [6] سورۂ رحمان میں بھی یہ وصف مع تفسیر گزر چکا ہے۔ یہ ان کے نیک اعمال کا صلہ اور بدلہ ہے یعنی یہ تحفے ان کی حسن کارگزاری کا انعام ہے۔ یہ جنت میں لغو بیہودہ بے معنی خلاف طبع کوئی کلمہ بھی نہ سنیں گے حقارت اور برائی کا ایک لفظ بھی کان میں نہ پڑے گا' جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً﴾ [7] فضول کلامی سے ان کے کان محفوظ رہیں گے۔ نہ کوئی قبیح کلام کان میں پڑے گا۔ ہاں صرف سلامتی بھرے سلام کے کلمات ایک دوسروں کو کہیں گے' جیسے اور جگہ ارشاد فرمایا ﴿تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾ [8] ان کا تحفہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا ہوگا۔ ان کی بات چیت لغویت اور گناہ سے پاک ہوگی۔

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جاء فی صفة طیر الجنة (۲۵۴۲) مستدرك حاكم (۵۳۷/۲) مسند احمد (۲۲۰/۳)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی ، السلسلة الصحيحة (۲۵۱٤)]

[2] [ضعیف : ابو نعیم فی صفة الجنة (۳٤۰)] اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : ابو نعیم فی صفة الجنة (۳٤۱)] اس کی سند میں حمید بن عطا ضعیف ہے۔]

[4] [سورۃ المائدہ : آیت ٦]

[5] [سورۃ الدھر : آیت ۲۱]

[6] [الصافات : ٤۹]

[7] [الغاشیہ : ۱۱]

[8] [ابراھیم : ۲۳]

www.muhammadilibrary.com

وَاَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ ؕ﴿۲۷﴾ فِىۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ۙ﴿۲۸﴾ وَّ طَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ۙ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ۙ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسۡكُوۡبٍ ۙ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ ۙ﴿۳۲﴾ لَّا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ ۙ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَةٍ ؕ﴿۳۴﴾ اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰهُنَّ اِنۡشَآءً ۙ﴿۳۵﴾ فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡكَارًا ۙ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتۡرَابًا ۙ﴿۳۷﴾ لِّاَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ؕ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۙ﴿۳۹﴾ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ ؕ﴿۴۰﴾

اور داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے ○ وہ کانٹوں بغیر کی بیریوں ○ اور تہہ بہ تہہ کیلوں ○ اور لمبے لمبے سایوں ○ اور بہتے ہوئے پانیوں ○ اور بکثرت پھلوں ○ جو نہ ختم ہوں نہ روک لئے جائیں ○ اور اونچے اونچے فرشوں میں ہوں گے ○ ہم نے ان کی بیویوں کو خاص طور پر بنایا ہے ○ اور ہم نے انہیں کنواریاں کر دیا ہے ○ وہ محبوبہ اور ہم عمر ہیں ○ دائیں ہاتھ والوں کیلئے ہیں ○ جم غفیر ہے اگلوں میں سے ○ اور بہت بڑی جماعت ہے پچھلوں میں سے ○

داہنے ہاتھ والوں کے لیے جنتی نعمتیں: سابقین کا حال بیان کر کے اللہ تعالیٰ اب ابرار کا حال بیان فرماتا ہے جو سابقین سے کم مرتبہ ہیں۔ ان کا کیا حال ہے اسے سنو، یہ ان جنتوں میں ہیں جہاں بیری کے درخت ہیں لیکن کانٹے دار نہیں۔ اور پھل بکثرت اور بہترین ہیں دنیا میں بیری کے درخت زیادہ کانٹوں والے اور کم پھلوں والے ہوتے ہیں۔ جنت کے یہ درخت زیادہ پھلوں والے اور بالکل بے خار ہوں گے، پھلوں کے بوجھ سے درخت کے تنے جھکے جاتے ہوں گے۔

حضرت ابوبکر بن سلمان نجاد رحمہ اللہ نے ایک روایت وارد کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اعرابیوں کا حضور ﷺ کے سامنے آنا اور آپ سے مسائل پوچھنا ہمیں بہت نفع دیتا تھا ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ قرآن میں ایک ایسے درخت کا بھی ذکر ہے جو ایذا دیتا ہے، آپ نے پوچھا وہ کونسا؟ اس نے کہا بیری کا درخت، آپ نے فرمایا پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ ﴿مَخۡضُوۡدٍ﴾ نہیں پڑھا؟ اس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے ہیں اور ان کے بدلے پھل پیدا کر دیئے ہیں ہر ایک بیری میں بہتر قسم کے ذائقے ہوں گے جن کا رنگ و مزہ مختلف ہوگا [1] یہ روایت دوسری کتابوں میں بھی مروی ہے اس میں لفظ طَلۡح ہے اور ستر ذائقوں کا بیان ہے۔ [2] طلح ایک بڑا درخت ہے جو حجاز کی سرزمین میں ہوتا ہے، یہ کانٹے دار درخت ہوتا ہے اس میں کانٹے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن جریر نے اس کی شہادت عربی کے شعر سے بھی دی ہے۔ ﴿مَنۡضُوۡدٍ﴾ کے معنی تہہ بہ تہہ پھل والا، پھل سے لدا ہوا۔ ان دونوں کا ذکر اس لئے ہوا کہ عرب ان کی گہری اور میٹھی چھاؤں کو پسند

---

[1] [صحیح لغیرہ: ابن ابی الدنیا کما فی الترغیب والترھیب (٤٣٤/٤)] امام منذریؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [مستدرک حاکم (٤٧٦/٢)] شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح الترغیب (٣٧٤٢)]

[2] [صحیح: طبرانی کبیر (١٣٠/١٧) ابو نعیم فی الحلیۃ (١٠٣/٦)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (٤١٧/١٠)]

www.muhammadilibrary.com

کرتے تھے' یہ درخت بظاہر دنیوی درخت جیسا ہوگا لیکن بجائے کانٹوں کے اس میں شیریں پھل ہوں گے۔ جوہری فرماتے ہیں طلح بھی کہتے ہیں اور طلع بھی' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے' تو ممکن ہے کہ یہ بھی بیری کی ہی صفت ہو' یعنی وہ بیریاں بے خار اور بکثرت پھلدار ہیں۔ واللہ اعلم۔ اور حضرات نے طلح سے مراد کیلے کا درخت کہا ہے' اہل یمن کیلے کو طلح کہتے ہیں اور اہل حجاز موز کہتے ہیں۔ لمبے لمبے سایوں میں یہ ہوں گے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کے درخت کے سائے تلے تیز سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن سایہ ختم نہ ہوگا۔ اگر تم چاہو اس آیت کو پڑھو [1] مسلم میں بھی یہ روایت موجود ہے اور مسند احمد' مسند ابو یعلی میں بھی' مسند کی اور حدیث میں شک کے ساتھ ہے یعنی ستر (۷۰) یا سو (۱۰۰) اور یہ بھی ہے کہ یہ شجرۃ الخلد ہے [2] ابن جریر اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے پس یہ حدیث متواتر اور قطعاً صحیح ہے اور اس کی اسناد بہت ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں' ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ روایت بیان کی اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا کہ اگر کوئی شخص نوجوان اونٹنی پر سوار ہو کر اس وقت چلتا رہے جب تک وہ بوڑھا ہو کر گر جائے تو بھی اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا' اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور خود آپ اس میں اپنے پاس کی روح پھونکی ہے اس کی شاخیں جنت کی دیواروں سے باہر نکلی ہوئی ہیں جنت کی تمام نہریں اسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہیں۔ ابو حصین کہتے ہیں کہ موضع میں ایک دروازے پر ہم تھے ہمارے ساتھ ابو صالح اور شقیق ضبی بھی تھے اور ابو صالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی اوپر کی حدیث بیان کی اور کہا کیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جھٹلاتا ہے؟ اس نے کہا نہیں' انہیں تو نہیں تجھے جھٹلاتا ہوں۔ پس یہ قاریوں پر بہت گراں گزرا۔ میں کہتا ہوں اس ثابت' صحیح اور مرفوع حدیث کو جو جو جھٹلائے وہ غلطی پر ہے' ترمذی میں ہے جنت کے ہر درخت کا تنا سونے کا ہے۔ [3] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے جس کے ہر طرف سو سو سال کے راستے تک سایہ پھیلا ہوا ہے۔ جنتی لوگ اس کے نیچے آ کر بیٹھتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ کسی کو دنیوی کھیل تماشے اور دل بہلاوے یاد آتے ہیں تو اسی وقت ایک جنتی ہوا چلتی ہے اور اس درخت میں سے تمام راگ راگنیاں' باجے گاجے اور کھیل تماشوں کی آوازیں آنے لگتی ہیں' یہ اثر غریب ہے اور اس کی سند قوی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورۃ الواقعہ (۴۸۸۱) صحیح مسلم : کتاب الجنۃ : باب ان فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب (۲۸۲۶) مسند احمد (۲/۴۱۸)]

[2] [صحیح دون الجملۃ : مسند احمد (۲/۴۵۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ "شجرۃ الخلد" کے الفاظ کے علاوہ باقی روایت صحیح ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ]

[3] [صحیح : ترمذی: کتاب صفۃ الجنۃ : باب ما جاء فی صفۃ شجرۃ الجنۃ (۲۵۲۵) صحیح ابن حبان (۷۴۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، التعلیق الرغیب (۴/۲۵۷)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

ہے۔ حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سایہ ستر ہزار سال کی طولانی میں ہوگا۔ آپ سے مرفوع حدیث میں ایک سو سال مروی ہے یہ سایہ گھٹتا ہی نہیں نہ سورج آئے نہ گرمی ستائے، فجر طلوع ہونے سے بیشتر کا سماں ہر وقت اس کے نیچے رہتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت میں ہمیشہ وہ وقت رہے گا جو صبح صادق کے بعد سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے کے درمیان رہتا ہے سایہ کے مضمون کی روایتیں بھی اس سے پہلے گزر چکی ہیں، جیسے ﴿وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا﴾ [1] اور ﴿أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا﴾ [2] اور ﴿فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ﴾ [3] وغیرہ۔ پانی ہوگا بہتا ہوا مگر نہروں کے گڑھے اور کھدائی ہوئی زمین نہ ہوگی، اس کی پوری تفسیر ﴿فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ﴾ [4] میں گزر چکی ہے۔

ان کے پاس بکثرت طرح طرح کے لذیذ میوے ہیں جو نہ کسی کان نے سنے نہ کسی انسانی دل پر ان کا وہم و خیال گزرا۔ جیسے اور آیت میں ہے وہاں پھلوں سے روزی دیئے جائیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو ہم پہلے بھی دیئے گئے تھے کیونکہ بالکل ہم شکل ہوں گے، لیکن جب کھائیں گے تو ذائقہ اور ہی پائیں گے۔ بخاری و مسلم میں سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں ہے کہ اس کے پتے مثل ہاتھی کے کانوں کے ہوں گے اور پھل مثل ہجر کے بڑے بڑے مٹکوں کے ہوں گے [5] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث میں جس میں آپ نے سورج کے گہن ہونے کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج گہن کی نماز ادا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے یہ بھی ہے کہ بعد فراغت آپ کے ساتھ کے نمازیوں نے آپ سے پوچھا ہم نے آپ کو اس جگہ آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دیکھا کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی جنت کے میوے کا خوشہ لینا چاہا اگر میں لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔ [6] ابو یعلیٰ میں ہے کہ ظہر کی فرض نماز پڑھاتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور ہم بھی پھر آپ نے گویا کوئی چیز لینی چاہی، پھر پیچھے ہٹ آئے، نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج تو آپ نے ایسی بات کی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی، آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت لائی گئی اور جو اس میں تروتازگی اور سبزی ہے میں نے اس میں سے انگور کا خوشہ توڑنا چاہا تاکہ لا کر تمہیں دوں پس میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور اگر اس میں سے اسے تمہارے پاس لے آتا تو زمین و آسمان کے درمیان مخلوق اسے کھاتی رہتی تاہم اس میں ذرا سی بھی کمی نہ آتی۔ اسی کی مثل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم شریف میں بھی مروی ہے [7] مسند احمد

---

[1] [سورۃ النساء : آیت ۵۷]
[2] [سورۃ الرعد : آیت ۳۵]
[3] [سورۃ المرسلات : آیت ٤١]
[4] [سورۃ محمد : آیت ١٥]
[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق (۳۲۰۷) صحیح مسلم : کتاب الایمان (١٦٢ـ ٢٦٤)]
[6] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب کفران العشیر و کفر دون کفر (۲۹)، (١٠٥٢)، (۳۲۰۲) صحیح مسلم : کتاب الکسوف : باب ما عرض علی النبی فی صلاۃ الکسوف من امر الجنۃ والنار (٢١٠٦) ابو داؤد : کتاب صلوٰۃ الاستسقاء : باب القراءۃ فی صلاۃ الکسوف (١١٨٩) نسائی : کتاب الکسوف : باب قدر القراۃ فی صلاۃ الکسوف (١٤٩٢) مسند احمد (١/٢٩٨)]
[7] [صحیح : صحیح مسلم (٩٠٤) مسند احمد (٣/٣٥٣)]

www.muhammadilibrary.com

میں ہے کہ ایک اعرابی نے آ کر آنحضرت ﷺ سے حوض کوثر کی بابت سوال کیا اور جنت کا بھی ذکر کیا پوچھا کیا اس میں میوے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں وہاں طوبیٰ نامی درخت بھی ہے؟ پھر کچھ کہا جو مجھے یاد نہیں پھر پوچھا وہ درخت ہماری زمین کے کس درخت سے مشابہت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے ملک کی زمین میں کوئی درخت اس کا ہم شکل نہیں۔ کیا تو شام میں گیا ہے؟ اس نے کہا نہیں' فرمایا شام میں ایک درخت ہوتا ہے جسے جوزہ کہتے ہیں ایک ہی تنا ہوتا ہے اور اوپر کا حصہ پھیلا ہوا ہوتا ہے وہ البتہ اس کا مشابہ ہے' اس نے پوچھا جنتی خوشے کتنے بڑے ہوتے ہیں؟ فرمایا کالا کوا مہینہ بھر اڑتا رہے اتنے بڑے۔ وہ کہنے لگا اس درخت کا تنا کس قدر موٹا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر تو اپنی اونٹنی کے بچے کو چھوڑ دے اور وہ چلتا رہے یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر گر پڑے تب بھی اس کے تنے کا چکر پورا نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا اس میں انگور بھی لگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں پوچھا کتنے بڑے؟ آپ نے جواب دیا کہ کیا کبھی تیرے باپ نے اپنے ریوڑ میں سے موٹا تازہ بکرا ذبح کر کے اس کی کھال کھینچ کر تیری ماں کو دے کر کہا ہے کہ اس کا ڈول بنا لو؟ اس نے کہا ہاں' فرمایا پس اتنے ہی بڑے انگور کے دانے ہوتے ہیں۔ اس نے کہا پھر تو ایک ہی دانہ مجھ کو اور میرے گھر والوں کو کافی ہے آپ نے فرمایا بلکہ ساری برادری کو [1] پھر یہ میوے بھی ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ نہ کبھی ختم ہوں نہ ان سے کبھی روکا جائے۔ یہ نہیں کہ جاڑے میں ہیں اور گرمیوں میں نہیں' یا گرمیوں میں ہیں اور جاڑوں میں ندارد بلکہ یہ میوے دوام والے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں جب طلب کریں پالیں اللہ کی قدرت سے ہر وقت وہ موجود رہیں گے' بلکہ کسی کانٹے اور کسی شاخ کو بھی آڑ نہ ہوگی نہ دوری ہوگی نہ حاصل کرنے میں تکلف اور تکلیف ہوگی۔ بلکہ ادھر پھل توڑا ادھر اس کے قائم مقام دوسرا پھل لگ گیا' جیسے کہ اس سے پہلے حدیث گزر چکی ہے۔ ان کے فرش بلند و بالا نرم اور گدے راحت و آرام دینے والے ہوں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ان کی اونچائی اتنی ہوگی جتنی زمین و آسمان کی یعنی پانچ سو سال کی (ترمذی) یہ حدیث غریب ہے۔ [2]

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ فرش کی بلندی درجے کی آسمان و زمین کے برابر ہے یعنی ایک درجہ دوسرے درجے سے اس قدر بلند ہوتا ہے۔ ہر دو درجوں میں پانچ سو سال کی راہ کا فاصلہ ہے' پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ روایت صرف رشدین سعد سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہیں۔ یہ روایت ابن جریر' ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی اونچائی اسی (۸۰) سال کی ہے۔ اس کے بعد ضمیر لائے جس کا مرجع پہلے مذکور نہیں اس لئے کہ قرینہ موجود ہے۔ بستر کا ذکر آیا جس پر جنتیوں کی بیویاں ہوں گی پس ان

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۴/۱۸۳) طبرانی کبیر (۱۷/۱۲۶)] اس کی سند میں عامر بن زید مجہول ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الواقعه (۳۲۹۴) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳/۱۱۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (۴/۲۶۲)] اس کی سند میں رشدین بن سعد راوی ضعیف ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

کی طرف ضمیر پھیردی۔ جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں توارت کا لفظ آیا ہے اور شمس کا لفظ اس سے پہلے نہیں پس قرینہ کافی ہے۔ لیکن ابوعبیدہ کہتے ہیں پہلے مذکورہ ہو چکا۔ ﴿ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴾ ۔

پس فرماتا ہے کہ ہم نے ان بیویوں کونئی پیدائش میں پیدا کیا ہے' اس کے بعد کہ وہ بالکل پھوس بڑھیا تھیں ہم نے انہیں نوعمر کنواریاں کر کے ایک خاص پیدائش میں پیدا کیا۔ وہ اپنی ظرافت وملاحت سے' حسن وصورت و جسامت سے خوش خلقی اور حلاوت کی وجہ سے اپنے خاوندوں کی بڑی پیاریاں ہیں' بعض کہتے ہیں عرباء کہتے ہیں ناز وکرشمہ والیوں کو۔ حدیث میں ہے کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو دنیا میں بڑھیا تھیں اور اب جنت میں گئی ہیں تو انہیں نوعمر وغیرہ کر دیا ہے [1] اور روایت میں ہے کہ خواہ یہ عورتیں کنواری تھیں یا ثیبہ تھیں اللہ تعالیٰ ان سب کو ایسی کردے گا [2] ایک بڑھیا عورت رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتی ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کردے آپ نے فرمایا ام فلاں جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی' وہ روتی ہوئی واپس لوٹیں تو آپ نے فرمایا جاؤ انہیں سمجھادو' مطلب یہ ہے کہ بڑھیا نہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم انہیں نئی پیدائش میں پیدا کریں گے پھر باکرہ کردیں گے شمائل ترمذی وغیرہ۔ [3]

طبرانی میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ حورعین کی خبر مجھے دیجئے آپ نے فرمایا وہ گورے رنگ کی ہیں بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں سخت سیاہ اور بڑے بڑے بالوں والی ہیں جیسے گدھ کا پر۔ میں نے کہا ﴿ لُؤْلُؤِ مَّكْنُوْنِ ﴾ کی بابت خبر دیجئے آپ نے ارشاد فرمایا دن کی صفائی اور جوت مثل اس موتی کے ہے جو سیپ سے ابھی ابھی نکلا ہو جسے کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو' میں نے کہا ﴿ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴾ [4] کی کیا تفسیر ہے؟ فرمایا خوش خلق خوبصورت میں نے کہا ﴿ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾ [5] سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ان کی نزاکت اور نرمی انڈے کی اس جھلی کے مانند ہوگی جو اندر ہوتی ہے' میں نے ﴿ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴾ کے معنی دریافت کئے' فرمایا اس سے مراد دنیا کی مسلمان جنتی عورتیں ہیں جو بالکل بڑھیا پھوس تھیں' اللہ تعالیٰ نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا اور کنواریاں اور خاوندوں کی چہیتیاں اور خاوندوں سے عشق رکھنے والیاں اور ہم عمر بنادیا' میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حورعین؟ فرمایا دنیا کی عورتیں حورعین سے بہت افضل ہیں جیسے استر سے ابرا ہوتا ہے' میں نے کہا اس فضیلت کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا نمازیں' روزے اور اللہ تعالیٰ کی عبادتیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے نور سے ان کے جسم ریشم سے سنوار دیئے ہیں' سفید ریشم' سبز ریشم اور زرد سنہرے ریشم اور زرد سنہرے زیور

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الواقعه (۳۲۹۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۳۹۵)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ اور یزید رقاشی دو راوی ضعیف ہیں۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۳۹۳)] اس میں جابر جعفی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [مرسل وضعیف : شمائل ترمذی (۲۴۰) بغوی فی التفسیر (۲۸۳/٤)]

[4] [سورة الرحمن : آیت ۷۰] [5] [سورة الصافات : آیت ٤٩]

www.muhammadilibrary.com

بخوردان موتی کے، کنگھیاں سونے کی یہ کہتی رہیں گی

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ اَبَدًا وَنَحْنُ النَّاعِمَاتِ فَلَا نَبْاَسُ اَبَدًا
وَنَحْنُ الْمُقِيْمَاتُ فَلَا نَظْعَنُ اَبَدًا وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ اَبَدًا

طُوْبٰى لِمَنْ كُنَّالَهُ وَكَانَ لَنَا

یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی مریں گی نہیں، ہم ناز اور نعمت والیاں ہیں کہ کبھی سفر میں نہیں جائیں گے ہم اپنے خاوندوں سے خوش رہنے والیاں ہیں کہ کبھی روٹھیں گے نہیں۔ ہم راضی رہنے والیاں ہیں کہ کبھی غصے نہ ہوں گیں خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کیلئے ہم ہیں اور خوش نصیب ہیں ہم کہ ان کیلئے ہیں۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ بعض عورتوں کے تین تین چار چار خاوند ہوجاتے ہیں اس کے بعد اسے موت آتی ہے مرنے کے بعد اگر یہ جنت میں گئی اور اس کے سب خاوند بھی گئے تو یہ کسے ملے گی؟ آپ نے فرمایا اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے چنانچہ یہ ان میں سے اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ بہترین برتاؤ کرتا رہا ہو اللہ تعالیٰ سے کہے گی پروردگار یہ مجھ سے بہت اچھی بود و باش رکھتا تھا اسی کے نکاح میں مجھے دے، اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسن خلق دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو لئے ہوئے ہے۔ [1] صور کی مشہور مطول حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو جنت میں لے جانے کی سفارش کریں گے جس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے آپ کی شفاعت قبول کی اور آپ کو انہیں جنت میں پہنچانے کی اجازت دی، آپ فرماتے ہیں پھر میں انہیں جنت لے جاؤں گا اللہ کی قسم تم جس قدر اپنے گھر بار اور اپنی بیویوں سے واقف ہو اس سے بہت زیادہ اہل جنت اپنے گھروں اور بیویوں سے واقف ہوں گے، پس ایک ایک جنتی کی بہتر بہتر بیویاں ہوں گی جو اللہ کی بنائی ہوئی ہیں اور دو دو بیویاں عورتوں میں سے ہوں گی کہ انہیں بوجہ اپنی عبادت کے ان سب عورتوں پر فضیلت حاصل ہوگی جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا یہ اس بالا خانہ میں ہوں گی جو یاقوت کا بنا ہوگا اس پلنگ پر ہوگی جو سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہوگا اور جڑاؤ جڑا ہوا ہوگا، ستر جوڑے پہنے ہوئے ہوں گی جو سب باریک اور سبز چمکیلے خالص ریشم کے ہوں گے، یہ بیوی اس قدر نازک نورانی ہوگی کہ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سینے کی طرف سے دیکھے گا تو صاف نظر آجائے گا، کپڑے گوشت ہڈی، کوئی، چیز روک نہ ہوگی اس قدر اس کا جسم صاف اور آئینہ نما ہوگا جس طرح مروارید میں سوراخ کر کے ڈورا ڈال دیں تو وہ ڈورا باہر سے نظر آتا ہے اسی طرح اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔ ایسا ہی نورانی بدن اس جنتی کا بھی ہوگا، الغرض یہ اس کا آئینہ ہوگی، اور وہ اس کا۔ اس کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوگا نہ یہ تھکے نہ وہ، اس کا دل بھرے نہ اس کا۔ جب کبھی نزدیکی کرے تو کنواری پائے گا نہ اس کا عضو سست ہو نہ اسے گراں گزرے مگر خاص پانی وہاں نہ ہوگا جس سے گھن آئے، یہ یونہی مشغول ہوگا جو کان میں ندا آئے گی کہ یہ تو ہمیں خوب معلوم ہے کہ نہ آپ کا دل ان سے بھرے گا نہ ان کا آپ سے مگر آپ کی دوسری بیویاں بھی ہیں، اب یہ یہاں سے باہر آئے گا اور ایک ایک

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۳۴۰)] اس کی سند میں سلیمان بن ابی کریمہ راوی ضعیف ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

کے پاس جائے گا جس کے پاس جائے گا اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے نکل جائے گا۔ کہ رب کی قسم تجھ سے بہتر جنت میں کوئی چیز نہیں نہ میری محبت کسی سے تجھ سے زیادہ ہے۔ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جنت میں جنتی لوگ جماع بھی کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے خوب اچھی طرح بہترین طریق پر۔ جب الگ ہوگا وہ اسی وقت پاک صاف اچھوتی باکرہ بن جائے گی۔ (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کے پاس جانے کی قوت عطا کی جائے گی' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا اتنی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا ایک سو آدمیوں کے برابر اسے قوت ملے گی (۳) طبرانی کی حدیث میں ہے ایک سو کنواریوں کے پاس ایک دن میں ہو آئے گا۔ (۴) حافظ عبداللہ مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث شرط صحیح پر ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما عربا کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ اپنے خاوندوں کی محبوبہ ہوں گی' یہ اپنے خاوندوں کی عاشق اور خاوندان کے عاشق۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ اس کا معنی ناز و کرشمہ والی ہے اور سند سے مروی ہے کہ معنی نزاکت والی ہے' تمیم بن حذلم کہتے ہیں عربا اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے خاوند کا دل مٹھی میں رکھے۔ زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد خوش کلام ہے اپنی باتوں سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں' جب کچھ بولیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھول جھڑتے ہیں اور نور برستا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ انہیں عرب اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی بول چال عربی زبان میں ہوگی۔ (۵) ''اتراب'' کے معنی ہیں ہم عمر یعنی تینتیس برس کی اور معنی ہیں کہ خاوند کی اور ان کی طبیعت اور خلق بالکل یکساں ہے جس سے وہ خوش یہ خوش جو اسے ناپسند اسے بھی ناپسند۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں آپس میں ان میں بیر بغض سوتیا ڈاہ حسد اور رشک نہ ہوگا۔ یہ سب آپس میں ہم عمر ہوں گی تاکہ بے تکلف ایک دوسری سے ملیں جلیں کھیلیں کودیں' ترمذی کی حدیث میں ہے کہ یہ جنتی حوریں ایک روح افزا باغ میں جمع ہو کر نہایت پیارے گلے سے گانا گائیں گی کہ ایسی رسیلی اور سریلی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی (۶) ان کا گانا وہی ہوگا جو اوپر بیان ہوا ابو یعلی میں ہے ان کے گانے میں یہ بھی ہوگا۔

---

(۱) [ضعیف : بیھقی فی البعث والنشور (٦٦٩)] اس کی سند میں اسماعیل بن رافع ضعیف ہے۔]

(۲) [حسن : حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

(۳) [حسن صحیح : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جاء فی صفة جماع اھل الجنة (٢٥٣٦) طیالسی (٢٠١٢)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

(۴) [ضعیف : طبرانی اوسط (٥٢٦٣)] اس کی سند میں ہشام بن حسان مدلس راوی کا عنعنہ ہے اور محمد بن احمد مجہول الحال ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۵) [ضعیف و منقطع : اس کی سند میں ابن ابی حاتم اور سہل کے درمیان انقطاع ہے۔]

(۶) [ضعیف : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جاء فی کلام الحور العین (٢٥٦٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفة (١٩٨٢)]

www.muhammadilibrary.com

نَحۡنُ خَيۡرَاتٌ حِسَانٌ ...... خُلِقۡنَا لِأَزۡوَاجٍ كِرَامٍ [1]

ہم پاک صاف خوش وضع، خوبصورت عورتیں ہیں جو بزرگ اور ذی عزت شوہروں کیلئے چھپا کر رکھی گئی تھیں۔ اور روایت میں خیرات کے بدلے جوار کا لفظ آیا ہے۔ پھر فرمایا یہ اصحاب یمین کیلئے پیدا کی گئی ہیں اور انہی کیلئے محفوظ و مصوٗن رکھی گئی تھیں۔ لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ متعلق ہے ﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ﴾ الخ، کے یعنی ہم نے انہیں ان کیلئے پیدا کیا۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک رات تہجد کی نماز کے بعد دعا مانگنی شروع کی، چونکہ سخت سردی تھی، بڑے زور کا پالا پڑ رہا تھا، ہاتھ اٹھائے نہیں جاتے تھے اس لئے میں نے ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگ لی اور اسی حالت میں دعا مانگتے مانگتے مجھے نیند آ گئی خواب میں میں نے ایک حور کو دیکھا اس جیسی خوبصورت نورانی شکل کبھی میری نگاہ سے نہیں گزری اس نے مجھ سے کہا اے سلیمان! ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگنے لگے اور یہ خیال نہیں کہ پانچ سو سال سے اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے لئے اپنی خاص نعمتوں سے پرورش کر رہا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ لام متعلق ''اَتْرَابًا'' کے ہو یعنی ان کی ہم عمریں ہوں گی جیسے کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات جیسے روشن ہوں گے ان کے بعد والی جماعت کے بہت چمکدار ستارے جیسے روشن ہوں گے یہ پاخانے، پیشاب، تھوک، رینٹ سے پاک ہوں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کے پسینے مشک کی خوشبو والے ہوں گے ان کی انگیٹھیاں لؤلؤ کی ہوں گی ان کی بیویاں حوریں ہوں گی ان سب کے اخلاق مثل ایک ہی شخص کے ہوں گے، یہ سب اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر ساٹھ ہاتھ کے لانبے قد کے ہوں گے۔ [2] طبرانی میں ہے کہ اہل جنت بے بال اور بے ریش، گورے رنگ والے، خوش خلق اور خوبصورت سرمگیں آنکھوں والے تینتیس برس کی عمر کے سات ہاتھ لمبے اور سات ہاتھ چوڑے چکلے مضبوط بدن والے ہوں گے۔ [3] اس کا کچھ حصہ ترمذی میں بھی مروی ہے۔ [4] اور حدیث میں ہے کہ گو کسی عمر میں انتقال ہوا ہو دخول جنت کے وقت تینتیس سالہ عمر کے ہوں گے اور اسی عمر میں ہمیشہ رہیں گے، اسی طرح جہنمی بھی (ترمذی) [5] اور روایت میں ہے کہ ان کے قد سات ہاتھ فرشتے کے ہاتھ کے اعتبار

---

[1] [ابو نعیم فی صفة الجنة (٢/ ٢٨٠) مجمع الزوائد (١٠/ ٤٢٢)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ طبرانی نے اسے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب خلق آدم وذریته (٣٣٢٧) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب اول زمرة تدخل الجنة علی صورة القمر لیلة البدر وصفاتهم (٢٨٣٤)]

[3] [حسن لغیرہ: مسند احمد (٢/ ٢٩٥)] شیخ البانیؒ اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح الترغیب (٣٧٠٠)]

[4] [حسن: ترمذی: کتاب صفة الجنة: باب ما جآء فی سن اهل الجنة (٢٥٤٥)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، التعلیق الرغیب (٤/ ٢٤٥)]

[5] [ضعیف: ترمذی: کتاب صفة الجنة: باب ما جآء مالا دنی الارض اهل الجنة من الکرامة (٢٥٦٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی (٤٦٧) ضعیف الجامع الصغیر (٥٨٥٢)]

www.muhammadilibrary.com

سے ہوں گے قد آدم علیہ السلام حسن یوسف علیہ السلام عمر عیسیٰ یعنی تینتیس سال اور زبان محمد ﷺ یعنی عربی والے ہوں گے' بے بال اور سرمگیں آنکھوں والے (ابن ابی الدنیا)[1]

اور روایت میں ہے کہ دخول جنت کے ساتھ ہی انہیں ایک جنتی درخت کے پاس لایا جائے گا اور وہاں انہیں کپڑے پہنائے جائیں گے ان کے کپڑے نہ گلیں نہ سڑیں نہ پرانے ہوں نہ میلے ہوں ان کی جوانی نہ ڈھلے نہ جائے نہ فنا ہو۔[2] اصحاب یمین گزشتہ امتوں میں سے بھی بہت ہیں اور پچھلوں میں سے بھی بہت ہیں' ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا میرے سامنے انبیاء علیہم السلام مع اپنے تابعدار امتیوں کے پیش ہوئے بعض نبی گزرتے تھے اور بعض نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی تھی اور بعض نبی کے ساتھ صرف تین آدمی ہوتے تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا راوی حدیث حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے اتنا فرما کر یہ آیت پڑھی ﴿أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ﴾ کیا تم میں سے ایک بھی رشد سمجھ والا نہیں؟ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام گزرے جو بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت ساتھ لئے ہوئے تھے' میں نے پوچھا پروردگار یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ تمہارا بھائی موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں ان کے ساتھ ان کی تابعداری کرنے والی امت ہے میں نے پوچھا الٰہی پھر میری امت کہاں ہے؟ فرمایا اپنی داہنی جانب نیچے کی طرف دیکھو' میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی لوگوں کے بکثرت چہرے دمک رہے تھے' پھر مجھ سے پوچھا کہو اب تو خوش ہو میں نے کہا الٰہی میں خوش ہوں' مجھ سے فرمایا اب اپنی بائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو میں نے وہاں دیکھا تو وہاں بیشمار لوگ تھے پھر مجھ سے پوچھا اب تو راضی ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں میرے رب میں راضی ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور سنو ان کے ساتھ ستر ہزار اور لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ سن کر حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے' یہ قبیلہ بنو اسد سے محصن کے لڑکے تھے بدر کی لڑائی میں موجود تھے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی انہی میں سے کرے آپ نے دعا کی پھر ایک اور شخص کھڑے ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول! میرے لئے بھی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت کر گئے' پھر آپ نے فرمایا لوگو! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اگر تم سے ہو سکے تو ان ستر ہزار میں سے بنو جو بے حساب جنت میں جائیں گے' ورنہ کم سے کم دائیں جانب والوں میں سے ہو جاؤ گے' یہ بھی نہ ہو سکے تو کنارے والوں میں سے بن جاؤ۔ میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے حال میں ہی لٹک جاتے ہیں۔ پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی چوتھائی تعداد صرف تمہاری ہو گی۔ پس ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام جنت کی تہائی والے ہوں گے' ہم نے پھر تکبیر کہی۔ فرمایا اور سنو!

---

[1] [ضعیف : ذكره ابن القيم فی حادی الارواح (۲۱۸)] اس کی سند میں رواد بن جراح راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ابو نعيم فی صفة الجنة (۲۵۵) وفی الحلية (۳/۵٦) طبرانی صغیر (۲/۱٤)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۴۰۲)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، ہارون کا انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

تم آدھوں آدھ اہل جنت کے ہوں گے ہم نے پھر تکبیر کہی اس کے بعد حضور ﷺ نے اسی آیت ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ کی تلاوت کی۔ اب ہم میں آپس میں مذاکرہ شروع ہو گیا کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے؟ پھر ہم نے کہا وہ لوگ جو اسلام میں ہی پیدا ہوئے اور شرک کیا ہی نہیں حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرواتے اور فال نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ [1] یہ حدیث بہت سی سندوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے بہت سی کتابوں میں صحت کے ساتھ مروی ہے۔ ابن جریر میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آیت میں پہلوں پچھلوں سے مراد میری امت کے اگلے پچھلے ہی ہیں۔ [2]

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۵ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾
لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ
عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۵ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ
اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾
لَمَجْمُوْعُوْنَ ۵ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾
لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ
عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾

اور بائیں ہاتھ والے کیا ہیں بائیں ہاتھ والے؟ ○ گرم ہوا اور پانی میں ○ سیاہ دھویں کے سائے میں ○ جو نہ ٹھنڈا ہو نہ عزت والا ○ بے شک یہ لوگ اس سے پہلے بہت نازوں میں پلے ہوئے تھے ○ اور بڑے بڑے گناہوں پر مداومت کرتے تھے ○ اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو ہم پھر دوبارہ کھڑے کئے جائیں گے ○ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ ○ تو کہہ دے کہ یقیناً اگلے اور پچھلے؟ ○ البتہ جمع کئے جائیں گے ایک مقرر دن کے وقت ○ پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو ○ البتہ کھانے والے ہو درخت تھور کا ○ اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو ○ پھر اس پر گرم کھولتا پانی پینے والے ہو ○ پھر پینے والے بھی پیاسے اونٹوں کی طرح ○ قیامت کے دن ان کی مہمانی یہ ہے ○

بائیں ہاتھ والے عذاب کا شکار: اصحاب یمین کا ذکر کرنے کے بعد اصحاب شمال کا ذکر ہو رہا ہے فرماتا ہے ان کا کیا حال ہے یہ کس عذاب میں ہوں گے؟ پھر ان عذابوں کا بیان فرماتا ہے کہ یہ گرم ہوا کے تھپیڑوں اور کھولتے ہوئے گرم پانی میں ہیں اور دھوئیں کے سخت سیاہ سائے میں ہیں جیسے اور جگہ ﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ﴾ سے ﴿لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ [3] تک

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱/۴۰۱) مسند ابو یعلی (۵۳۳۹)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۳۶۱۵)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۶۴۶)] اس میں ابان اور علی بن زید دو راوی ضعیف ہیں۔]

[3] [سورة المرسلات : آیت ۲۹-۳۴]

www.muhammadilibrary.com

فرمایا ہے یعنی اس دوزخ کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے ہو۔ چلو تین شاخوں والے سایہ کی طرف جو نہ گھنا ہے نہ آگ کے شعلے سے بچا سکتا ہے' وہ دوزخ محل کی اونچائی کے برابر چنگاریاں پھینکتی ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ زرد اونٹنیاں ہیں۔ آج تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی فرمان ہے کہ یہ لوگ جن کی بائیں ہاتھ میں عمل نامہ دیا گیا ہے یہ سخت سیاہ دھوئیں میں ہوں گے جو نہ جسم کو اچھا لگے نہ آنکھوں کو بھلا معلوم ہو' یہ عرب کا محاورہ ہے کہ جس چیز کی زیادہ برائی بیان کرنی ہو' وہاں اس کا ہر ایک برا وصف بیان کر کے اس کے بعد **وَلَا كَرِيْمٍ** کہہ دیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق اس لئے ہوئے کہ دنیا میں جو اللہ کی نعمتیں انہیں ملی تھیں ان میں یہ مست ہو گئے' رسولوں کی باتوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی۔ بدکاریوں میں پڑ گئے اور پھر توبہ کی طرف دلی توجہ بھی نہ رہی۔ حِنْثِ عَظِيْمِ سے مراد بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کفر و شرک ہے' بعض کہتے ہیں جھوٹی قسم ہے' پھر ان کا ایک اور عیب بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کا ہونا بھی محال جانتے تھے' اس کی تکذیب کرتے تھے اور عقلی استدلال پیش کرتے تھے کہ مر کر مٹی میں مل کر پھر بھی کہیں کوئی جی سکتا ہے؟ انہیں جواب مل رہا ہے کہ تمام اولاد آدم قیامت کے دن نئی زندگی میں پیدا ہو کر اور ایک میدان میں جمع ہو گی' کوئی ایک وجود بھی ایسا نہ ہو گا جو دنیا میں آیا ہو اور یہاں نہ ہو' جیسے اور جگہ ہے اس دن سب جمع کر دیئے جائیں گے' یہ حاضر باشی کا دن ہے' تمہیں دنیا میں چند روز مہلت ہے قیامت کے دن کون ہے جو بلا اجازت اللہ لب بھی ہلا سکے؟ انسان دو قسم پر تقسیم کر دیئے جائیں گے' نیک الگ اور بد علیحدہ۔ وقت قیامت محدود اور مقرر ہے' کمی زیادتی' تقدیم تاخیر اس میں بالکل نہ ہو گی۔ پھر تم اے گمراہو اور جھٹلانے والو! زقوم کے درخت کھلوائے جاؤ گے انہیں سے پیٹ بوجھل کرو گے کیونکہ جبراً وہ تمہارے حلق میں ٹھونسا جائے گا' پھر اس پر کھولتا ہوا گرم پانی تمہیں پینا پڑے گا اور وہ بھی اس طرح جیسے پیاسا اونٹ پی رہا ہو' ھِيْم جمع ہے اس کا واحد اہیم ہے اور مونث ہیماء ہے ہائم اور ہائمہ بھی کہا جاتا ہے۔ سخت پیاس والے اونٹ کو کہتے ہیں جسے پیاس کی بیماری ہوتی ہے پانی چوستا رہتا ہے لیکن سیرابی نہیں ہوتی اور نہ اس بیماری سے اونٹ جانبر ہوتا ہے' اسی طرح یہ جہنمی جبراً سخت گرم پانی پلائے جائیں گے جو خود ایک بدترین عذاب ہو گا بھلا اس سے پیاس رکتی ہے؟ حضرت خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ ایک ہی سانس میں پانی پینا یہ بھی پیاس والے اونٹ کا سا پینا ہے اس لئے مکروہ ہے۔ پھر فرمایا ان مجرموں کی ضیافت آج جزا کے دن یہی ہے' جیسے متقین کے بارے میں اور جگہ ہے کہ ان کی مہمانداری جنت الفردوس ہے۔ [1]

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

---

[1] [سورۃ الکہف : آیت ۱۰۷]

www.muhammadilibrary.com

ہم ہی نے تم سب کو پیدا کیا ہے پھر تم کیوں باور نہیں کرتے ؟ ○ اچھا پھر یہ تو بتلاؤ کہ جو پانی تم ٹپکاتے ہو' کیا اس کا انسان تم بناتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ ○ ہم ہی نے تم میں موت کو متعین کر دیا ہے اور ہم اس سے ہارے ہوئے نہیں ہیں ○ کہ تمہاری جگہ تو تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں نئے سرے سے اس عالم میں پیدا کریں جس سے تم بالکل بے خبر ہو ○ تمہیں یقینی طور پر پہلی دفعہ کی پیدائش تو معلوم ہی ہے پھر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے ؟ ○

منکرین قیامت کی تردید میں دلائل: اللہ تعالیٰ قیامت کے منکرین کو لاجواب کرنے کیلئے قیامت کے قائم ہونے اور لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے کی دلیل دے رہا ہے' فرماتا ہے کہ جب ہم نے پہلی مرتبہ جبکہ تم کچھ نہ تھے تمہیں پیدا کر دیا تو اب فنا ہونے کے بعد جبکہ کچھ نہ کچھ تو تم رہو گے ہی۔ تمہیں دوبارہ پیدا کرنا ہم پر کیا گراں ہوگا؟ جب ابتدائی اور پہلی پیدائش کو مانتے ہو تو پھر دوسری مرتبہ کے پیدا ہونے سے کیوں انکار کرتے ہو؟ دیکھو انسان کے خاص پانی کے قطرے تو عورت کے بچہ دان میں پہنچ جاتے ہیں اتنا کام تو تمہارا تھا لیکن اب ان قطروں کو بصورت انسان پیدا کرنا یہ کس کا کام ہے؟ ظاہر ہے کہ تمہارا اس میں کوئی دخل نہیں' کوئی ہاتھ نہیں' کوئی قدرت نہیں' کوئی تدبیر نہیں' پیدا کرنا یہ صفت خالق کل اللہ رب العزت کی ہی ہے ٹھیک اسی طرح مار ڈالنے پر بھی وہی قادر ہے۔ کل آسمان وزمین کی موت کا متصرف بھی اللہ ہی ہے۔ پھر بھلا اتنی بڑی قدرتوں کا مالک کیا یہ نہیں کرسکتا کہ قیامت کے دن تمہاری پیدائش میں تبدیلی کر کے جس صفت اور جس حال میں چاہے تمہیں از سر نو پیدا کر دے۔ پس جبکہ جانتے ہو مانتے ہو کہ ابتدائے آفرینش اسی نے کی ہے اور عقل باور کرتی ہے کہ پہلی پیدائش دوسری پیدائش سے مشکل ہے پھر دوسری پیدائش کا انکار کیوں کرتے ہو؟ یہی اور جگہ ہے ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ﴾ [1] اللہ ہی نے پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہی دوبارہ دوہرائے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے' سورۂ یاسین میں ﴿اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ﴾ سے ﴿عَلِیْمٌ﴾ [2] تک ارشاد فرمایا یعنی ہم انسان کو نطفے سے پیدا کرتے ہیں پھر وہ حجت بازیاں کرنے لگتا ہے اور ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگتا ہے اور کہتا پھرتا ہے ان بوسیدہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا تم اے نبی ﷺ ہماری طرف سے جواب دو کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلے پہل پیدا کیا ہے وہ ہر پیدائش کا علم رکھنے والا ہے سورۂ قیامہ میں فرمایا ﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ﴾ [3] سے آخر تک' یعنی کیا انسان یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اسے یونہی آوارہ چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا یہ ایک غلیظ پانی کے نطفے کی شکل میں نہ تھا' پھر خون کے لوتھڑے کی شکل میں نمایاں ہوا تھا؟ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا درست کیا مرد وعورت بنایا ایسا اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟

---

[1] [الروم : ۲۷]

[2] [یسین : ۷۷۔۷۹]

[3] [القیامۃ : ۳۶۔۴۰]

www.muhammadilibrary.com

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

اچھا پھر یہ بھی بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو ○ اسے تم ہی اگاتے ہو۔ یا ہم اگانے والے ہیں؟ ○ اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر ڈالیں اور تم حیرت کے ساتھ باتیں بناتے ہی رہ جاؤ ○ کہ ہم پر تو تاوان ہی پڑے گا ○ بلکہ ہم بالکل بدنصیب ہی رہ گئے ○ اچھا یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو ○ اسے بادلوں سے بھی تم ہی اتارتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟ ○ اگر ہماری منشا ہو تو ہم اسے کڑوا زہر کر دیں پھر تم ہماری شکر گزاری کیوں نہیں کرتے؟ ○ اچھا ذرا یہ بھی بتاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو ○ اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے۔ یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں؟ ○ ہم نے اسے سبب نصیحت کیا ہے اور مسافروں کی فائدہ کی چیز بنایا ہے ○ پس اپنے بہت بڑے اللہ کے نام کی تسبیح کیا کر ○

کھیتی، آگ اور پانی سب کا خالق اللہ ہی: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم جو کھیتیاں بوتے ہو زمین کھود کر بیج ڈالتے ہو پھر ان بیجوں کو اگانا بھی کیا تمہارے بس میں ہے؟ نہیں نہیں بلکہ انہیں اگانا پھل پھول دینا ہمارا کام ہے۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا زَرَعْتُ نہ کہا کرو بلکہ حَرَثْتُ کہا کرو یعنی یوں کہو میں نے بویا یوں نہ کہو کہ میں نے اگایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنا کر پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ [1] امام حجر مدری رحمہ اللہ ان آیتوں کے ایسے سوال کے موقعوں کو جب پڑھتے تو کہتے بَلْ اَنْتَ يَا رَبِّيْ ہم نے نہیں بلکہ اے رب تو نے ہی۔ پھر فرماتا ہے کہ پیدا کرنے کے بعد بھی ہماری مہربانی ہے کہ ہم اسے بڑھائیں اور پکائیں ورنہ ہمیں قدرت ہے کہ سکھا دیں اور مضبوط نہ ہونے دیں برباد کر دیں اور بے نشان دنیا بنا دیں۔ اور تم ہاتھ ملتے اور باتیں ہی کرتے رہ جاؤ۔ کہ ہائے ہم پر آفت آ گئی ہائے ہماری تو اصل بھی ماری گئی بڑا نقصان ہو گیا نفع ایک طرف پونجی بھی غارت ہو گئی غم و رنج سے نہ جانے کیا کیا بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگ جاؤ' کبھی کہو کاش کہ اب کی مرتبہ بوتے ہی نہیں کاش کہ یوں کرتے ووں کرتے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اس وقت تم اپنے گناہوں پر نادم ہو جاؤ تفکہ کا لفظ اپنے میں دونوں معنی رکھتا ہے نفع کے اور غم کے۔

مـزن بادل کو کہتے ہیں۔ پھر اپنی پانی جیسی اعلیٰ نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ دیکھو اس کا برسانا بھی میرے قبضے میں ہے کوئی ہے جو اسے بادل سے اتار لائے؟ اور جب اتر آیا پھر بھی اس میں مٹھاس' کڑواہٹ پیدا کرنے پر مجھے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۴۹۲) ابو نعیم فی الحلیة (۲۶۷/۸)]

www.muhammadilibrary.com

قدرت ہے۔ یہ میٹھا پانی بیٹھے بٹھائے میں تمہیں دوں جس سے تم نہاؤ دھوؤ' کپڑے صاف کرو' کھیتیوں اور باغوں کو سیراب کرو' جانوروں کو پلاؤ پھر کیا تمہیں یہی چاہئے کہ میرا شکر بھی ادا نہ کرو جناب رسول اللہ ﷺ پانی پی کر فرمایا کرتے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْباً فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ یَجْعَلْهُ مِلْحاً اُجَاجاً بِذُنُوْبِنَا﴾ [1] یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں میٹھا اور عمدہ پانی اپنی رحمت سے پلایا اور ہمارے گناہوں کے باعث اسے کھاری اور کڑوا نہ بنا دیا۔ عرب میں دو درخت ہوتے ہیں مرخ اور عفار۔ ان کی سبز شاخیں جب ایک دوسری سے رگڑی جائیں تو آگ نکلتی ہے اس نعمت کو یاد دلا کر فرماتا ہے کہ یہ آگ جس سے تم پکاتے رہتے ہو اور سینکڑوں فائدے حاصل کر رہے ہو بتاؤ کہ اصل یعنی درخت اس کے پیدا کرنے والے تم ہو یا میں؟ اس آگ کو ہم نے تذکرہ بنایا ہے یعنی اسے دیکھ کر جہنم کی آگ کو یاد کرو اور اس سے بچنے کی راہ لو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی ایک مرسل حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری یہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے لوگوں نے کہا حضور ﷺ یہی بہت کچھ ہے آپ نے فرمایا ہاں پھر یہ سترواں حصہ بھی دو مرتبہ پانی سے بجھایا گیا ہے' اب یہ اس قابل ہوا ہے کہ تم اس سے نفع اٹھا سکو اور اس کے قریب جا سکو۔ یہ مرسل حدیث مسند میں مروی ہے اور بالکل صحیح ہے۔ [2]

مُقْوِین سے مراد مسافر ہیں' بعض نے کہا ہے جنگل میں رہنے سہنے والے لوگ مراد ہیں۔ بعض نے کہا ہے ہر بھوکا مراد ہے۔ غرض دراصل ہر وہ شخص مراد ہے جسے آگ کی ضرورت ہو اور وہ اس سے فائدہ حاصل کرنے کا محتاج ہو' ہر امیر فقیر' دیہاتی' مسافر مقیم کو اس کی حاجت اور ضرورت ہوتی ہے' پکانے کیلئے' تاپنے کیلئے' روشنی کیلئے وغیرہ۔ پھر اللہ کی اس کریمی کو دیکھئے کہ پتھروں میں لوہے میں اس نے اسے رکھ دیا تا کہ مسافر اپنے ساتھ لے جا سکے اور ضرورت کے وقت اپنا کام نکال سکے۔ ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین چیزوں میں تمام مسلمانوں کا برابر حصہ ہے آگ' گھاس اور پانی۔ [3] ابن ماجہ میں ہے یہ تینوں چیزیں روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ [4] ایک روایت میں ان کی قیمت کا بھی ذکر ہے۔ [5] لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے تم سب کو چاہئے کہ اس بہت بڑی قدرتوں کے مالک اللہ کی ہر وقت پاکیزگی بیان کرتے رہو جس نے آگ جیسی

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳/۱٤٤)] اس کی سند میں جابر جعفی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (۲/۲٤٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۵۱۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی ،شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔]

[3] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الاجارة : باب فی منع الماء (۳٤۷۷)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

[4] [صحیح : ابن ماجه: کتاب الرھون : باب المسلمون شرکاء فی ثلاث (۲٤۷۳)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجه]

[5] [صحیح دون الجملة : ابن ماجه : کتاب الرھون : باب المسلمون شرکاء فی ثلاث (۲٤۷۲)] شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت "ثمنه حرام" کے الفاظ کے علاوہ صحیح ہے۔[صحیح ابن ماجه] اس کی سند میں عبداللہ بن خراش راوی ہے جسے امام ابوزرعہؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

جلا دینے والی چیز کو تمہارے لئے نفع دینے والی بنا دیا۔ جس نے پانی کو کھاری اور کڑوا نہ کر دیا کہ تم پیاس کے مارے تکلیف اٹھاؤ بلکہ اسے میٹھا صاف شفاف اور مزیدار بنایا' دنیا میں رب کی ان نعمتوں سے فائدے اٹھاؤ اور اس کا شکر بجا لاؤ تو آخرت میں بھی فائدے ہی فائدے ہیں' دنیا میں یہ آگ اس نے تمہارے فائدہ کیلئے بنائی ہے اور ساتھ ہی اس لئے کہ آخرت کی آگ کا بھی اندازہ تم کر سکو اور اس سے بچنے کے لئے اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ﴿۷۷﴾ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ﴿۷۹﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَنۡتُمۡ مُّدۡهِنُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۸۲﴾

پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کی ○ اور اگر تمہیں علم ہو تو یہ بہت بڑی قسم ہے ○ کہ بیشک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے ○ جو کہ ایک محفوظ کتاب میں درج ہے ○ جسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں ○ یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے ○ پس کیا تم ایسی بات کو سرسری اور معمولی سمجھ رہے ہو؟ ○ اور اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ جھٹلاتے پھرو؟ ○

قرآن کو صرف پاکباز ہی چھوتے ہیں: حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی یہ قسمیں کلام کو شروع کرنے کیلئے ہوا کرتی ہیں' لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ جمہور فرماتے ہیں یہ قسمیں ہیں اور ان میں ان چیزوں کی عظمت کا اظہار بھی ہے' بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں پر لا زائد ہے اور ﴿اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ﴾ الخ' جواب قسم ہے' اور لوگ کہتے ہیں لا کو زائد بتانے کی کوئی وجہ نہیں کلام عرب کے دستور کے مطابق وہ قسم کے شروع میں آتا ہے' جبکہ جس پر قسم کھائی جائے وہ منفی ہو جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں کہ ((لَا وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ صلی اللہ علیہ وسلم يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ)) یعنی اللہ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے لگایا نہیں یعنی بیعت میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا۔ [1] اسی طرح یہاں بھی لا قسم کے شروع میں مطابق قاعدہ ہے نہ کہ زائد۔ تو کلام مقصود یہ ہے کہ تمہارے جو خیالات قرآن کریم کی نسبت ہیں یہ جادو ہے یا کہانت ہے غلط ہیں۔ بلکہ یہ پاک کتاب کلام اللہ ہے۔ بعض عرب کہتے ہیں کہ لا سے ان کے کلام کا انکار ہے پھر اصل امر کا اثبات الفاظ میں ہے' مواقع نجوم سے مراد قرآن کا بتدریج اترنا ہے' لوح محفوظ سے تو لیلۃ القدر میں ایک ساتھ آسمان اول پر اتر آیا پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا وقت بروقت اترتا رہا یہاں تک کہ کئی برسوں میں پورا اتر آیا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ستاروں کے طلوع اور ظاہر ہونے کی آسمان کی جگہیں ہیں۔ مواقع سے مراد منازل ہیں۔

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب کیفیة بیعة النساء (١٨٦٦ ـ ٨٨) صحیح بخاری : کتاب الشروط : باب ما یجوز من الشروط فی الاسلام والاحکام والمبایعة (٢٧١٣)]

www.muhammadilibrary.com

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن ان کا منتشر ہو جانا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ستارے ہیں جن کی نسبت مشرکین عقیدہ رکھتے تھے کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے ہم پر بارش برسی۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی قسم ہے اس لئے کہ جس امر پر یہ قسم کھائی جا رہی ہے وہ بہت بڑا امر ہے، یعنی یہ قرآن بڑی عظمت والی کتاب ہے معظم ومحفوظ اور مضبوط کتاب میں ہے۔ جسے صرف پاک ہاتھ ہی لگتے ہیں یعنی فرشتوں کے، ہاں یہ اور بات ہے کہ دنیا میں سب کے ہاتھ لگتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں "مَا یَمَسَّہٗ" ہے، ابو العالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہاں پاک سے مراد انسان نہیں انسان تو گنہگار ہے۔ یہ کفار کا جواب ہے وہ کہتے تھے کہ اس قرآن کو لے کر شیطان اترتے ہیں۔ جیسے اور جگہ صاف فرمایا ﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ﴾ [1] یعنی اسے نہ تو شیطان لے کر اترے ہیں نہ ان کے یہ لائق نہ ان کی یہ مجال بلکہ وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ ہیں۔ یہی قول اس آیت کی تفسیر میں دل کو لگتا ہے۔ اور اقوال بھی اس کے مطابق ہو سکتے ہیں۔

فراء نے کہا ہے اس کا ذائقہ اور اس کا لطف صرف باایمان لوگوں کو ہی میسر آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں مراد جنابت اور حدث سے پاک ہونا ہے، گو یہ خبر ہے لیکن مراد اس سے انشاء ہے۔ اور قرآن سے یہاں مراد مصحف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان ناپاکی کی حالت میں قرآن کو ہاتھ نہ لگائے، ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن ساتھ لے کر حربی کافروں کے ملک میں جانے سے منع فرمایا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسے دشمن کچھ نقصان پہنچائے۔ (مسلم) [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمان حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھ کر دیا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک۔ (موطا مالک) [3] مراسیل ابوداؤد میں ہے زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے خود اس کتاب کو دیکھا ہے اور اس میں یہ جملہ پڑھا ہے، گو اس کی بہت سی سندیں ہیں لیکن ہر ایک قابل غور ہے، واللہ اعلم۔

پھر ارشاد ہے کہ یہ قرآن شعر وسخن، جادو اور فن نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کی جانب سے اترا ہے، یہ سراسر حق ہے بلکہ صرف یہی حق ہے اس کے سوا اس کے خلاف جو ہے باطل اور یکسر مردود ہے۔ پھر تم ایسی پاک بات سے کیوں انکار کرتے ہو؟ کیوں اس سے ہٹنا اور یکسو ہو جانا چاہتے ہو؟ کیا اس کا شکر یہی ہے کہ تم اسے جھٹلاؤ؟ قبیلہ ازد کے کلام میں رزق شکر کے معنی میں آتا ہے۔ مسند کی ایک حدیث میں بھی رزق کا معنی شکر ہے۔ یعنی تم

---

[1] [سورہ الشعراء: آیت ۲۱۰۔۲۱۲]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب السفر بالمصاحف فی ارض العدو (۲۹۹۰) صحیح مسلم: کتاب المغازی: باب النهی ان یسافر بالمصحف الی ارض الکفار (٤٨١٦) ابو داؤد: کتاب الجهاد: باب فی المصحف یسافر به الی ارض العدو (۲۶۱۰) ابن ماجه: کتاب الجهاد: باب النهی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو (۲۸۷۹) مسند احمد (۲/۷)]

[3] [موطا (۱/۱۹۹)]

www.muhammadilibrary.com

کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہمیں پانی ملا اور فلاں ستارے سے فلاں چیز۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر بارش کے موقعہ پر بعض لوگ کفریہ کلمات بک دیتے ہیں کہ بارش کا باعث فلاں ستارہ ہے۔ موطا میں ہے ہم حدیبیہ کے میدان تھے رات کو بارش ہوئی، صبح کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جانتے بھی ہو آج شب تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ لوگوں نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم۔ آپ نے فرمایا سنو! یہ فرمایا کہ آج میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ کافر ہو گئے اور بہت سے ایماندار بن گئے۔ جس نے کہا ہم پر اللہ کے فضل وکرم سے پانی برسا وہ میری ذات پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں سے کفر کرنے والا ہوا۔ اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے سے بارش برسی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس ستارے پر ایمان لایا۔ ②

مسلم کی حدیث میں عموماً ہے کہ آسمان سے جو برکت نازل ہوتی ہے وہ بعض کے ایمان کا اور بعض کے کفر کا باعث بن جاتی ہے۔ ③ ہاں یہ خیال رہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ ثریا ستارہ کتنا باقی ہے؟ پھر کہا تھا کہ اس علم والوں کا خیال ہے کہ یہ اپنے ساقط ہو جانے کے ہفتہ بھر بعد افق پر نمودار ہوتا ہے چنانچہ یہی ہوا بھی کہ اس سوال جواب اور استسقا کو سات روز گزرے تھے جو پانی برسا۔ ④ یہ واقعہ محمول ہے عادت اور تجربہ پر نہ یہ کہ اس ستارے میں ہے اور اس ستارے کو ہی اثر کا موجد جانتے ہوں۔ اس قسم کا عقیدہ تو کفر ہے ہاں تجربہ سے کوئی چیز معلوم کر لینا یا کوئی بات کہہ دینا دوسری چیز ہے' اس بارے کی بہت سی حدیثیں آیت ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ﴾ ⑤ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ فلاں ستارے کے اثر سے بارش ہوئی تو آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے یہ تو اللہ کی برسائی ہوئی ہے' یہ رزق الٰہی ہے۔ ⑥ ایک مرفوع حدیث میں ہے لوگوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے اگر سات سال قحط سالی رہے اور پھر اللہ اپنے فضل وکرم سے بارش برسا دے تو یہ بھی جھٹ سے زبان سے نکالنے لگیں گے کہ فلاں تارے نے برسایا۔ ⑦

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی روزی تکذیب کو ہی نہ بنا لو یعنی یوں نہ کہو فراخی کا سبب فلاں چیز ہے بلکہ یوں کہو

---

① [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة الواقعه (٣٢٩٥) مسند احمد (١/١٠٨)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلوة : باب یستقبل الامام الناس اذا اسلم (٨١٠)، (٩٩١)، (٣٩١٦) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء (٢٢٨) نسائی : کتاب الاستسقاء : باب کراهیة الاستمطار بالکوکب (١٥٢٤)]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان (١٢٦ـ ٧٢)]

④ [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٦٦٢)] ⑤ [سورة فاطر : آیت ٢]

⑥ [ضعیف ومنقطع : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٣٥٦٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے منقطع کہا ہے۔]

⑦ [حسن : مسند احمد (٧/٣) صحیح ابن حبان (١٣/٥٠١) دارمی (٢/٣١٤) مسند حمیدی (٧٥١) نسائی (٣/١٦٥) وفی عمل الیوم واللیلة (٩٢٦) مسند ابو یعلی (١٣١٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١١٠٤٢)]

www.muhammadilibrary.com

کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس یہ بھی مطلب ہے اور یہ بھی کہ قرآن میں ان کا حصہ کچھ یہی ہے کہ یہ اسے جھوٹا کہتے رہیں اور اسی مطلب کی تائید اس سے پہلے کی آیت سے بھی ہوتی ہے۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾

پس جبکہ روح نرخرے تک پہنچ جائے ○ اور تم اس وقت تک رہے ہو ○ ہم اس شخص سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے ○ پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ○ اور اس قول میں سچے ہو تو ذرا اس روح کو تو لوٹا لو ○

جب کوئی انسان عالم نزع میں ہوتا ہے: اسی مضمون کی آیتیں سورۂ قیامہ میں بھی ہیں۔ فرماتا ہے کہ ایک شخص اپنے آخری وقت میں ہے نزع کا عالم ہے روح پرواز کر رہی ہے تم سب پاس بیٹھے دیکھ رہے ہو کوئی کچھ نہیں کر سکتا ہمارے فرشتے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تم سے بھی زیادہ قریب اس مرنے والے سے ہیں۔

جیسے اور جگہ ہے ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾ [1] الخ، اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے وہ تم پر اپنے پاس سے محافظ بھیجتا ہے جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے اسے ٹھیک طور پر فوت کر لیتے ہیں پھر وہ سب اللہ تعالیٰ مولائے حق کی طرف بازگشت کرائے جائیں گے جو حاکم ہے اور جلد حساب لے لینے والا ہے۔ یہاں فرماتا ہے اگر سچ مچ تم لوگ کسی کے زیر فرمان نہیں ہو اگر یہ حق ہے کہ تم دوبارہ جینے اور میدان قیامت میں حاضر ہونے کے قائل نہیں ہو اور اس میں تم حق پر ہو اگر تمہیں حشر و نشر کا یقین نہیں اگر تم عذاب نہیں کئے جاؤ گے وغیرہ۔ تو ہم کہتے ہیں اس روح کو جانے ہی کیوں دیتے ہو؟ اگر تمہارے بس میں ہے تو حلق تک پہنچی ہوئی روح کو واپس اس کی اصلی جگہ پہنچا دو پس یاد رکھو جیسے اس روح کو اس کے جسم میں ڈالنے پر ہم قادر تھے اور اسے بھی تم نے بچشم خود دیکھ لیا یقین مانو اسی طرح ہم دوبارہ اسی روح کو اس جسم میں ڈال کر نئی زندگی دینے پر بھی قادر ہیں۔

تمہارا اپنی پیدائش میں دخل نہیں تو مرنے میں پھر دوبارہ جی اٹھنے میں تمہارا دخل کہاں سے ہو گیا؟ پھر کیوں تم کہتے پھرتے ہو کہ ہم مر کر زندہ نہیں ہوں گے۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۶۱-۶۲]

www.muhammadilibrary.com

پس جو کوئی بارگاہ الٰہی سے قریب کیا ہوا ہوگا ○ اسے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام والی جنت ہے ○ اور جو شخص داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے ○ تو بھی سلامتی ہے تیرے لئے کہ تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے ○ لیکن اگر کوئی جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہے ○ تو کھولتے گرم پانی کی مہمانی ہے ○ اور دوزخ میں جانا ہے ○ یہ خبر سراسر حق اور قطعاً یقینی ہے ○ پس تو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح کر ○

موت کے احوال: یہاں وہ احوال بیان ہو رہے ہیں جو موت کے وقت، سکرات کے وقت دنیا کی آخری ساعت میں انسانوں کے ہوتے ہیں کہ یا تو وہ اعلیٰ درجہ کا اللہ کا مقرب ہے یا اس سے کم درجے کا ہے جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ یا بالکل بدنصیب ہے جو اللہ سے جاہل رہا۔ فرماتا ہے کہ جو مقربین بارگاہ الٰہی ہیں، جو احکام کے عامل تھے، نافرمانیوں کے تارک تھے انہیں تو فرشتے طرح طرح کی خوشخبریاں سناتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے براء رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری کہ رحمت کے فرشتے اس سے کہتے ہیں اے پاک روح پاک جسم والی روح چل راحت و آرام کی طرف چل کبھی نہ ناراض ہونے والے رحمٰن کی طرف۔ روح سے مراد راحت ہے اور ریحان سے مراد آرام ہے۔ غرض دنیا کے مصائب سے راحت مل جاتی ہے ابدی سرور اور سچی خوشی اللہ کے غلام کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے وہ ایک فراخی اور وسعت دیکھتا ہے اس کے سامنے رزق اور رحمت ہوتی ہے وہ جنت عدن کی طرف لپکتا ہے۔ حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت کی ایک ہری بھری شاخ آتی ہے اور اس وقت اللہ کے مقرب کی روح قبض کی جاتی ہے۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں مرنے سے پہلے ہی ہر مرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے (یا اللہ! ہمارے اس وقت میں تو ہماری مدد کر ہمیں ایمان سے اٹھا اور اپنی رضامندی کی خوشخبری سنا کر سکون و راحت کے ساتھ یہاں سے لے جا۔ آمین) گو سکرات کے وقت کی احادیث ہم سورۂ ابراہیم کی آیت ﴿یُثَبِّتُ اللّٰہُ﴾ الخ، کی تفسیر میں وارد کر چکے ہیں [1] لیکن چونکہ یہ ان کا بہترین واقعہ ہے اس لئے یہاں ایک ٹکڑا بیان کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت ملک الموت علیہ السلام سے فرماتا ہے میرے فلاں بندے کے پاس جا اور اسے میرے دربار میں لے آ میں نے اسے رنج و راحت و آرام تکلیف، خوشی، ناخوشی غرض ہر آزمائش میں آزما لیا اور اپنی مرضی کے مطابق پایا بس اب میں اسے ابدی راحت دینا چاہتا ہوں جا اسے میرے خاص دربار میں پیش کر۔ ملک الموت علیہ السلام پانچ سو رحمت کے فرشتے اور جنت کے کفن اور جنتی خوشبوئیں ساتھ لے کر اس کے پاس آتے ہیں گو ریحان ایک ہی ہوتا ہے لیکن سرے پر بیس قسمیں ہوتی ہیں ہر ایک کی جداگانہ مہک ہوتی ہے سفید ریشم ساتھ ہوتا ہے جس میں مشک کی لپٹیں ہوتی ہیں، الخ۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرائت ﴿فَرُوْحٌ﴾ راء کے پیش سے تھی۔ [2] لیکن تمام قاریوں کی قراءت راء کے زبر سے ہے یعنی **فَرَوْحٌ**۔ مسند میں

---

[1] [سورۂ ابراهیم: آیت ۲۷]

[2] **[صحیح:** ابو داؤد: کتاب الحروف والقراءت (۳۹۹۱) ترمذی: کتاب القراءات (۲۹۳۸) مسند احمد (۴/ ۲۶۰) مسند ابویعلی (۴۵۱۵) مستدرك حاكم (۲/ ۲۳۶)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

www.muhammadilibrary.com

ہے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا مرنے کے بعد ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملیں گے؟ اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا روح ایک پرند ہو جائے گی جو درختوں کے میوے چگے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اس وقت اپنے اپنے جسم میں چلی جائے گی[1] اس حدیث میں ہر مومن کیلئے بہت بڑی بشارت ہے۔ مسند احمد میں بھی اس کی شاہد ایک حدیث ہے جس کی سند بہت بہتر ہے اور متن بھی بہت قوی ہے۔[2]

اور صحیح روایت میں ہے شہیدوں کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں' ساری جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی رہتی ہیں اور عرش تلے لٹکی ہوئی قندیلوں میں آ بیٹھتی ہیں[3] مسند احمد میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ رحمہ اللہ ایک جنازے میں گدھے پر سوار جا رہے تھے آپ کی عمر اس وقت بڑھاپے کی تھی سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اسی اثناء میں آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملنے کو برا جانتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات سے کراہت کرتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سن کر سر جھکائے رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روتے کیوں ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھلا موت کون چاہتا ہے؟ فرمایا سنو سنو! مطلب سکرات کے وقت سے ہے اس وقت نیک مقرب بندے کو تو راحت وانعام اور آرام دہ جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے جس پر وہ تڑپ اٹھتا ہے اور چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جلد اللہ سے ملے تاکہ ان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے پس اللہ بھی اس کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے اور اگر بد بندہ ہے تو اسے موت کے وقت گرم پانی اور جہنم کی مہمانی کی خبر دی جاتی ہے جس سے یہ بیزار ہو جاتا ہے اور اس کی روح روئیں روئیں میں چھپنے اور اٹکنے لگتی ہے اور یہ دل چاہتا ہے کہ کسی طرح اللہ کے حضور میں حاضر نہ ہوؤں پس اللہ بھی اسکی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔[4] پھر فرماتا ہے اگر وہ سعادت مندوں میں سے ہے تو موت کے فرشتے اسے سلام کہتے ہیں تجھ پر سلامتی ہو تو اصحاب یمین میں سے ہے' تو سلامتی پائے گا اور خود فرشتے بھی اسے سلام کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾[5] یعنی سچے پکے توحید والوں کے پاس ان کے انتقال کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارت دیتے ہیں کہ کچھ ڈر خوف نہیں کچھ غم ورنج نہ کر جنت تیرے لئے حسب وعدہ تیار ہے' دنیا اور آخرت میں ہم تیری حمایت کیلئے تیار موجود ہیں جو تمہارا جی چاہے تمہارے لئے موجود ہے جو تمنا تم کرو گے پوری ہو کر رہے گی' غفور ورحیم اللہ کے تم ذی عزت مہمان ہو۔ بخاری میں ہے یعنی تیرے لئے مسلم ہے کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلام یہاں دعا کے معنی میں ہو واللہ اعلم۔ اور اگر مرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور ہدایت سے کھویا ہوا ہے تو اسکی

---

[1] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (٤٢٥/٦) طبرانی کبیر (٤٣٨/٢٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٧٣٨٧)]

[2] [صحیح : مسند احمد (٤٥٥/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٥٢١٧)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب بيان ان ارواح الشهداء فى الجنة (١٢١ـ ١٨٨٧)]

[4] [حسن : مسند احمد (٢٥٩/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٨٢٨٣)]

[5] [سورة فصلت : آیت ٣٠ـ٣١]

www.muhammadilibrary.com

ضیافت اس گرم حمیم سے ہوگی جو آنتیں اور کھال تک جھلسا دے پھر چاروں طرف سے جہنم کی آگ گھیر لے گی جس میں جلتا بھنتا رہے گا۔ پھر فرمایا یہ یقینی باتیں ہیں جن کے حق ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پس اپنے بڑے رب کے نام کی تسبیح کرتا رہ۔ مسند احمد میں ہے اس آیت کے اترنے پر آپ نے فرمایا اسے رکوع میں رکھو اور ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی﴾ اترنے پر فرمایا اسے سجدے میں رکھو۔ [1] آپ فرماتے ہیں جس نے ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ کہا اس کیلئے جنت میں ایک درخت لگایا جاتا ہے (ترمذی) [2] صحیح بخاری شریف کے ختم پر یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بوجھل ہیں اللہ کو بہت پیارے ہیں۔ ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾۔ [3] الحمدللہ سورۂ واقعہ کی تفسیر ختم ہوئی اللہ قبول فرمائے (اور ہمارے کل واقعات کا انجام بھلا کرے)

تفسیر سورۃ الحدید

ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے ان سورتوں کو پڑھتے تھے جن کا شروع ﴿سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ﴾ ہے اور فرماتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہے جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ [4] جس آیت کی فضیلت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے غالباً وہ آیت ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ﴾ الخ ہے، واللہ اعلم۔ اس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ
وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③

---

[1] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الصلوۃ : باب ما یقول الرجل فی رکوعه وسجوده (۸۶۹) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها : باب التسبیح فی الرکوع والسجود (۸۸۷) مستدرك حاكم (۱/۲۲۵) مسند احمد (۴/۱۵۵) دارمی (۱/۲۶۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب الدعوات : باب فضل سبحان الله (۳۴۶۴) نسائی فی السنن الکبری (۱۰۶۶۳) مستدرك حاكم (۱/۵۰۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی (۲۷۵۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب فضل التسبیح (۶۴۰۶)، (۶۶۸۲)، (۷۵۶۳) صحیح مسلم : کتاب الدعوات : باب فضل التهلیل والدعاء (۶۷۸۶) ترمذی : کتاب الدعوات (۳۴۶۷) ابن ماجه : کتاب الادب (۳۸۰۶) مسند احمد (۲/۲۳۲)]

[4] [ضعیف : ترمذی : کتاب فضائل القرآن (۲۹۲۱) ابو داؤد : کتاب الادب (۵۰۵۷) نسائی فی السنن الکبری فی کتاب عمل الیوم واللیلة (۱۰۵۴۹) مسند احمد (۴/۱۲۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود (۱۰۷۳) التعلیق الرغیب (۱/۲۱۰)]

www.muhammadilibrary.com

مہربان اور مشفق اللہ کے نام سے شروع

آسمانوں اور زمینوں میں جو ہے سب اللہ کی تسبیح کر رہا ہے' وہ زبردست باحکمت ہے ○ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے' وہی زندگی دیتا ہے اور موت بھی' اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے' وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی' اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے ○

ہر چیز اللہ کی تسبیح میں مصروف: تمام حیوانات' سب نباتات اس کی پاکی بیان کرتے ہیں' ساتوں آسمان' زمینیں' ان کی مخلوق اور ہر ایک چیز اس کی ستائش کرنے میں مشغول ہے گو تم ان کی تسبیح نہ سمجھ سکو اللہ حلیم و حکیم ہے۔ اس کے سامنے ہر کوئی پست و عاجز و لاچار ہے' اس کی مقرر کردہ شریعت اور اس کے احکام حکمت سے پر ہیں۔ حقیقی بادشاہ جس کی ملکیت میں آسمان و زمین ہیں وہی ہے' خلق میں متصرف وہی ہے' زندگی موت اس کے قبضے میں ہے' وہی فنا کرتا ہے' وہی پیدا کرتا ہے۔ جسے جو چاہے عنایت فرمائے' ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے' جو نہ چاہے نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد کی آیت ﴿هُوَ الْاَوَّلُ﴾ وہ آیت ہے جس کی بابت اوپر کی حدیث میں گزرا کہ ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ حضرت ابوزمیل رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے ہیں کہ میرے دل میں کھٹکا ہے لیکن زبان پر لانے کو جی نہیں چاہتا اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مسکرا کر فرمایا شاید کچھ شک ہوگا جس سے کوئی نہیں بچا یہاں تک کہ قرآن میں ہے ﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ﴾ [1] الخ' اگر تو جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے اس میں شک میں ہے تو تجھ سے پہلے جو کتاب پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لے۔ پھر فرمایا جب تیرے دل میں کوئی شک ہو تو اس آیت کو پڑھ لیا کر ﴿هُوَ الْاَوَّلُ﴾ اس آیت کی تفسیر میں دس سے اوپر اوپر اقوال ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یحییٰ کا قول ہے کہ ظاہر اور پوشیدہ ہونا ہے۔ یہ یحییٰ زیاد فراء کے لڑکے ہیں ان کی ایک تصنیف ہے جس کا نام معانی القرآن ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ لَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ﴾ اے اللہ اے ساتوں آسمانوں کے اور عرش عظیم کے رب' اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! اے تورات و انجیل کے اتارنے والے! اے دانوں اور گٹھلیوں کو اگانے والے تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے کہ اس کی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے تو اول ہے تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا تو ہی آخر ہے تیرے بعد کچھ نہیں تو ظاہر ہے تجھ سے اونچی کوئی چیز نہیں تو

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۹۴]

www.muhammadilibrary.com

باطن ہے تجھ سے چھپی کوئی چیز نہیں ہمارے قرض ادا کر دے اور ہمیں فقیری سے غنا دے۔ [1]

حضرت ابو صالح رحمہ اللہ اپنے متعلقین کو یہ دعا سکھاتے اور فرماتے سوتے وقت داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھ لیا کرو' الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے۔ ملاحظہ ہو مسلم۔ [2] ابو یعلی میں ہے [3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کا بستر قبلہ رخ بچھایا جاتا آپ اپنے داہنے ہاتھ پر تکیہ لگا کر آرام فرماتے' پھر آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہتے لیکن آخر رات میں با آواز بلند یہ دعا پڑھتے (جو اوپر بیان ہوئی) الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں جامع ترمذی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت تشریف فرما تھے کہ ایک بادل سر پر آ گیا آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے باادب جواب دیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جاننے والے ہیں۔ فرمایا اسے عنان کہتے ہیں یہ زمین کو سیراب کرنے والے ہیں ان لوگوں پر بھی یہ برسائے جاتے ہیں جو نہ اللہ کے شکر گزار ہیں نہ اللہ کے پکارنے والے ہیں۔ پھر پوچھا معلوم ہے تمہارے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ باخبر ہے' فرمایا بلند محفوظ چھت اور لپٹی ہوئی موج' جانتے ہو تم میں اس میں اور کس قدر فاصلہ ہے؟ وہی جواب ملا' فرمایا پانچ سو سال کا راستہ۔ پھر پوچھا جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر اپنی لاعلمی ان ہی الفاظ میں ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے اوپر پھر دوسرا آسمان ہے اور ان دونوں آسمانوں میں بھی پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اسی طرح آپ نے سات آسمان گنوائے اور ہر دو میں اتنی ہی دوری بیان فرمائی۔ پھر سوال کر کے جواب سن کر فرمایا اس ساتویں کے اوپر اتنے ہی فاصلے سے عرش ہے' پھر پوچھا جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے؟ اور جواب وہی سن کر فرمایا دوسری زمین' پھر سوال جواب کے بعد فرمایا اس کے نیچے دوسری زمین ہے اور دونوں زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے' اسی طرح سات زمینیں اسی فاصلہ کے ساتھ ایک دوسری کے نیچے بتائیں' پھر فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم کوئی رسی سب سے نیچے کی زمین پر لٹکاؤ تو وہ بھی اللہ کے پاس پہنچے گی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی' لیکن یہ حدیث غریب ہے اس کے راوی حسن رحمہ اللہ کا اسے اپنے استاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت نہیں جیسے کہ ایوب' یونس اور علی بن زید محدثین رحمہم اللہ کا قول ہے۔ بعض اہل علم نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس سے مراد رسی کا اللہ تعالیٰ کے علم قدرت اور غلبے تک پہنچنا ہے (نہ کہ ذات باری تعالیٰ تک) اللہ تعالیٰ کا علم اس کی قدرت اور اس کا غلبہ اور سلطنت بیشک ہر جگہ ہے لیکن وہ اپنی ذات سے عرش پر ہے جیسے کہ اس نے اپنا یہ وصف اپنی کتاب میں خود بیان فرمایا ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں دو دو زمینوں کا فاصلہ سات سو سال کا بیان ہوا۔ ابن ابی حاتم اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے لیکن ابن ابی حاتم میں رسی لٹکانے کا جملہ نہیں اور ہر دو زمین کے درمیان کی دوری اس میں بھی پانچ سو سال کی بیان ہوئی ہے۔ امام بزار رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس روایت کا راوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۲/۴۰٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۹۲٤۷)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الذکر (۲۷۱۳ ـ ٦١)]

[3] [ضعیف : مسند ابو یعلی (٤٧٧٤)] اس کی سند میں سری بن اسماعیل راوی ضعیف ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

سے بغیر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں۔ ابن جریر میں یہ حدیث مرسلاً مروی ہے یعنی قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے یوں ذکر کیا گیا ہے پھر حدیث بیان کرتے ہیں صحابی کا نام نہیں لیتے۔ ممکن ہے یہی ٹھیک ہو واللہ اعلم۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مسند بزار اور کتاب الاسماء والصفات بیہقی میں یہ حدیث مروی ہے لیکن اس کی اسناد میں نظر ہے اور متن میں غرابت و نکارت ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ آیت ﴿ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ﴾ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول لائے ہیں کہ آسمان و زمین کے درمیان چار فرشتوں کی ملاقات ہوئی۔ آپس میں پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ تو ایک نے کہا ساتویں آسمان سے مجھے اللہ عزوجل نے بھیجا ہے اور میں نے اللہ کو وہیں چھوڑا ہے۔ دوسرے نے کہا ساتویں زمین سے مجھے اللہ نے بھیجا تھا اور اللہ وہیں تھا' تیسرے نے کہا میرے رب نے مجھے مشرق سے بھیجا ہے جہاں وہ تھا چوتھے نے کہا مجھے مغرب سے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں اسے وہیں چھوڑ کر آیا ہوں۔ لیکن یہ روایت بھی غریب ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ والی اوپر کی روایت مرسلاً بیان ہوئی ہے ممکن ہے وہ بھی حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا اپنا قول ہو جیسے یہ قول قتادہ رحمہ اللہ کا اپنا ہے۔ واللہ اعلم۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ
يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا
يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۞ لَهٗ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۞ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ
وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر بیٹھا' وہ خوب جانتا ہے اس چیز کو جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے اور جو آسمان سے نیچے آئے اور جو کچھ چڑھ کر اس میں جائے جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے' اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے ○ آسمانوں کی زمین کی بادشاہی اسی کی ہے' اور تمام کام اسی کی طرف پہنچائے جاتے ہیں ○ وہی رات کو دن میں لے جاتا ہے ○ اور وہی دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ سینے کے اندر کی پوشیدگیوں کا وہ پورا عالم ہے ○

ہر چیز کا خالق و مالک صرف اللہ: اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنا اور عرش پر قرار پکڑنا سورۂ اعراف کی تفسیر میں پوری طرح بیان ہو چکا ہے اس لئے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں' اسے بخوبی علم ہے کہ کس قدر بارش کی بوندیں زمین میں گئیں' کتنے دانے زمین میں پڑے اور کیا چارہ پیدا ہوا کس قدر کھیتیاں ہوئیں اور کتنے پھل کھلے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ ﴾ الخ [1] غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں سوائے اس کے اور کوئی جانتا ہی نہیں وہ خشکی اور تری کی تمام چیزوں کا عالم ہے کسی پتے کا گرنا بھی

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۵۹]

www.muhammadilibrary.com

اسکے علم سے باہر نہیں' زمین کے اندھیروں میں پوشیدہ دانہ اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں موجود نہ ہو' اسی طرح آسمان سے نازل ہونے والی بارش' اولے' برف' تقدیر اور احکام جو برتر فرشتوں کے بذریعہ نازل ہوتے ہیں' سب اس کے علم میں ہیں' سورۂ بقرہ کی تفسیر میں یہ گزر چکا ہے کہ اللہ کے مقرر کردہ فرشتے بارش کے ایک ایک قطرے کو اللہ کی بتائی ہوئی جگہ پہنچا دیتے ہیں' آسمان سے اترنے والے فرشتے اور اعمال بھی اس کے وسیع علم میں ہیں' جیسے صحیح حدیث میں ہے رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے اعمال رات سے پہلے اس کی جناب میں پیش کر دیئے جاتے ہیں [۱] وہ تمہارے ساتھ ہے یعنی تمہارا نگہبان ہے۔ تمہارے اعمال و افعال کو دیکھ رہا ہے جیسے بھی ہوں جو بھی ہوں اور تم بھی خشکی میں ہو خواہ تری میں' راتیں ہوں یا دن ہوں' تم گھر میں ہو یا جنگل میں' ہر حالت میں اس کے علم کے لئے یکساں ہر وقت اس کی نگاہیں اور اس کا سننا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے کام سنتا رہتا ہے تمہارا حال دیکھتا رہتا ہے' تمہارے چھپے کھلے کا اسے علم ہے۔ جیسے فرمایا ہے کہ اس سے جو چھپنا چاہے اس کا وہ فعل فضول ہے بھلا ظاہر باطن بلکہ دلوں کے ارادے تک سے واقفیت رکھنے والے سے کوئی کیسے چھپ سکتا ہے؟ ایک اور آیت میں ہے پوشیدہ باتیں' ظاہر باتیں راتوں کو دن کو جو بھی ہوں سب اس پر روشن ہیں۔ یہ سچ ہے وہی رب ہے وہی معبود برحق ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ [۲] ایک شخص آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا حکمت کا توشہ دیجئے کہ میری زندگی سنور جائے' آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا لحاظ کر اور اس سے اس طرح شرما جیسے کہ تو اپنے کسی نزدیکی نیک قرابتدار سے شرماتا ہو جو تجھ سے کبھی نہ جدا ہوتا ہو [۳] یہ حدیث ابوبکر اسماعیلی نے روایت کی ہے اس کی سند غریب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین کام کر لئے اس نے ایمان کا مزہ اٹھا لیا۔ ایک اللہ کی عبادت کی۔ اور اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی راضی رضامندی سے ادا کی۔ جانور اگر زکوٰۃ میں دینے ہیں تو بوڑھے بیکار دبلے پتلے نہ دے بلکہ درمیانہ راہ اللہ میں دیا۔ اور اپنے نفس کو پاک کیا۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نفس کو پاک کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس بات کو دل میں محسوس کرے اور یقین اور عقیدہ رکھے کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔ (ابو نعیم) اور حدیث میں ہے افضل ایمان یہ ہے کہ تو جان رکھے کہ تو جہاں کہیں ہے اللہ تیرے ساتھ ہے (نعیم بن حماد) [۴] حضرت امام احمد رحمہ اللہ

---

[۱] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان (۲۹۳)]

[۲] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب سوال جبریل النبی عن الایمان (۵۰) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الایمان ما ھو و بیان خصالہ (۱۔۵) مسند احمد (۱۰۷/۲)]

[۳] [ضعیف : بیھقی فی شعب الایمان (۱٤٥/٦) احمد فی الزھد (٥٩)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن عائذ راوی ضعیف ہے۔]

[۴] [ابو نعیم فی الحلیة (١٢٤/٦) طبرانی اوسط (٨٧٩٦) مجمع الزوائد (٦٥/١)]

www.muhammadilibrary.com

اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے تھے۔

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْماً فَلَا تَقُلْ ... خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيبُ
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفِلُ سَاعَةً ... وَلَا أَنَّ مَا يَخْفٰى عَلَيْهِ يَغِيبُ

جب تو بالکل تنہائی اور خلوت میں ہو اس وقت بھی یہ نہ کہہ کہ میں اکیلا ہی ہوں۔ بلکہ کہتا رہ کہ تجھ پر ایک نگہبان ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ کسی ساعت اللہ تعالیٰ کو بے خبر نہ سمجھ اور مخفی سے مخفی کام کو اس پر مخفی نہ مان۔ پھر فرماتا ہے کہ دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾ (۱) دنیا آخرت کی ملکیت ہماری ہی ہے۔ اس کی تعریف اس بادشاہت پر بھی کرنی ہمارا فرض ہے۔ فرماتا ہے ﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ لَـهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ﴾ (۲) وہی معبود برحق ہے اور وہی حمد وثناء کا مستحق ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ایک اور روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کیلئے تمام تعریفیں ہیں جس کی ملکیت میں آسمان و زمین کی تمام چیزیں ہیں اور اسی کی حمد ہے آخرت میں اور وہ دانا باخبر ہے۔ پس ہر وہ چیز جو آسمان و زمین میں ہے اس کی بادشاہت میں ہے۔ ساری آسمان و زمین کی مخلوق اس کی غلام اور اس کی خدمت گزار اور اس کے سامنے پست ہے۔ جیسے فرمایا ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ (۳) الخ آسمان و زمین کی کل مخلوق رحمٰن کے سامنے غلامی کی حیثیت میں پیش ہونے والی ہے ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے، اسی کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے ہیں، اپنی مخلوق میں جو چاہے حکم دیتا ہے، وہ عادل ہے ظلم نہیں کرتا، بلکہ ایک نیکی کو دس گنا بڑھا کر دیتا ہے اور پھر اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے، ارشاد ہے ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ﴾ (۴) الخ، قیامت کے روز ہم عدل کی ترازو رکھیں گے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا رائی کے دانے کے برابر کا عمل بھی ہم سامنے لا رکھیں گے اور ہم حساب کرنے اور لینے میں کافی ہیں۔ پھر فرمایا خلق میں تصرف بھی اسی کا چلتا ہے دن رات کی گردش بھی اسی کے ہاتھ ہے اپنے حکمت سے گھٹاتا بڑھاتا ہے کبھی دن لمبے کبھی راتیں، اور کبھی دونوں یکساں، کبھی جاڑا کبھی گرمی، کبھی بارش، کبھی بہار، کبھی خزاں، اور یہ سب بندوں کی خیر خواہی اور ان کی مصلحت کے لحاظ سے ہے۔ وہ دلوں کی چھوٹی سے چھوٹی باتوں اور دور کے پوشیدہ رازوں سے بھی واقف ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ

---

(۱) [سورۃ اللیل : آیت ۱۳]
(۲) [سورۃ القصص : آیت ۷۰]
(۳) [سورۃ مریم : آیت ۹۳-۹۵]
(۴) [سورۃ الانبیاء : آیت ٦۷]

www.muhammadilibrary.com

اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١٠﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١١﴾

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں دوسروں کا جانشین بنایا ہے' پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیراتیں کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا ○ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول اللہ تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تمہیں باور ہو تو وہ تو تم سے مضبوط عہد و پیمان بھی لے چکا ہے ○ وہ ہے جو اپنے بندوں پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے' یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا ہے ○ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک تنہا اللہ ہی ہے' تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے راہ اللہ دیا ہے اور جہاد کیا ہے وہ دوسروں کے برابر نہیں بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کئے' ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے' تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے ○ کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس کیلئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کا پسندیدہ اجر ثابت ہو جائے ○

اللہ کی راہ میں خرچ کی ترغیب: اللہ تبارک و تعالیٰ خود اپنے اوپر اور رسول ﷺ پر ایمان لانے اور اس پر مضبوطی اور ہیشگی کے ساتھ جم کر رہنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اپنی راہ میں خیرات کرنے کی رغبت دلاتا ہے جو مال ہاتھوں ہاتھ تمہیں اس نے پہنچایا ہو تم اس کی اطاعت گزاری میں اسے خرچ کرو اور سمجھ لو کہ جس طرح دوسرے ہاتھوں سے تمہیں ملا ہے اسی طرح عنقریب تمہارے ہاتھوں سے دوسرے ہاتھوں میں چلا جائے گا اور تم پر حساب اور عتاب رہ جائے گا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تیرے بعد تیرا وارث ممکن ہے نیک ہو اور وہ تیرے ترکے کو میری راہ میں خرچ کر کے مجھ سے قربت حاصل کرے' اور ممکن ہے کہ وہ بد ہو اور اپنی بدمستی اور سیاہ کاری میں تیرا اندوختہ فنا کرے اور اس کی بدیوں کا باعث تو بنے نہ تو چھوڑتا نہ یہ اڑاتا۔ حضور ﷺ سورۂ "اَلْھٰکُمُ" پڑھ کر فرمانے لگے انسان گو کہتا رہتا ہے یہ بھی میرا مال ہے یہ بھی میرا مال ہے حالانکہ دراصل انسان کا مال وہ ہے جو کھا لیا پہن لیا صدقہ کر دیا کھایا ہوا فنا ہو گیا پہنا ہوا پرانا ہو کر برباد ہو گیا' ہاں راہ اللہ دیا ہوا بطور خزانہ کے جمع رہا (مسلم)۔ [1]

اور جو باقی رہے گا وہ تو اوروں کا مال ہے تو تو اسے جمع کر کے چھوڑ جانے والا ہے۔ پھر ان ہی دونوں باتوں کی ترغیب دلاتا ہے اور بہت بڑے اجر کا وعدہ دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے تمہیں ایمان سے کون سی چیز روکتی ہے

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزھد: باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (۲۹۵۸)]

www.muhammadilibrary.com

رسول ﷺ تم میں موجود ہیں وہ تمہیں ایمان کی طرف بلا رہے ہیں دلیلیں دے رہے ہیں اور معجزے دکھا رہے ہیں، صحیح بخاری کی شرح کے ابتدائی حصہ کتاب الایمان میں ہم یہ حدیث بیان کر آئے ہیں کہ حضور ﷺ نے پوچھا سب سے زیادہ اچھے ایمان والے تمہارے نزدیک کون ہیں؟ کہا فرشتے، فرمایا وہ تو اللہ کے پاس ہی ہیں پھر ایمان کیوں نہ لاتے؟ کہا پھر انبیاء علیہم السلام فرمایا ان پر تو وحی اور کلام اللہ اترتا ہے وہ کیسے ایمان نہ لاتے؟ کہا پھر ہم فرمایا واہ! تم ایمان سے کیسے رک سکتے ہو؟ میں تم میں زندہ موجود ہوں، سنو بہترین اور عجیب تر ایماندار وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے، صحیفوں میں لکھا دیکھیں گے اور ایمان قبول کریں گے [1] سورۂ بقرہ کے شروع میں آیت ﴿ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ﴾ [2] کی تفسیر میں بھی ہم ایسی احادیث لکھ آئے ہیں۔

پھر انہیں روز میثاق کا قول و قرار یاد دلاتا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ﴾ [3] الخ، اس سے مراد رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد وہ میثاق ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں ان سے لیا گیا تھا، مجاہد رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، واللہ اعلم۔ وہ اللہ جو اپنے بندے پر روشن حجتیں اور بہترین دلائل اور عمدہ تر آیتیں نازل فرماتا ہے تاکہ ظلم و جہل کی گھنگور گھٹاؤں اور رائے قیاس کے بدترین اندھیروں سے تمہیں نکال کر نورانی اور روشن صاف اور سیدھی راہ حق پر لا کھڑا کر دے۔ اللہ رؤف ہے ساتھ ہی رحیم ہے یہ اس کا سلوک اور کرم ہے کہ لوگوں کی رہنمائی کیلئے کتابیں اتاریں، رسول بھیجے، شکوک وشبہات دور کر دیئے۔ ہدایت کی وضاحت کر دی۔ ایمان اور خیرات کا حکم کر کے پھر ایمان کی رغبت دلا کر اور یہ بیان فرما کر کہ ایمان نہ لانے کا اب کوئی عذر میں نے باقی نہیں رکھا پھر صدقات کی رغبت دلائی، اور فرمایا میری راہ میں خرچ کرو اور فقیری سے نہ ڈرو اس لئے کہ جس کی راہ میں تم خرچ کر رہے ہو وہ زمین و آسمان کے خزانوں کا تنہا مالک ہے، عرش و کرسی اسی کی ہے اور وہ تم سے خیرات کے بدلے انعام کا وعدہ کر چکا ہے۔ فرماتا ہے ﴿ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴾ [4] جو کچھ تم راہ اللہ دو گے اس کا بہترین بدلہ وہ تمہیں دے گا اور روزی رساں درحقیقت وہی ہے اور فرماتا ہے ﴿ مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ﴾ [5] اگر یہ فانی مال تم خرچ کرو گے وہ اپنے پاس کا ہمیشگی والا مال تمہیں دے گا۔ توکل والے خرچ کرتے رہتے ہیں اور مالک عرش انہیں تنگی ترشی سے محفوظ رکھتا ہے، انہیں اس بات کا اعتماد ہوتا ہے کہ ہمارے فی سبیل اللہ کردہ مال کا بدلہ دونوں جہان میں ہمیں قطعاً مل کر رہے گا۔

پھر اس امر کا بیان ہو رہا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے راہ اللہ خرچ کیا اور جہاد کیا اور جن لوگوں نے یہ نہیں کیا گو بعد فتح مکہ کیا ہو یہ دونوں برابر نہیں۔ اس وجہ سے بھی کہ اس وقت تنگی ترشی زیادہ تھی اور قوت طاقت کم تھی اور اس لئے بھی کہ اس وقت ایمان وہی قبول کرتا تھا جس کا دل ہر میل کچیل سے پاک ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد تو

---

[1] [حسن لغیرہ : تخریج احادیث وآثار کتاب فی ظلال القرآن (ص ۲۹۰)]

[2] [البقرہ : ۳]
[3] [المائدہ : ۷]

[4] [سبا : ۳۹]
[5] [سورۃ النحل : آیت ۹۶]

www.muhammadilibrary.com

اسلام کو کھلا غلبہ ملا اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور فتوحات کی وسعت ہوئی ساتھ ہی مال بھی نظر آنے لگا' پس اس وقت اور اس وقت میں جتنا فرق ہے اتنا ہی ان لوگوں اور ان لوگوں کے اجر میں فرق ہے' انہیں بہت بڑے اجر ملیں گے گو دونوں اصل بھلائی اور اصل اجر میں شریک ہیں' بعض نے کہا ہے فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔

اس کی تائید مسند احمد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میں کچھ اختلاف ہوگیا جس میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اسی پر اکڑ رہے ہو کہ ہم سے کچھ دن پہلے اسلام لائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو میرے لئے چھوڑ دو' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم احد کے یا کسی اور پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو بھی ان کے اعمال کو پہنچ نہیں سکتے۔[1] ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہوجانے کے بعد کا ہے اور آپ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے تھے اور یہ اختلاف جس کا ذکر اس روایت میں ہے بنو جذیمہ کے بارے میں ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی امارت میں اس کی طرف ایک لشکر بھیجا تھا جب وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے پکارنا شروع کیا کہ ہم مسلمان ہوگئے ہم صابی ہوئے یعنی بے دین ہوئے' اس لیے کفار مسلمانوں کو یہی لفظ کہا کرتے تھے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے غالباً اس کلمہ کا اصلی مطلب نہ سمجھ کر ان کے قتل کا حکم دے دیا بلکہ ان کے جو لوگ گرفتار کیے گئے تھے انہیں قتل کر ڈالنے کا حکم دیا اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی مخالفت کی اس واقعہ کا مختصر بیان اوپر والی حدیث میں ہے۔

صحیح حدیث میں ہے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی ان کے تین پاؤ اناج کو نہ پہنچے گا بلکہ ڈیڑھ پاؤ کو بھی نہ پہنچے گا۔[2] ابن جریر میں ہے[3] حدیبیہ والے سال ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب عسفان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا ایسے لوگ بھی آئیں گے کہ تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلہ میں حقیر سمجھنے لگو گے ہم نے کہا کیا قریشی؟ فرمایا نہیں بلکہ یمنی نہایت نرم دل نہایت خوش اخلاق سادہ مزاج۔ ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر کیا وہ ہم سے بہتر ہوں گے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا بھی ہو اور وہ اسے راہ اللہ خرچ کرے تو تم میں سے ایک کے تین پاؤ بلکہ ڈیڑھ پاؤ اناج کی خیرات کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یاد رکھو کہ ہم میں اور دوسرے تمام لوگوں میں یہی فرق ہے پھر آپ نے اسی آیت ﴿لَا يَسْتَوِىْ﴾ کی تلاوت کی' لیکن یہ روایت غریب ہے' بخاری و مسلم

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۳/۲۶۶)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۱۰/۱۹)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۳۸۱۲)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل اصحاب النبی (۳۶۷۳) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابہ (۲۲۱۔ ۲۲۲)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۶۷۴)]

www.muhammadilibrary.com

میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں خارجیوں کے ذکر میں ہے کہ تم اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلے اور اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلے پر حقیر اور کم تر شمار کرو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے۔ [1]

ابن جریر میں ہے عنقریب ایک قوم آئے گی کہ تم اپنے اعمال کو کم تر سمجھنے لگو گے جب ان کے اعمال کو سامنے رکھو گے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا وہ قریشیوں میں سے ہوں گے آپ نے فرمایا نہیں وہ سادہ مزاج نرم دل یہاں والے ہیں اور آپ نے یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پھر فرمایا وہ یمنی لوگ ہیں ایمان تو یمن والوں کا ایمان ہے اور حکمت یمن والوں کی حکمت ہے ہم نے پوچھا کیا وہ ہم سے بھی افضل ہوں گے؟ فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا پہاڑ ہو اور اسے وہ راہ اللہ دے ڈالے تو بھی تمہارے ایک مد یا آدھے مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پھر آپ نے اپنی اور انگلیاں تو بند کر لیں اور چھنگلیا کو دراز کر کے فرمایا خبردار رہو! یہ ہے فرق ہم میں اور دوسرے لوگوں میں' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی' پس اس حدیث میں حدیبیہ کا ذکر نہیں۔ پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے فتح مکہ سے پہلے ہی فتح مکہ کے بعد کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دی ہو' جیسے کہ سورۂ مزمل میں جو ان ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ شریف میں نازل ہوئی تھیں پروردگار نے خبر دی تھی کہ ﴿ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ﴾ [2] یعنی کچھ اور لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پس جس طرح اس آیت میں ایک آنے والے واقعہ کا تذکرہ ہے اسی طرح اس آیت کو اور حدیث کو بھی سمجھ لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے کہ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے یعنی فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد بھی جس نے جو کچھ راہ اللہ میں دیا ہے کسی کو اس سے کم۔ جیسے اور جگہ ہے کہ مجاہد اور غیر مجاہد جو عذر والے بھی نہ ہوں درجے میں برابر نہیں گو یا بھلے وعدے میں دونوں شامل ہیں۔ [3] صحیح حدیث میں ہے قوی مومن اللہ کے نزدیک ضعیف مومن سے افضل ہے لیکن بھلائی دونوں میں ہے۔ [4]

اگر یہ فقرہ اس آیت میں نہ ہوتا تو ممکن ہوتا تھا کہ کسی کو ان بعد والوں کی سبکی کا خیال گزرے اس لئے فضیلت بیان فرما کر پھر عطف ڈال کر اصل اجر میں دونوں کو شریک بتایا۔ پھر فرمایا تمہارے تمام اعمال کی تمہارے رب کو خبر ہے وہ درجات میں جو تفاوت رکھتا ہے وہ بھی اندازے سے نہیں بلکہ صحیح علم سے۔

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکوٰۃ : باب ذکر الخوارج وصفاتھم (١٠٦٤ـ ١٤٧)]

[2] [سورۃ المزمل : آیت ٢٠]

[3] [سورۃ النسآء : آیت ٩٥]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب الایمان بالقدر والاذغان لہ (٢٦٦٤ـ ٣٤) مسند احمد (٣٦٦/٢)]

www.muhammadilibrary.com

حدیث شریف میں ہے ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے۔ (۱) یہ بھی یاد رہے کہ اس آیت کے بڑے حصے دار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لئے کہ اس پر عمل کرنے والے تمام نبیوں کی امت کے سردار ہیں آپ نے ابتدائی تنگی کے وقت اپنا کل مال راہ اللہ دے دیا تھا جس کا بدلہ سوائے اللہ کے کسی اور سے مطلوب نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دربار رسالت مآب میں تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ صرف ایک عبا آپ کے جسم پر تھی' گریبان کانٹے سے اٹکائے تھے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک عبا پہن رکھی ہے اور کانٹا لگا رکھا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اپنا کل مال میرے کاموں میں فتح سے پہلے ہی راہ اللہ خرچ کرڈالا ہے اب ان کے پاس کچھ نہیں' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ان سے کہو کہ اللہ انہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس فقیری میں تم مجھ سے خوش ہو یا ناخوش؟ آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ سب کہہ کر سوال کیا۔ جواب ملا کہ اپنے رب عزوجل سے ناراض کیسے ہوسکتا ہوں میں اس حال میں بہت خوش ہوں۔ (۲) یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کون ہے جو اللہ کو قرض دے' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے خرچ کرنا ہے۔

بعض نے کہا ہے بال بچوں کو کھلانا پلانا وغیرہ خرچ مراد ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے دونوں صورتوں کو شامل ہو پھر اس پر وعدہ کرتا ہے کہ اسے بہت بڑھا چڑھا کر بدلہ ملے گا اور جنت میں پاکیزہ تر روزی ملے گی' اس آیت کو سن کر حضرت ابو دحداح انصاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کیا ہمارا رب ہم سے قرض مانگتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں' کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دیجئے آپ نے ہاتھ بڑھایا تو آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا باغ جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں وہ میں نے اپنے رب کو دیا آپ کے بیوی بچے بھی اسی باغ میں تھے آپ آئے اور باغ کے دروازے پر کھڑے رہ کر اپنی بیوی صاحبہ کو آواز دی وہ لبیک کہتی ہوئی آئیں تو فرمانے لگے بچوں کو لے کر چلو میں نے یہ باغ اپنے رب عزوجل کو قرض دے دیا ہے۔ وہ خوش ہو کر کہنے لگیں آپ نے بہت نفع کی تجارت کی اور بال بچوں کو اور گھر کے اثاثے کو لے کر باہر چلی آئیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے جنتی درخت وہاں کے باغات جو میووں سے لدے ہوئے ہیں اور جن کی شاخیں یاقوت اور موتی کی ہیں ابو دحداح رضی اللہ عنہ کو اللہ نے دے دیں۔ (۳)

---

(۱) [حسن : نسائی : کتاب الزکوة : باب جهد المقل (۲۵۲۸) مستدرك حاكم (۱/۴۱۶) صحیح ابن خزیمه (۲۴۴۳) صحیح ابن حبان (۳۳۴۷)] امام ابن خزیمہؒ، امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع الصغیر (۳۶۰۶) صحیح الترغیب (۸۸۳) تخریج مشکلة الفقر (۱۱۹)]

(۲) [ضعیف : بغوی فی التفسیر (۴/۲۶۹) الخطیب فی تاریخ بغداد (۲/۱۰۵)] اس کی سند میں علاء راوی ضعیف ومتروک ہے۔]

(۳) [ضعیف : مسند بزار (۵/۴۰۲) ، (۲۰۳۳) مجمع الزوائد (۹/۲۳۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حمید اعرج راوی ضعیف ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ

الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ

قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ

الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى

وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ

اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ ایمان دار مردوں' عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہو گا آج تمہیں ان جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے' یہ ہے بہترین کامیابی ○ اس دن منافق مرد و عورت ایمانداروں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں' جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو' پھر ان کے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہو گا' اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہو گی اور باہر کی طرف عذاب ہو گا ○ یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ یہ کہیں گے کہ ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک و شبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکے میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور تمہیں دھوکے دینے والوں نے دھوکے میں ہی رکھا ○ الغرض آج تم سے نہ فدیہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے' تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے' وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے ○

بدلہ اعمال کے مطابق: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے نیک اعمال کے مطابق انہیں نور ملے گا جو قیامت کے دن ان کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان میں بعض کا نور پہاڑوں کے برابر ہو گا اور بعض کا کھجوروں کے درخت کے برابر اور بعض کا کھڑے انسان کے قد کے برابر سب سے کم نور جس گنہگار مومن کا ہو گا اس کے پیر کے انگوٹھے کے برابر نور ہو گا جو کبھی روشن ہوتا ہو گا اور کبھی بجھ جاتا ہو گا (ابن جریر) [1]

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بعض مومن ایسے بھی ہوں گے جن کا نور اس قدر ہو گا کہ جس قدر مدینہ سے عدن دور ہے اور ابین دور ہے اور صنعا دور ہے۔ بعض اس سے کم بعض اس سے کم یہاں تک کہ بعض وہ بھی ہوں گے جن کے نور سے ان کے دونوں قدم کے پاس ہی اجالا ہو گا۔ [2]

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۶۷۶)] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۶۷۶)]

www.muhammadilibrary.com

حضرت جنادہ بن ابوامیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگو! تمہارے نام مع ولدیت کے اور خاص نشانیوں کے اللہ کے ہاں لکھے ہوئے ہیں اسی طرح تمہارا ہر ظاہر باطن عمل بھی وہاں لکھا ہوا ہے قیامت کے دن نام لے کر پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ اے فلاں یہ تیرا نور ہے اے فلاں تیرے لئے کوئی نور ہمارے ہاں نہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اول اول تو ہر شخص کو نور عطا ہوگا لیکن جب پل صراط پر جائیں گے تو منافقوں کا نور بجھ جائے گا اسے دیکھ کر مومن بھی ڈرنے لگیں گے کہ ایسا نہ ہو ہمارا نور بھی بجھ جائے تو اللہ سے دعا کریں گے کہ یااللہ ہمارا نور ہمارے لئے پورا پورا کر۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت سے مراد پل صراط پر نور کا ملنا ہے تاکہ اس اندھیری جگہ سے باآرام گزر جائیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے سجدے کی اجازت قیامت کے دن مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کا حکم بھی مجھے ہوگا میں آگے پیچھے دائیں بائیں نظریں ڈالوں گا اور اپنی امت کو پہچان لوں گا تو ایک شخص نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آپ کی امت تک کی تمام امتیں اس میدان میں اکٹھی ہوں گی ان میں سے آپ اپنی امت کی شناخت کیسے کریں گے؟ آپ نے فرمایا بعض مخصوص نشانیوں کی وجہ سے میری امت کے اعضاءِ وضو چمک رہے ہوں گے یہ وصف کسی اور امت میں نہ ہوگا اور انہیں ان کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے اور ان کا نور ان کے آگے چلتا ہوگا اور ان کی اولاد ان کے ساتھ ہوگی۔ [1] ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے دائیں ہاتھ میں ان کا عمل نامہ ہوگا جیسے اور آیتوں میں تشریح ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے چپے چپے پر چشمے جاری ہیں جہاں سے کبھی نکلنا نہیں' یہ زبردست کامیابی ہے۔ اس کے بعد کی آیت میں میدان قیامت کے ہولناک' دل شکن اور کپکپا دینے والے واقعہ کا بیان ہے کہ سوائے سچے ایمان اور کھرے اعمال والوں کے نجات کسی کو منہ نہیں دکھائے گی۔

سلیم بن عامر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم ایک جنازے کے ساتھ باب دمشق میں تھے جب جنازے کی نماز ہو چکی اور دفن کا کام شروع ہوا تو حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! تم اس دنیا کی منزل میں آج صبح شام کر رہے ہو نیکیاں برائیاں کر سکتے ہو اس کے بعد ایک اور منزل کی طرف تم سب کوچ کرنے والے ہو وہ منزل یہی قبر کی ہے جو تنہائی کا' اندھیرے کا' کیڑوں کا اور تنگی اور تاریکی والا گھر ہے مگر جس کیلئے اللہ تعالیٰ اسے وسعت دے دے۔ یہاں سے تم پھر میدان قیامت کے مختلف مقامات پر وارد ہو گے۔ ایک جگہ بہت سے لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے لوگوں کے سیاہ پڑ جائیں گے' پھر ایک اور میدان میں جاؤ گے جہاں سخت اندھیرا ہوگا وہاں ایمانداروں کو نور تقسیم کیا جائے گا اور کافر منافق بے نور رہ جائے گا' اسی کا ذکر آیت ﴿اَوْ كَظُلُمَاتٍ﴾ [2] الخ' میں ہے پس جس

---

[1] [ضعیف: مستدرك حاكم (٢/٤٧٨)] اس کی سند میں ابن اخی ابن وہب ضعیف ہے۔]

[2] [سورة النور: آیت ٤٠]

www.muhammadilibrary.com

طرح آنکھوں والے کی بصارت سے اندھا کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا منافق و کافر ایماندار کے نور سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ تو منافق ایمانداروں سے آرزو کریں گے کہ اس قدر آگے نہ بڑھ جاؤ کچھ تو ٹھہرو جو ہم بھی تمہارے نور کے سہارے چلیں تو جس طرح یہ دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ مکر و فریب کرتے تھے آج ان سے کہا جائے گا کہ لوٹ جاؤ اور نور تلاش کر لاؤ یہ واپس کی تقسیم کی جگہ جائیں گے لیکن وہاں کچھ نہ پائیں گے' یہی اللہ کا وہ مکر ہے جس کا بیان ﴿ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴾ الخ' میں ہے۔ اب لوٹ کر یہاں جو آئیں گے تو دیکھیں گے کہ مومنوں اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہوگئی ہے جس کے اس طرف رحمت ہی رحمت ہے اور اس طرف عذاب و سزا ہے۔ پس منافق نور کی تقسیم کے وقت تک دھوکے میں ہی پڑا رہے گا نور مل جانے پر بھید کھل جائے گا تمیز ہو جائے گی اور یہ منافق اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کامل اندھیرا چھایا ہوا ہوگا کہ کوئی انسان اپنا ہاتھ بھی نہیں دیکھ سکے گا اس وقت اللہ تعالیٰ ایک نور ظاہر کرے گا مسلمان اس کی طرف جانے لگیں گے تو منافق بھی پیچھے لگ جائیں گے۔ جب مومن زیادہ آگے نکل جائیں گے تو یہ انہیں ٹھہرانے کی آوازیں دیں گے اور یاد دلائیں گے کہ دنیا میں ہم سب ساتھ ہی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی پردہ پوشی کیلئے ان کے ناموں سے پکارا جائے گا لیکن پل صراط پر تمیز ہو جائے گی مومنوں کو نور ملے گا اور منافقوں کو بھی ملے گا لیکن جب درمیان میں پہنچ جائیں گے منافقوں کا نور بجھ جائے گا یہ مومنوں کو آوازیں دیں گے لیکن اس وقت خود مومن خوف زدہ ہو رہے ہوں گے یہ وہ وقت ہوگا کہ ہر ایک آپا دھاپی میں ہوگا' جس دیوار کا یہاں ذکر ہے یہ جنت و دوزخ کے درمیان حد فاصلہ ہوگی اسی کا ذکر آیت ﴿ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ﴾ میں ہے۔ پس جنت میں رحمت اور جہنم میں عذاب۔ ٹھیک بات یہی ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کی دیوار ہے جو جہنم کی وادی کے پاس ہوگی' ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ دیوار بیت المقدس کی شرقی دیوار ہے جس کے باطن میں مسجد وغیرہ ہے اور جس کے ظاہر میں وادی جہنم ہے اور بعض بزرگوں نے بھی یہی کہا ہے' لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا مطلب یہ نہیں کہ بعینہ یہی دیوار اس آیت میں مراد ہے بلکہ اس کا ذکر بطور قرب کے معنی میں آیت کی تفسیر میں ان حضرات نے کر دیا ہے اس لئے کہ جنت آسمانوں میں اعلیٰ علیین میں ہے اور جہنم اسفل السافلین میں حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس دروازے کا ذکر اس آیت میں ہے اس سے مراد مسجد کا باب الرحمت ہے یہ بنو اسرائیل کی روایت ہے جو ہمارے لئے سند نہیں بن سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ دیوار قیامت کے دن مومنوں اور منافقوں کے درمیان علیحدگی کیلئے کھڑی کی جائے گی مومن تو اس کے دروازے میں سے جا کر جنت میں پہنچ جائیں گے پھر دروازہ بند ہو جائے گا اور منافق حیرت زدہ ظلمت و عذاب میں رہ جائیں گے۔ جیسے کہ دنیا میں بھی یہ لوگ کفر و جہالت' شک و حیرت کے اندھیروں میں تھے' اب یہ یاد دلائیں گے کہ دیکھو دنیا میں ہم تمہارے ساتھ تھے جمعہ جماعت ادا کرتے تھے عرفات اور غزوات میں موجود رہتے تھے واجبات ادا کرتے تھے۔ ایماندار کہیں گے بات تو ٹھیک ہے لیکن اپنے کرتوت تو دیکھو گناہوں میں' نفسانی خواہشوں میں' اللہ کی نافرمانیوں میں عمر بھر تم لذتیں

www.muhammadilibrary.com

اٹھاتے رہے اور آج توبہ کرلیں گے کل بداعمالیاں چھوڑ دیں گے اسی میں رہے۔ انتظار میں ہی عمر گزار دی کہ دیکھیں مسلمانوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اور تمہیں یہ بھی یقین نہ آیا کہ قیامت آئے گی بھی یا نہیں؟ اور پھر اس آرزو میں رہے کہ اگر آئے گی پھر تو ہم ضرور بخش دیئے جائیں گے اور مرتے دم تک اللہ کی طرف یقین خلوص کے ساتھ جھکنے کی توفیق میسر نہ آئی اور اللہ کے ساتھ تمہیں دھوکے باز شیطان نے دھوکے میں ہی رکھا۔ یہاں تک کہ آج تم جہنم واصل ہو گئے۔

مطلب یہ ہے کہ جسموں سے تو تم ہمارے ساتھ تھے لیکن دل اور نیت سے ہمارے ساتھ نہ تھے بلکہ حیرت و شک میں ہی پڑے رہے ریاکاری میں رہے اور دل لگا کر یاد الٰہی کرنا بھی تمہیں نصیب نہ ہوا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ منافق مومنوں کے ساتھ تھے نکاح بیاہ، مجلس مجمع، موت زیست میں شریک رہے لیکن اب یہاں بالکل الگ کردیئے گئے۔ سورۂ مدثر کی آیتوں میں ہے کہ مسلمان مجرموں سے انہیں جہنم میں دیکھ کر پوچھیں گے کہ آخر تم یہاں کیسے پھنس گئے؟ اور وہ اپنے بداعمال گنوائیں گے۔ تو یاد رہے کہ یہ سوال صرف بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں شرمندہ کرنے کیلئے ہوگا ورنہ حقیقت حال سے مسلمان خوب آگاہ ہوں گے۔ پھر جیسے وہاں فرمایا تھا کہ کسی کی سفارش انہیں نفع نہ دے گی یہاں فرمایا آج ان سے فدیہ نہ لیا جائے گا گو زمین بھر کر سونا دیں قبول نہ کیا جائے گا نہ منافقوں سے نہ کافروں سے ان کا مرجع وماویٰ جہنم ہے وہی ان کے لائق ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بدترین جگہ ہے۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ
وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ
قُلُوْبُھُمْ ۭ وَكَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا ۭ
قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

کیا اب تک ایمان والوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے پگھل جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں، جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں کے اکثر فاسق ہیں ۝ یقین مانو کہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کردیتا ہے، ہم نے تمہارے لئے اپنی آیتیں بیان کردیں تا کہ تم سمجھو ۝

اہل ایمان سے خشیت الٰہی کے متعلق سوال: پروردگار عالم فرماتا ہے کیا مومنوں کیلئے اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر اللہ وعظ و نصیحت قرآنی اور احادیث نبوی سن کر ان کے دل موم ہو جائیں؟ سنیں اور مانیں حکم بجا لائیں ممنوعات سے پرہیز کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قرآن نازل ہوتے ہی تیرہ سال کا عرصہ نہ گزرا تھا کہ مسلمانوں کے دلوں کو اس طرف نہ جھکنے کی دیر کی شکایت کی گئی ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چار ہی سال گزرے تھے جو ہمیں یہ عتاب ہوا[1] (مسلم) اصحاب رسول پر ملال ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں حضرت کچھ بات تو بیان

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب التفسیر: باب فی قول اللہ تعالی الم یان للذین امنوا (۳۰۲۸ ۔ ۲۴)]

www.muhammadilibrary.com

فرمائیے پس یہ آیت اترتی ہے ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾ [1] ایک مرتبہ کچھ دنوں کے بعد یہی عرض کرتے ہیں تو آیت اترتی ہے ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ [2] پھر ایک عرصہ بعد یہی کہتے ہیں تو یہ آیت ﴿اَلَمْ يَاْنِ﴾ الخ اترتی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلی خیر جو میری امت سے اٹھ جائے گی وہ خشوع ہو گا۔ [3] پھر فرمایا تم یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کتاب کو بدل دیا تھوڑے تھوڑے مول پر اسے فروخت کر دیا۔ پس کتاب اللہ پس پشت ڈال کر رائے و قیاس کے پیچھے پڑ گئے اور از خود ایجاد کردہ اقوال کو ماننے لگ گئے اور اللہ کے دین میں دوسروں کی تقلید کرنے لگے‘ اپنے علماء اور درویشوں کی بے سند باتیں دین میں داخل کر لیں‘ ان بداعمالیوں کی سزا میں اللہ نے ان کے دل سخت کر دیئے کتنی ہی اللہ کی باتیں کیوں نہ سناؤ ان کے دل نرم نہیں ہوتے کوئی وعظ و نصیحت ان پر اثر نہیں کرتا کوئی وعدہ وعید ان کے دل اللہ کی طرف موڑ نہیں سکتا بلکہ ان میں کے اکثر و بیشتر فاسق اور کھلے بدکار بن گئے دل کے کھوٹے اور اعمال کے بھی کچے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ﴾ [4] ان کی بدعہدی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت نازل کی اور ان کے دل سخت کر دیئے یہ کلمات کو اپنی جگہ سے تحریف کر دیتے ہیں اور ہماری نصیحت کو بھلا دیتے ہیں یعنی ان کے دل فاسد ہو گئے اللہ کی باتیں بدلنے لگ گئے نیکیاں چھوڑ دیں برائیوں میں منہمک ہو گئے۔ اسی لئے رب العالمین اس امت کو متنبہ کر رہا ہے کہ خبردار! ان کا رنگ تم پر نہ چڑھ جائے۔ اصل و فرع میں ان سے بالکل الگ رہو۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ربیع بن ابو عمیلہ فرماتے ہیں قرآن و حدیث کی مٹھاس تو مسلم ہی ہے لیکن میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک بہت ہی پیاری اور میٹھی بات سنی ہے جو مجھے بے حد محبوب اور مرغوب ہے آپ نے فرمایا جب بنو اسرائیل کی الہامی کتاب پر کچھ زمانہ گزر گیا تو ان لوگوں نے کچھ کتابیں خود تصنیف کر لیں اور ان میں وہ مسائل لکھے جو انہیں پسند تھے اور جو ان کے اپنے ذہن سے انہوں نے تراش لئے تھے‘ اب مزے لے لے کر زبانیں موڑ موڑ کر انہیں پڑھنے لگے ان میں سے اکثر مسائل اللہ کی کتاب کے خلاف تھے جن جن احکام کو ماننے کو ان کا جی نہ چاہتا تھا انہوں نے بدل ڈالے تھے اور اپنی کتاب میں اپنی طبیعت کے مطابق مسائل جمع کر لئے تھے اور انہیں پر عامل بن گئے‘ اب انہیں سوجھی کہ اور لوگوں کو بھی منوائیں اور انہیں بھی آمادہ کریں کہ ان ہماری لکھی ہوئی کتابوں کو شرعی کتابیں سمجھیں اور مدار عمل انہیں پر رکھیں اب لوگوں کو اسی کی دعوت دینے لگے اور زور پکڑتے گئے‘ یہاں تک کہ جو ان کی کتابوں کو نہ مانتا اسے یہ ستاتے تکلیف دیتے مارتے پیٹتے بلکہ قتل کر ڈالتے‘ ان میں ایک شخص اللہ والے پورے عالم اور متقی تھے انہوں نے ان کی طاقت سے اور زیادتی سے مرعوب ہو کر کتاب اللہ کو ایک لطیف چیز پر لکھ کر ایک نرسنگھے میں ڈال کر اپنی گردن میں اسے ڈال لیا‘ ان لوگوں کا شر و فساد بڑھتا جا رہا تھا یہاں

---

[1] [سورۃ یوسف : آیت ۳]

[2] [سورۃ الزمر : آیت ۲۳]

[3] [منقطع وضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۶۸۱/۱۱)]

[4] [سورۃ المائدہ : آیت ۱۳]

www.muhammadilibrary.com

تک کہ بہت سے ان لوگوں کو جو کتاب اللہ پر عامل تھے انہوں نے قتل کر دیا' پھر آپس میں مشورہ کیا کہ دیکھو کہ یوں ایک ایک کو کب تک قتل کرتے رہیں گے؟ ان کا بڑا عالم اور ہماری اس کتاب کو بالکل نہ ماننے والا تمام بنی اسرائیل میں سب سے بڑھ کر کتاب اللہ کا عامل فلاں عالم ہے اسے پکڑ واس سے اپنی یہ رائے قیاس کی کتاب منواؤ اگر وہ مان لے تو پھر ہماری چاندی ہی چاندی ہے اور اگر وہ نہ مانے تو اسے قتل کر دو پھر تمہاری اس کتاب کا مخالف کوئی نہ رہے گا اور دوسرے لوگ خواہ مخواہ ہماری ان کتابوں کو قبول کر لیں گے اور انہیں ماننے لگیں گے' چنانچہ ان رائے قیاس والوں نے کتاب اللہ کے عالم و عامل اس بزرگ کو پکڑ وامنگوایا اور اس سے کہا کہ دیکھ ہماری اس کتاب میں جو ہے اس سب کو تو مانتا ہے یا نہیں؟ ان پر تیرا ایمان ہے یا نہیں؟ اس اللہ ترس کتاب اللہ کو ماننے والے عالم نے کہا اس میں تم نے کیا لکھا ہے؟ ذرا مجھے سناؤ تو' انہوں نے سنایا اور کہا اس کو تو مانتا ہے؟ اس بزرگ کو اپنی جان کا ڈر تھا اس لئے جرات کے ساتھ یہ تو نہ کہہ سکا کہ نہیں مانتا بلکہ اپنے اس نرسنگھے کی طرف اشارہ کر کے کہا میرا اس پر ایمان ہے وہ سمجھ بیٹھے کہ اس کا اشارہ ہماری اس کتاب کی طرف ہے۔ چنانچہ اس کی ایذا رسانی سے باز رہے لیکن تاہم اس کے اطوار وافعال سے کھٹکتے ہی رہے یہاں تک کہ جب اس کا انتقال ہوا تو انہوں نے تفتیش شروع کی ایسا نہ ہو اس کے پاس کتاب اللہ اور دین کے سے مسائل کی کوئی کتاب ہو آخر وہ نرسنگھا ان کے ہاتھ لگ گیا پڑھا تو اس میں اصلی مسائل کتاب اللہ کے موجود تھے اب بات بنالی کہ ہم نے تو کبھی یہ مسائل نہیں سنے ایسی باتیں ہمارے دین کی نہیں چنانچہ زبردست فتنہ برپا ہو گیا اور بہتر گروہ ہو گئے ان سب میں بہتر گروہ جو راستی پر اور حق پر تھا وہ تھا جو اس نرسنگھے والے مسائل پر عامل تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان فرما کر کہا لوگو! تم میں سے جو باقی رہے گا وہ ایسے ہی امور کا معائنہ کرے گا اور وہ بالکل بے بس ہو گا ان بری کتابوں کے مٹانے کی اس میں قدرت نہ ہو گی' پس ایسی مجبوری اور بے کسی کے وقت بھی اس کا یہ فرض تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یہ ثابت کر دے کہ وہ ان سب کو برا جانتا ہے۔ امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ عتریس بن عرقوب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے عبداللہ! جو شخص بھلائی کا حکم نہ کرے اور برائی سے نہ روکے وہ ہلاک ہوا آپ نے فرمایا ہلاک وہ ہو گا جو اپنے دل سے اچھائی کو اچھائی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے' پھر آپ نے بنی اسرائیل کا یہ واقعہ بیان فرمایا۔

پھر ارشاد باری ہے کہ جان رکھو مردہ زمین کو اللہ زندہ کر دیتا ہے اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سخت دلوں کی سختی کے بعد بھی اللہ انہیں نرم کرنے پر قادر ہے۔ گمراہیوں کی تہہ میں اتر جانے کے بعد بھی اللہ راہ راست پر لاتا ہے جس طرح بارش خشک زمین کو تر کر دیتی ہے اسی طرح کتاب اللہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی ہے۔ دلوں میں جب کہ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا ہو کتاب اللہ کی روشنی اسے دفعتاً منور کر دیتی ہے اللہ کی وحی دل کے قفل کی کنجی ہے۔ سچا ہادی وہی ہے' گمراہی کے بعد راہ پر لانے والا' جو چاہے کرنے والا' حکمت وعدل والا' لطف وخیر والا' کبر وجلال والا' بلندی وعلو والا وہی ہے۔

www.muhammadilibrary.com

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَأَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ أُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولٰئِكَ أَصْحٰبُ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾

ع ۲ / ۱۸

صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں اور جو اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں ان کے لئے یہ بڑھایا جائے گا اور ان کے لئے پسندیدہ اجر و ثواب ہے ○ اللہ اور اس کے رسول پر جو ایمان رکھتے ہیں وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق وشہید ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے اور جو کفر کرتے ہیں اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ جہنمی ہیں ○

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے دُگنے اجر کے مستحق: فقیر مسکین محتاجوں اور حاجت مندوں کو خالص اللہ کی مرضی کی جستجو میں جو لوگ اپنے حلال مال نیک نیتی سے اللہ کی راہ میں صدقہ دیتے ہیں ان کے بدلے بہت کچھ بڑھا چڑھا کر اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا۔ دس دس گنا اور اس سے بھی زیادہ سات سات سو تک بلکہ اس سے بھی سوا ان کے ثواب بے حساب ہیں ان کے اجر بہت بڑے ہیں۔

اللہ و رسول اللہ پر ایمان رکھنے والے ہی صدیق وشہید ہیں' ان دونوں اوصاف کے مستحق صرف باایمان لوگ ہیں' بعض حضرات نے "الشُّهَدَاءُ" کو الگ جملہ مانا ہے' غرض تین قسمیں ہوئیں مصدقین' صدیقین' شہداء' جیسے اور آیت میں ہے اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت گزار انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہے جو نبی' صدیق' شہید اور صالح لوگ ہیں' پس صدیق وشہید میں یہاں بھی فرق کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو قسم کے لوگ ہیں' صدیق کا درجہ شہید سے یقیناً بڑا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنتی لوگ اپنے سے اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ہوئے مشرقی یا مغربی ستارے کو تم آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو' لوگوں نے کہا یہ درجے تو انبیاء علیہم السلام کے ہوں گے آپ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی (بخاری مسلم) [1]

ایک غریب حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہید اور صدیق دونوں وصف اس آیت میں اسی مومن کے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے مومن شہید ہیں' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ [2] حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ کا قول ہے یہ دونوں ان دونوں انگلیوں کی طرح قیامت کے دن آئیں گے' بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے شہیدوں کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہوں گی جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ما جاء فی صفة الجنة (۳۲۵۶) صحیح مسلم: کتاب الجنة (۲۸۳۱۔ ۱۱) مسند احمد (۳۳۹/۳)]

[2] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۶۵۳)] اس میں اسماعیل بن یحییٰ راوی ضعیف ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

پھریں گی اور رات کو قندیلوں میں سہارا لیں گی ان کے رب نے ان کی طرف ایک بار دیکھا اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ کہ تو ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج تاکہ ہم پھر تیری راہ میں جہاد کریں اور شہادت حاصل کریں اللہ نے جواب دیا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ لوٹ کر پھر دنیا میں نہیں جائے گا [1] پھر فرماتا ہے کہ انہیں اجر و نور ملے گا جو نور ان کے سامنے رہے گا اور ان کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے شہیدوں کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) وہ پکے ایمان والا مومن جو دشمن اللہ سے بھڑ گیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اس کا وہ درجہ ہے کہ اہل محشر اس طرح سر اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنا سر اس قدر بلند کیا کہ ٹوپی نیچے گر گئی اور اس حدیث کے راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے بیان کرنے کے وقت بھی اتنا ہی اپنا سر بلند کیا کہ آپ کی ٹوپی بھی زمین پر جا پڑی۔ (۲) دوسرا وہ ایمان دار جو نکلا جہاد میں لیکن دل میں جرأت کم ہے کہ یکا یک ایک تیر آ لگا اور روح پرواز کر گئی یہ دوسرے درجے کا شہید جنتی ہے۔ (۳) تیسرا وہ جس کے بھلے برے اعمال تھے لیکن رب نے اسے پسند فرما لیا اور میدان جہاد میں کفار کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی یہ تیسرے درجے میں ہے۔ (۴) چوتھا وہ جس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جہاد میں نکلا اور اللہ نے شہادت نصیب فرما کر اپنے پاس بلوا لیا۔ [2] ان نیک لوگوں کا انجام بیان کر کے اب بدلوگوں کا نتیجہ بیان کیا کہ یہ جہنمی ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ⑳ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ㉑

خوب جان رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا، زینت اور آپس میں فخر و غرور اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتانا ہے، جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ دکھائی دینے لگتی ہے پھر تو بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے، اور آخرت میں سخت عذاب ہیں اور اللہ کی مغفرت اور رضامندی ہے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب بیان ارواح الشہداء فی الجنۃ (۱۸۸۷)]

[2] [ضعیف: ترمذی : کتاب فضائل الجہاد : باب ما جاء فی فضل الشہدا عند اللہ (۱۶۴٤) مسند احمد (۱/۲۲-۲۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف اور یزید راوی مجہول ہے۔]

www.muhammadilibrary.com

دنیا کی زندگی بجز دھوکے کے اسباب کے اور کچھ بھی تو نہیں ہے ○ آؤ دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے۔ یہ ان کیلئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں' یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے' اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

دنیوی زندگی محض کھیل تماشہ: امر دنیا کی تحقیر وتوہین بیان ہو رہی ہے کہ اہل دنیا کو سوائے لہو ولعب' زینت وفخر اور اولاد و مال کی کثرت کی چاہت کے اور ہے ہی کیا؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ [1] الخ' یعنی لوگوں کیلئے ان کی خواہش کی چیزوں کو مزین کر دیا گیا ہے جیسے عورتیں بچے وغیرہ۔ پھر حیات دنیا کی مثل بیان ہو رہی ہے کہ اس کی زندگی فانی ہے اور یہاں کی نعمتیں زوال پذیر ہیں۔ غیث کہتے ہیں اس بارش کو جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد برسے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا﴾ [2] الخ' اللہ وہ ہے' جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد بارش برساتا ہے۔ پس جس طرح بارش کی وجہ سے زمین سے کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ لہلہاتی ہوئی کسان کی آنکھوں کو بھی بھلی معلوم ہوتی ہیں' اسی طرح اہل دنیا اسباب دنیوی پر پھولتے ہیں' لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی ہری بھری کھیتی خشک ہو کر زرد ہو جاتی ہے پھر آخر سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح دنیا کی تروتازگی اور یہاں کی بہبودی اور ترقی بھی خاک میں مل جانے والی ہے' دنیا کی بھی یہی صورتیں ہے کہ ایک وقت جوان ہے پھر ادھیڑ ہے پھر بڑھیا ہے' ٹھیک اسی طرح انسان کی حالت ہے اس کے بچپن جوانی ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کو دیکھتے جایئے پھر اس کی موت اور فنا کو سامنے رکھیے' کہاں جوانی کے وقت اس کا جوش وخروش اور طاقت اور کس بل؟ اور کہاں بڑھاپے کی کمزوری' جھریاں پڑا ہوا جسم' خمیدہ کمر اور بے طاقت ہڈیاں؟ جیسے ارشاد ہے ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ﴾ [3] اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد قوت دی پھر اس قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور وہ عالم اور قادر ہے۔ اس مثال سے دنیا کی فنا اور اس کا زوال ظاہر کر کے پھر آخرت کے دونوں منظروں کو دکھا کر ایک سے ڈراتا ہے اور دوسرے کی رغبت دلاتا ہے' پس فرماتا ہے عنقریب آنے والی قیامت اپنے ساتھ عذاب اور سزا کو لائے گی اور مغفرت اور رضامندی رب کو لائے گی' پس تم وہ کام کرو کہ ناراضگی سے بچ جاؤ اور رضا حاصل کر لو سزاؤں سے بچ جاؤ اور بخشش کے حقدار بن جاؤ' دنیا صرف دھوکے کی ٹٹی ہے اس کی طرف جھکنے والے پر آخر وہ وقت آ جاتا ہے کہ یہ اس کے سوا کسی اور چیز کا خیال ہی نہیں کرتا اسی کی دھن میں روز وشب مشغول رہتا ہے بلکہ اس کمی والی اور

---

[1] [آل عمران : ١٤]

[2] [الشوریٰ : ٢٨]

[3] [الروم : ٥٤]

www.muhammadilibrary.com

زوال والی کمینی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگتا ہے' شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ بسا اوقات آخرت کا منکر بن جاتا ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایک کوڑے برابر جنت کی جگہ ساری دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ پڑھو قرآن فرماتا ہے کہ دنیا تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ (ابن جریر)[1] آیت کی زیادتی کے بغیر یہ حدیث صحیح میں بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے تم میں سے ہر ایک جنت سے زیادہ قریب ہے جتنا تمہارا جوتی کا تسمہ اور اسی طرح جہنم بھی۔ (بخاری)[2] پس معلوم ہوا کہ خیر وشر انسان سے بہت نزدیک ہے اور اس لئے اسے چاہئے کہ بھلائیوں کی طرف سبقت کرے اور برائیوں سے منہ پھیر کر بھاگتا رہے۔ تا کہ گناہ اور برائیاں معاف ہو جائیں اور ثواب اور درجے بلند ہو جائیں۔ اسی لئے اس کے ساتھ ہی فرمایا دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی جنس کے برابر ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾[3] اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف سبقت کرو جس کی کشادگی کل آسمان اور ساری زمینیں ہیں جو پارسا لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہاں فرمایا یہ اللہ رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے' یہ لوگ اللہ کے اس فضل کے لائق تھے اسی لئے اس بڑے فضل والے نے اپنی نوازش کیلئے چن لیا اور ان پر اپنا پورا احسان اور اعلیٰ انعام کیا۔

پہلے ایک صحیح حدیث بیان ہو چکی ہے کہ مہاجرین کے فقراء نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ مالدار لوگ تو جنت کے بلند درجوں کو اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو پا گئے آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ کہا نماز' روزہ تو وہ اور ہم سب کرتے ہیں لیکن مال کی وجہ سے وہ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں جو مفلسی کی وجہ سے ہم سے نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاؤں کہ اس کے کرنے سے تم ہر شخص سے آگے بڑھ جاؤ گے مگر ان سے جو تمہاری طرح خود بھی اس کو کرنے لگیں' دیکھو ہر فرض نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی ہی بار اللہ اکبر اور اسی طرح الحمد للہ کچھ دنوں بعد یہ بزرگ پھر حاضر حضور ﷺ ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے مالدار بھائیوں کو بھی اس وظیفہ کی اطلاع مل گئی اور انہوں نے بھی اسے پڑھنا شروع کر دیا آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔[4]

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (۳۰۱۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/ ۶۸۵) صحیح بخاری : کتاب الرقاق (۳۲۵۰)]

[2] [صحیح : مسند احمد (۱/ ۳۸۷) صحیح بخاری : کتاب الرقاق (۶۴۸۸)]

[3] [سورۃ آل عمران : آیت ۱۳۳]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب الذکر بعد الصلوۃ (۸۴۳) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب استحباب الزکر بعد الصلوۃ (۵۹۵ ـ ۱۴۲)]

www.muhammadilibrary.com

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ؀ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ؀ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ؀

نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے یہ کام اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے ○ تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ' اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا ○ جو خود بھی بخل کریں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیں' سنو جو بھی منہ پھیرے اللہ بے نیاز اور لائق حمد و ثنا ہے ○

مصیبت و آزمائش صرف اللہ کی طرف سے: اللہ تعالیٰ اپنی اس قدرت کی خبر دے رہا ہے جو اس نے مخلوقات کی پیدائش سے پہلے ہی اپنی مخلوق کی تقدیر مقرر کی تھی' فرمایا کہ زمین کے جس حصے میں کوئی برائی آئے یا جس کسی شخص کی جان پر کچھ آ پڑے اسے یقین رکھنا چاہئے کہ خلق کی پیدائش سے پہلے ہی یہ علم اللہ میں مقرر تھا اور اس کا ہونا یقینی تھا' بعض کہتے ہیں یہ جانوں کی پیدائش سے پہلے ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ مصیبت کی پیدائش سے پہلے ہے' لیکن زیادہ ٹھیک بات یہ ہے کہ مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہے' امام حسن رحمہ اللہ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو فرمانے لگے سبحان اللہ! ہر مصیبت جو آسمان و زمین میں ہے وہ نفس کی پیدائش سے پہلے ہی رب کی کتاب میں موجود ہے اس میں کیا شک ہے؟ زمین کی مصیبتوں سے مراد خشک سالی' قحط وغیرہ ہے اور جانوروں کی مصیبت درد' دکھ اور بیماری ہے' جس کسی کو کوئی خراش لگتی ہے یا کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا کسی سخت محنت سے پسینہ آ جاتا ہے سب اس کے گناہوں کی وجہ سے ہے' اور ابھی تو بہت سے گناہ ہیں جنہیں وہ غفور و رحیم اللہ بخش دیتا ہے' یہ آیت بہترین اور بہت اعلیٰ دلیل ہے قدریہ کی تردید میں جن کا خیال ہے سابق علم کوئی چیز نہیں اللہ انہیں ذلیل کرے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تعالیٰ نے تقدیر مقرر کی آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے۔ [1] اور روایت میں ہے اس کا عرش پانی پر تھا (ترمذی) [2] پھر فرماتا ہے کاموں کے وجود میں آنے سے پہلے ان کا اندازہ کر لینا' ان کے ہونے کا علم حاصل کر لینا اور اسے لکھ دینا اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔ وہی تو ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ جس کا محیط علم' ہو چکی ہوئی' ہوتی ہوئی اور ہونے والی تمام چیزوں کو شامل ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ہم نے تمہیں یہ خبر اس لئے دی ہے کہ تم یقین

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۲/۱٦۹) صحیح مسلم: کتاب القدر (۳٤)]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب القدر (۲۱۵٦) مسند احمد (۲/٦۹)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

www.muhammadilibrary.com

رکھو کہ جو تمہیں پہنچا وہ ہرگز کسی صورت ٹلنے والا نہ تھا' پس مصیبت کے وقت صبر وشکر' تحمل وثابت قدمی' مضبوط دلی اور روحانی طاقت تم میں موجود رہے' ہائے وائے بے صبری اور بے ضبطی تم سے دور رہے جزع فزع تم پر چھا نہ سکے تم اطمینان سے رہو کہ یہ تکلیف تو آنے والی تھی ہی' اسی طرح اگر مال و دولت غلبہ وغیرہ مل جائے تو اس وقت آپے سے باہر نہ ہو جاؤ اسے عطیہ الٰہی مانو تکبر اور غرور تم میں نہ آ جائے ایسا نہ ہو کہ دولت و مال وغیرہ کے نشے میں پھول جاؤ اور اللہ کو بھول جاؤ اس لئے کہ اس وقت بھی ہماری یہ تعلیم تمہارے سامنے ہوگی کہ یہ میرے دست و بازو کا میری عقل و ہوش کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ کی عطا ہے۔

ایک قرأت اس کی "اٰتٰکُمْ" ہے دوسری "اٰتٰکُمْ" ہے اور دونوں میں تلازم ہے' اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے جی میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے دوسروں پر فخر کرنے والے اللہ کے دشمن ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ رنج و راحت' خوشی و غم تو ہر شخص پر آتا ہے خوشی کو شکر میں اور غم کو صبر میں گزار دو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود بھی بخیل اور خلاف شرع کام کرنے والے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی برا راستہ بتاتے ہیں۔ جو شخص اللہ کی حکم برداری سے ہٹ جائے وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا کیونکہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور ہر طرح مستحق حمد ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ [1] یعنی اگر تم اور تمام روئے زمین کے انسان کافر ہو جائیں تو بھی اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے غنی ہے اور مستحق حمد ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ
النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ
وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ ع

یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور انصاف نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں' اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں سخت ہیبت ولڑائی ہے اور لوگوں کیلئے اور بھی بہت سے فائدہ ہیں اور اس لئے بھی کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد بے دیکھے کون کرتا ہے' اللہ ہے قوت والا اور زبردست ○

لوہے کے فوائد: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو ظاہر حجتیں اور بھرپور دلائل دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا' پھر ساتھ ہی انہیں کتاب بھی دی جو کھری اور صاف سچی ہے اور عدل وحق دیا جس سے ہر عقل مند انسان ان کی باتوں کے قبول کر لینے پر فطرتاً مجبور ہو جاتا ہے' ہاں بیمار رائے والے اور خلاف عقل والے اس سے محروم ہو جاتے ہیں' جیسے اور جگہ ہے۔ ﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾ [2] جو شخص اپنے رب کی طرف دلیل پر ہو اور ساتھ ہی اس کے شاہد بھی ہو۔ ایک اور جگہ ہے اللہ کی یہ فطرت ہے جس پر

---

[1] [ابراھیم: ۸] [2] [ھود: ۱۷]

www.muhammadilibrary.com

مخلوق کو اس نے پیدا کیا ہے' اور فرماتا ہے آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان رکھ دی' پس یہاں فرمان ہے یہ اس لئے کہ لوگ حق وعدل پر قائم ہو جائیں' یعنی اتباع رسول کرنے لگیں' امر رسول ﷺ بجا لائیں۔ رسول ﷺ ہی کی تمام باتوں کو حق سمجھیں کیونکہ اس کے سوا حق کسی اور کا کلام نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ [1] تیرے رب کا کلمہ جو اپنی خبروں میں سچا اور اپنے احکام میں عدل والا ہے پورا ہو چکا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایمان دار جنتوں میں پہنچ جائیں گے اللہ کی نعمتوں سے مالا مال ہو جائیں گے تو کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت دی اگر اس کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم اس راہ نہیں لگ سکتے تھے ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ [2]

پھر فرماتا ہے ہم نے منکرین حق کی سرکوبی کیلئے لوہا بنایا ہے' یعنی اولاً تو کتاب' رسول اور حق سے حجت قائم کی پھر ٹیڑھے دل والوں کی کجی نکالنے کیلئے لوہے کو پیدا کیا تاکہ اس کے ہتھیار بنیں اور اللہ کے دوست حضرات اللہ کے دشمنوں کا کانٹا نکال دیں' یہی نمونہ حضور ﷺ کی زندگی میں بالکل عیاں نظر آتا ہے کہ مکہ شریف کے تیرہ سال مشرکین کو سمجھانے' توحید وسنت کی دعوت دینے' ان کے عقائد کی اصلاح کرنے میں گزارے۔ خود اپنے اوپر مصیبتیں جھیلیں جب یہ حجت ختم ہوئی تو شرع نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دی' پھر حکم دیا کہ اب ان مخالفین سے جنہوں نے اسلام کی اشاعت کو روک رکھا ہے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے ان کی زندگی دوبھر کر دی ہے ان سے باقاعدہ جنگ کرو' ان کی گردنیں مارو اور ان مخالفین وحی الٰہی سے زمین کو پاک کرو۔

مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں قیامت کے آگے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ہی عبادت کی جائے اور میرا رزق میرے نیزے کے نیچے رکھا گیا ہے اور کمینہ پن اور ذلت ان لوگوں پر ہے جو میرے حکم کی مخالفت کریں اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔ [3] پس لوہے سے لڑائی کے ہتھیار بنتے ہیں جیسے تلوار' نیزے' چھریاں' تیر' زرہیں وغیرہ۔ اور لوگوں کیلئے اس کے علاوہ بھی بہت سے فائدہ ہیں۔ جیسے سکے' کدال' پھاوڑے' آرے' کھیتی کے آلات' بننے کے آلات' پکانے کے برتن' توے وغیرہ وغیرہ اور بھی بہت سی ایسی ہی چیزیں جو انسانی زندگی کی ضروریات سے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تین چیزیں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت میں آئیں نہائی' سنی اور ہتھوڑا (ابن جریر) پھر فرمایا تاکہ اللہ جان لے کہ ان ہتھیاروں کے اٹھانے سے اللہ رسول کی مدد کرنے کا نیک ارادہ کس کا ہے؟ اللہ قوت وغلبہ والا ہے' اس کے دین کی جو مدد کرے وہ اس کی مدد کرتا ہے' دراصل اپنے دین کو وہی قوی کرتا ہے اس نے جہاد تو صرف اپنے بندوں کی آزمائش کیلئے مقرر فرمایا ہے ورنہ غلبہ ونصرت تو اسی کی طرف سے ہے۔

---

[1] [الانعام: ١١٥]

[2] [سورۃ الاعراف: آیت ٤٣]

[3] [حسن صحیح: ابو داؤد: کتاب اللباس: باب في لبس الشهرہ (٤٠٣١) مسند احمد (٢/٥٠)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

www.muhammadilibrary.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی تو ان میں سے کچھ تو راہ یافتہ ہوئے اور ان میں اکثر نافرمان رہے ○ ان کے بعد پھر بھی ہم اپنے رسولوں کو پے در پے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور ان کے ماننے والوں کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا ہے' ہاں رہبانیت (ترک دنیا) تو ان لوگوں نے از خود ایجاد کر لی تھی ہم نے ان پر واجب نہ کی تھی لیکن ان کی نیت اللہ کی رضا جوئی تھی سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی' پھر بھی ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے انہیں ان کا اجر دیا' ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں ○

نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں انبیاء کا تسلسل: حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی اس فضیلت کو دیکھئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک جتنے پیغمبر آئے سب آپ ہی کی نسل سے آئے اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے نبی اور رسول آئے سب کے سب آپ ہی کی نسل سے ہوئے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ [1] یہاں تک کہ بنو اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری سنائی۔ پس نوح اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد برابر رسولوں کا سلسلہ رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جنہیں انجیل ملی جن کی تابع فرمان امت رحمدل اور نرم مزاج واقع ہوئی' خشیت الٰہی اور رحمت خلق کے پاک اوصاف سے متصف۔ پھر نصرانیوں کی ایک بدعت کا ذکر ہے جو ان کی شریعت میں تو نہ تھی لیکن انہوں نے خود اپنی طرف سے ایجاد کر لی تھی' اس کے بعد کے جملے کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ ان کا مقصد نیک تھا کہ اللہ کی رضا جوئی کیلئے یہ طریقہ نکالا۔ حضرت سعید بن جبیر' حضرت قتادہ رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا ہاں ہم نے ان پر صرف اللہ کی رضا جوئی واجب کی تھی۔

پھر فرماتا ہے یہ اسے بھی نبھا نہ سکے جیسا چاہئے تھا ویسا اس پر نہ جمے' پس دوسری خرابی آئی ایک اپنی طرف سے ایک نئی بات دین اللہ میں ایجاد کرنے کی دوسری اس پر بھی قائم نہ رہنے کی۔ یعنی جسے وہ خود قرب اللہ کا ذریعہ اپنے ذہن سے سمجھ بیٹھے تھے بالآخر اس پر بھی پورے نہ اترے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

---

[1] [سورۃ العنکبوت : آیت ۲۷]

www.muhammadilibrary.com

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پکارا آپ نے لبیک کہا آپ نے فرمایا سنو بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) گروہ ہو گئے جن میں سے تین نے نجات پائی' پہلے فرقہ نے تو بنی اسرائیل کی گمراہی دیکھ کر ان کی ہدایت کیلئے جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر ان کے بڑوں میں تبلیغ شروع کی لیکن آخر وہ لوگ جدال وقتال پر اتر آئے اور بادشاہ اور امراء نے جو اس تبلیغ سے گھبراتے تھے ان پر لشکر کشی کی اور انہیں قتل بھی کیا' قید بھی کیا ان لوگوں نے تو نجات حاصل کر لی' پھر دوسری جماعت کھڑی ہوئی ان میں مقابلہ کی طاقت تو نہ تھی تاہم اپنے دین کی قوت سے سرکشوں اور بادشاہوں کے دربار میں حق گوئی پیش کی اور اللہ کے سچے دین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصلی مسلک کی طرف انہیں دعوت دینے لگے ان بدنصیبوں نے انہیں قتل بھی کرایا آروں سے بھی چیرا اور آگ میں بھی جلایا جسے اس جماعت نے صبر وشکر کے ساتھ برداشت کیا اور نجات حاصل کی' پھر تیسری جماعت اٹھی یہ ان سے بھی بہت زیادہ کمزور تھے ان میں طاقت نہ تھی کہ اصل دین کے احکام کی تبلیغ ان ظالموں میں کریں اس لئے انہوں نے اپنے دین کا بچاؤ اسی میں سمجھا کہ جنگلوں میں نکل جائیں اور پہاڑوں پر چڑھ جائیں عبادت میں مشغول ہو جائیں اور دنیا کو ترک کر دیں انہی کا ذکر رہبانیت والی آیت میں ہے'[1] یہی حدیث دوسری سند سے مروی ہے اس میں تہتر (۷۳) فرقوں کا بیان ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اجر انہیں ملے گا جو مجھ پر ایمان لائیں اور میری تصدیق کریں اور ان میں اسے اکثر جو فاسق ہیں وہ وہ ہیں جو مجھے جھٹلائیں اور میر اخلاف کریں۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرئیل کے بادشاہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تورات و انجیل میں تبدیلیاں کر لیں، لیکن ایک جماعت ایمان پر قائم رہی اور اصلی تورات وانجیل ان کے ہاتھوں میں رہی جسے وہ تلاوت کیا کرتے تھے' ایک مرتبہ ان لوگوں نے (جنہوں نے کتاب اللہ میں ردوبدل کر لیا تھا) اپنے بادشاہوں سے ان سچے مومنوں کی شکایت کی کہ یہ لوگ کتاب اللہ کہہ کر جس کتاب کو پڑھتے ہیں اس میں تو ہمیں گالیاں لکھی ہیں اس میں لکھا ہوا ہے جو کوئی اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے اور اسی طرح کی بہت سی آیتیں ہیں' پھر یہ لوگ ہمارے اعمال پر بھی عیب گیری کرتے ہیں' پس آپ انہیں دربار میں بلوائیے اور انہیں مجبور کیجئے کہ یا تو وہ اسی طرح پڑھیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور ویسا ہی عقیدہ ایمان رکھیں جیسا ہمارا ہے ورنہ بدترین عبرت ناک سزا دیجئے' چنانچہ ان سچے مسلمانوں کو دربار میں بلوایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یا تو ہماری اصلاح کردہ کتاب پڑھا کرو اور تمہارے ہاتھوں میں جو الہامی کتابیں ہیں انہیں چھوڑ دو ورنہ جان سے ہاتھ دھو لو اور قتل گاہ کی طرف قدم بڑھاؤ' اس پر ان پاک بازوں کی ایک جماعت نے کہا تم ہمیں ستاؤ نہیں تم اونچی عمارت بنا دو ہمیں وہاں پہنچا دو اور ڈوری چھڑی دے دو ہمارا کھانا پینا اس میں ڈال دیا کرو ہم اوپر سے گھسیٹ لیا کریں گے نیچے اتریں گے ہی نہیں اور تم میں آئیں گے ہی نہیں' ایک جماعت نے کہا سنو! ہم یہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں

---

[1] **[ضعیف** : طبرانی کبیر (۱۰۳۵۷)] اس کی سند میں بکیر راوی ضعیف ہے۔]

[2] **[ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۶۷۷)] اس میں داود بن محبر اور عقیل دونوں ضعیف ہیں۔]

www.muhammadilibrary.com

جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جاتے ہیں تمہاری بادشاہت کی سرزمین سے باہر ہو جاتے ہیں چشموں نہروں ندیوں نالوں اور تالابوں سے جانوروں کی طرح منہ لگا کر پانی پیا کریں گے اور جو پھول پات مل جائیں گے ان پر گزارا کر لیں گے' اس کے بعد اگر تم ہمیں اپنے ملک میں دیکھ لو تو بیشک گردن اڑا دینا' تیسری جماعت نے کہا ہمیں اپنی آبادی کے ایک طرف کچھ زمین دے دو اور وہاں حصار کھینچ دو وہیں ہم کنوئیں کھود لیں گے اور کھیتی کر لیا کریں گے تم میں ہرگز نہ آئیں گے۔ چونکہ اس اللہ پرست جماعت سے ان لوگوں کی قریبی رشتہ داریاں تھیں اس لئے یہ درخواستیں منظور کر لیں اور یہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانے چلے گئے' لیکن ان کے ساتھ بعض اور لوگ بھی لگ گئے جنہیں دراصل علم و ایمان نہ تھا تقلیداً ساتھ ہو لئے' ان کے بارے میں یہ آیت ﴿ وَرَهْبَانِيَّةً ﴾ نازل ہوئی۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو مبعوث فرمایا اس وقت ان میں سے بہت کم لوگ رہ گئے تھے آپ کی بعثت کی خبر سنتے ہی خانقاہوں والے اپنی خانقاہوں سے اور جنگلوں والے اپنے جنگلوں سے اور حصار والے اپنے حصاروں سے نکل کھڑے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی جس کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ ﴾ الخ' یعنی ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تمہیں اللہ اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اور پھر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا) اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو (یعنی قرآن و سنت) تا کہ اہل کتاب جان لیں (جو تم جیسے ہیں) کہ اللہ کے کسی فضل کا انہیں اختیار نہیں اور سارا فضل اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔ یہ سیاق غریب ہے اور ان دونوں پچھلی آیتوں کی تفسیر اس آیت کے بعد ہی آ رہی ہے' انشاء اللہ تعالیٰ۔

ابو یعلی میں ہے کہ لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خلافت کے زمانہ میں آئے' آپ اس وقت امیر مدینہ تھے جب یہ آئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز ادا کر رہے تھے اور بہت ہلکی نماز پڑھ رہے تھے جیسے مسافرت کی نماز ہو یا اس کے قریب قریب جب سلام پھیرا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے فرض نماز پڑھی یا نفل؟ فرمایا فرض اور یہی نماز رسول اللہ ﷺ کی تھی' میں نے اپنے خیال سے اپنی یاد برابر تو اس میں کوئی خطا نہیں کی۔

ہاں اگر کچھ بھول گیا ہوں تو اس کی بابت نہیں کہہ سکتا حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ تم پر سختی کی جائے گی' ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی اور ان پر بھی سختی کی گئی پس ان کی بقیہ خانقاہوں میں اور ایسے ہی گھروں میں اب بھی دیکھ لو۔ یہ تھی وہ سختی کی ترک دنیا جو اللہ نے ان پر واجب نہیں کی تھی۔ دوسرے دن ہم لوگوں نے کہا آیئے سواریوں پر چلیں اور دیکھیں اور عبرت حاصل کریں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہت اچھا سوار ہو کر چلے اور کئی ایک بستیاں دیکھیں جو بالکل اجڑ گئی تھیں اور مکانات اوندھے پڑے ہوئے تھے تو ہم نے کہا ان شہروں

www.muhammadilibrary.com

سے آپ واقف ہیں؟ فرمایا خوب اچھی طرح بلکہ ان باشندوں سے بھی۔ انہیں سرکشی اور حسد نے ہلاک کیا۔ حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے اور سرکشی اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ آنکھ کا بھی زنا ہے' ہاتھ اور قدم اور زبان کا بھی زنا ہے اور شرمگاہ اسے سچ ثابت کرتی ہے یا جھٹلاتی ہے۔ [1] مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی علیہ السلام کیلئے رہبانیت تھی اور میری امت کی رہبانیت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ [2]

ایک شخص حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے سوال کیا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کی' یہی تمام نیکیوں کا سر ہے اور تو جہاد کو لازم پکڑے رہ یہی اسلام کی رہبانیت ہے اور ذکر اللہ اور تلاوت قرآن پر مداومت کر۔ وہی آسمان میں' زمین میں تیری راحت و روح ہے اور تیری یاد ہے۔ یہ روایت مسند احمد میں ہے۔ [3] واللہ اعلم

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا' اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے ○ یہ اس لئے کہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل کے کسی حصے پر بھی انہیں اختیار نہیں اور یہ کہ سارا فضل اللہ ہی کے ہاتھ ہے وہ جسے چاہے دے' اللہ ہے ہی بڑے فضل والا ○

مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال: اس سے پہلے کی آیت میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جن مومنوں کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد اہل کتاب کے مومن ہیں اور انہیں دوہرا اجر ملے گا جیسے کہ سورۂ قصص کی آیت میں ہے' اور جیسے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کو اللہ تعالیٰ دوہرا اجر دے گا ایک وہ

[1] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الحسد (٤٩٠٤) مسند ابو یعلی (٣٦٩٤)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود] اس میں عبدالرحمٰن راوی مجہول ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (٣/٢٦٦) مسند ابو یعلی (٤٢٠٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٣٨٠٧)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں زید عمی راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : مسند احمد (٣/٨٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحيحة (٥٥٥)] البتہ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١١٧٧٤)]

www.muhammadilibrary.com

اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر مجھ پر ایمان لایا اسے دوہرا اجر ہے اور وہ غلام جو اپنے آقا کی تابعداری کرے اور اللہ کا حق بھی ادا کرے اسے بھی دو دو اجر ہیں اور وہ شخص جو اپنی لونڈی کو ادب سکھائے اور بہت اچھا ادب سکھائے یعنی شرعی ادب پھر اسے آزاد کردے اور نکاح کردے وہ بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے۔(بخاری و مسلم)[1] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب اہل کتاب دوہرے اجر پر فخر کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس امت کے حق میں نازل فرمائی۔ پس انہیں دوہرے اجر کے بعد نور ہدایت دینے کا بھی وعدہ کیا اور مغفرت کا بھی پس نور اور مغفرت انہیں زیادہ ملی (ابن جریر) اسی مضمون کی آیت ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ﴾[2] الخ، ہے یعنی اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو وہ تمہارے لئے فرقان کرے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کردے گا اور تمہیں معاف فرمادے گا اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم سے دریافت فرمایا کہ تمہیں ایک نیکی پر زیادہ سے زیادہ کس قدر فضیلت ملتی ہے اس نے کہا ساڑھے تین سو تک، آپ نے اللہ کا شکر کیا اور فرمایا ہمیں تم سے دوہرا اجر ملا ہے۔ حضرت سعید رحمہ اللہ نے اسے بیان فرما کر یہی آیت پڑھی اور فرمایا اسی طرح جمعہ کا دوہرا اجر ہے، مسند احمد کی حدیث میں ہے تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے چند مزدور کسی کام پر لگانے چاہے اور اعلان کیا کہ کوئی ہے جو مجھ سے ایک قیراط لے اور صبح کی نماز سے لے کر آدھے دن تک کام کرے؟ پس یہود تیار ہو گئے، اس نے پھر کہا ظہر سے عصر تک اب جو کام کرے اسے میں ایک قیراط دوں گا، اس پر نصرانی تیار ہوئے کام کیا اور اجرت لی اس نے پھر کہا اب عصر سے مغرب تک جو کام کرے میں اسے دو قیراط دوں گا پس وہ تم مسلمان ہو، اس پر یہود و نصاریٰ بگڑے اور کہنے لگے کام ہم نے زیادہ کیا اور دام انہیں زیادہ ملے۔ ہمیں کم دیا گیا۔ تو انہیں جواب ملے گا میں نے تمہارا حق تو نہیں مارا؟ انہوں نے کہا نہیں ایسا تو نہیں ہوا۔ جواب ملا کہ پھر یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں دوں۔[3]

صحیح بخاری شریف میں ہے مسلمانوں اور یہودیوں نصرانیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے چند لوگوں کو کام پر لگایا اجرت ٹھہرالی اور اور انہوں نے ظہر تک کام کر کے کہہ دیا کہ اب ہمیں ضرورت نہیں جو ہم نے کیا ہم اس کی اجرت بھی نہیں چاہتے اور اب ہم کام بھی نہیں کریں گے، اس نے انہیں سمجھایا بھی کہ ایسا نہ کرو کام پورا کرو اور مزدوری لے جاؤ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کام ادھورا چھوڑ کر اجرت لئے بغیر چلتے بنے اس نے اور مزدور لگائے اور کہا کہ باقی کام شام تک تم پورا کرو اور پورے دن کی مزدوری میں تمہیں دوں گا، یہ کام پر لگ گئے،

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب العلم: باب تعلیم الرجل امته واهله (۹۷) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب وجوب الایمان برساله نبینا محمد (۲۴۔۱۵۴)]

[2] [سورۃ الانفال: آیت ۲۹]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاجارۃ: باب الاجارۃ الی نصف النهار (۲۲۶۸) ترمذی: کتاب الادب: باب ما جآء فی مثل ابن آدم واجله واملہ (۲۸۷۱) مسند احمد (۶/۲)]

www.muhammadilibrary.com